سلسلہ مطبوعات ع ۳۶

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا

کفر و الحاد کی بے نظیر تحقیق

اردو ترجمہ

اِکفارُ المُلحِدین

مُصنفہ

امام العصر حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ

مترجم

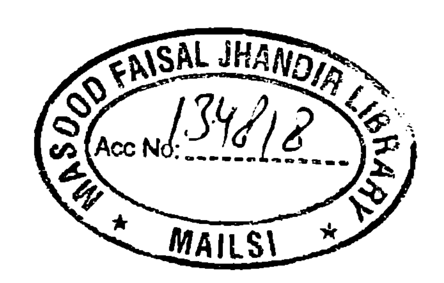
مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی

(استاذ مدرسہ عربیہ اسلامیہ، کراچی)

ناشر

ادارہ مجلس علمی کراچی

۱۳۸۷ھ



سنہ طباعت . . ۱۹۶۷ء مطابق ۱۳۸۷ھ

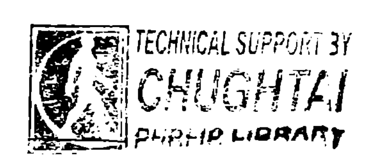
مقام طباعت . . مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی

قیمتِ مجلد ● روپے

ناشر

ادارہ مجلس علمی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸۲

نزد میری ویدر ٹاور کراچی نمبر ۲





فہرست ترجمہ اکفار الملحدین

✤ ✤ ✤ ✤

تعارف

از حضرت مولینا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ العالی

الحمد للّٰہ رب العالمین ولا عدوان الا علی الظالمین والصلوٰۃ والسلام
علی خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

سرزمین بیت الحرام میں غار حرا کے افق سے نبوت کبریٰ کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا، اور زمینی مخلوق کے لئے آسمانی پیغام ہدایت کی ضیا پاشیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہو گئے، قرآن کریم نازل ہونا شروع ہو گیا کفار مکہ اور جزیرۃ العرب کے یہود و نصاریٰ پوری مخالفت بلکہ جحود و عناد پر اتر آئے۔ لیکن اسلام کے خلاف ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں اور نہ صرف عہد نبوت میں بلکہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسلام کے روز افزوں عروج و استحکام کی یہی صورت حال قائم رہی اور اسلام شرقاً وغرباً تمام دنیا میں بن کی آگ کی طرح پھیلتا چلا گیا مگر اسی کے ساتھ ساتھ اعداء اسلام کے حلقوں میں اسلام کے خلاف غیظ و غضب بھی بڑھتا چلا گیا۔ مشیت الٰہی سے عہد عثمانی میں عہد فاروقی جیسا تدبر و تیقظ قائم نہ رہ سکا، اس لئے مریض القلب لوگوں نے خصوصاً نام نہاد مسلمان یہودیوں نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں تا آنکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اب چاروں طرف سے علی الاعلان فتنوں نے سر اٹھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان فتنوں کا بازار حرب و پیکار کی شکل میں گرم ہونا شروع ہو گیا اور اسلام کو شدید ترین داخلی و خارجی خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نہ ہوتی تو شاید اسلام ختم ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حلم و فراست کی برکت سے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ ٹھیک جس طرح عہد صدیقی میں فتنۂ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ پوری قوت کے ساتھ رونما

ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حزم و عزم صدیقی کی برکت سے اسلام کی حفاظت کی تھی اسی طرح فتنہ خوارج و شیعیت کی شدت کی وجہ سے خلافت علی مرتضیٰ رضؓ میں زوال اسلام کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اسلام تو بچ گیا لیکن جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے دردناک واقعات اور خونچکاں حوادث ضرور رونما ہوئے اور اسلام کی مقدس سرزمین صحابہ و تابعین کے خون سے ضرور لالہ زار بنی جس کے نتیجہ میں فتنہ شیعیت و فتنہ رافض اور فتنہ خارجیت و اعتزال وغیرہ سیاسی و دینی فتنوں کی جڑیں دور دور پھیل گئیں اور پہلی مرتبہ علمی اعتبار سے مسئلہ ایمان و مسئلہ کفر سامنے آیا اور اس کی عملی تحقیق کی ضرورت پیش آئی۔

لطف کی بات یہ تھی کہ خوارج و معتزلہ بھی ایمان و توحید کے مدعی تھے اور شیعہ روافض بھی اسلام و محبت اہل بیت کے دعوے دار تھے مگر دونوں فرقے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر پر متفق تھے اور اپنے اپنے ایمان و اسلام کا دعویٰ بھی کرتے تھے پھر انہی دونوں شاخوں سے پھوٹ کر جہمیہ، مرجئہ، کرامیہ، وغیرہ نو بنو مدعی اسلام فرقے پیدا ہوتے چلے گئے جن میں سے ہر ایک فرقہ اپنے سوا سب کو کافر کہتا تھا۔

اس لئے اسلام کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ محققانہ انداز میں اس مشکل کو حل کیا جائے کہ مناط و مدار نجات کیا چیز ہے؟ اور ایمان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور کفر کی اصل بنیاد کیا ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابو عبید قاسم بن سلام، محمد بن نصر مروزی، محمد بن اسلم طوسی، ابوالحسن عبدالرحمن بن رستہ، ابن حبان، ابوبکر بیہقی وغیرہ آئمہ حدیث رحمہم اللہ نے مسئلہ ایمان پر محدثانہ کتابیں لکھیں۔ محدثین کے طرز پر حافظ ابن تیمیہ رح کی کتاب الایمان شاید آخری کتاب ہو لیکن علمی و نظری مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے یہ محدثانہ تالیفات کافی نہ تھیں اسلئے متکلمین نے اس میدان میں قدم رکھا اور قدماء متکلمین کی تصانیف میں بھی یہ مسائل زیر بحث آئے۔ امام ابوالحسن اشعری رح سے لیکر حجۃ الاسلام امام غزالی تک کبار متکلمین نے خوب علمی و نظری تحقیقات کی داد دی اور ان مسائل پر سیر حاصل عقلی و نقلی (غیر نقلی) بحثیں کیں۔ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی طوسی متوفی ۵۰۵ھ

غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مستقل محققانہ کتاب لکھی جس کا نام فیصل التفرقہ

بین الاسلام والزندقہ ہے۔ مصر وہندوستان دونوں جگہ طبع ہوئی ہے۔

رفتہ رفتہ فقہا کے حلقہ میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور فقہاء کرام نے اپنے مخصوص فقہی انداز میں بھی خوب خوب لکھا لیکن ایک طرف تو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحکا یہ قول: لا نکفر احدا من اھل القبلہ اُمت کے سامنے تھا دوسری طرف یہ اجماعی مسئلہ طے شدہ تھا: ضروریات دین میں سے کسی بھی امر ضروری کا انکار کفر ہے" بلکہ ضروریات دین میں "تاویل" بھی موجب کفر ہے"

اسی طرح ایک طرف یہ مسئلہ زیر بحث آیا: لازم مذہب مذہب نہیں ہے "جب تک التزام کفر نہ کیا جائے، لزوم کفر سے کفر لازم نہیں آئے گا" اسی بحث کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوا کہ، ضروریات دین کے باب میں بھی یہ ضابطہ جاری ہے یا ضروریات دین اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؟ نیز مسئلہ تکفیر میں "دلیل قطعی" ضروری ہے یا "ظنی ادلہ" سے بھی تکفیر کی جاسکتی ہے؟

الغرض موضوع اپنی اہمیت کے پیش نظر اور نزاکت کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اُلجھتا چلا گیا اور ایمان وکفر کا بدیہی مسئلہ نظری بنکر رہ گیا اُدھر اعداء دین کو ان علمی بحثوں اور کاوشوں سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کے مواقع ملتے چلے گئے

اسی اثنا میں سرزمین پنجاب کے اندر ایک "مدعی نبوت" پیدا ہوگیا جس نے اپنی مستقل تشریعی نبوت کو منوانے کی غرض سے "قطعی امور دین" کا انکار کرنا شروع کردیا "ختم نبوت" اجماعی واساسی طے شدہ مسئلہ کو از سر نو زیر بحث لایا۔ جہاد اور حج کے اس زمانہ میں منسوخ ہونے کا اعلان کیا اسی کے ساتھ ساتھ ازراہ تلبیس تبلیغ اسلام" کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف جہات سے دین کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ ان موضوعات پر ایک فیصلہ کن محققانہ تالیف اُمت کی رہنمائی کے لئے سامنے آئے تاکہ ان دقیق اور اُلجھے ہوئے مسائل میں آئندہ نسلوں کو کفر واسلام کے اندر امتیاز کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

لیکن ان موضوعات سے عہدہ برآ ہونا نہ ہر عالم وفقیہ کا کام تھا اور نہ ہر صاحب قلم مصنف ومؤلف کا، بلکہ اس کے لئے ایک ایسے محقق روزگار کی ضرورت تھی جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی، متکلم بھی ہو اور

اصولی بھی، مورخ بھی اور تاریخ ملل ونحل کا محقق بھی، وسیع النظر بھی ہوا اور منصف مزاج بھی، اسکی زندگی علوم ومشکلات علوم کی تحقیق اور عقدہ کشائی میں گذری ہو، مجتہدانہ ذوق کا مالک ہو، فتنوں، اور فرقوں کی تاریخ سے بصیرت افروز واقفیت رکھتا ہو۔

حق تعالیٰ نے اس علمی ودینی عظیم الشان خدمت کے لئے امام العصر حضرت مولینا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا جو اپنے عہد میں علوم اسلامیہ میں امامت کبریٰ کا درجہ رکھتے تھے ایسے یگانہ روزگار تھے جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں بھی بمشکل ملے گی، قدماء ومتاخرین میں چند نفوس قدسیہ جس جامعیت عظمیٰ کے حامل گزرے ہیں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ بھی انہی جیسی نادرۂ روزگار ہستی کے مالک تھے۔

اس موضوع پر قدماء ومتاخرین فقہا، متکلمین، محدثین ومفسرین کے علمی کارناموں یعنے تصانیف میں جہاں بھی "غرر نقول" (زریں اقتباسات) تھے اگرچہ بعید سے بعید ترین مظان (مقامات) میں تھے ان سب کے جواہر وگہر کو حیرت انگیز غواصی کے کرشمے دکھا کر امت کے سامنے رکھدیا ہے اور یہ تفحص وتجسس کا دائرہ مطبوعات تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس مقصد کیلئے "نادر ترین مخطوطات" (قلمی کتابوں) کے عام دسترس سے باہر علمی سمندروں میں بھی شناوری اور غواصی فرمائی ہے۔ اور نہ صرف خاص خاص ابواب متعارفہ اور مظان متوقعہ (متوقع مقامات) کی مراجعت فرمائی ہے بلکہ بعض مخطوطات کو اول سے آخر تک مطالعہ کرکے پوری کتاب میں جہاں جہاں دُرِ بے بہا (قیمتی اقتباسات) ہاتھ آتے گئے پروتے گئے محقق ابن وزیر یمانی کی محققانہ ضخیم غیر مطبوع کتاب "القواصم والعواصم" پوری مطالعہ کرکے سارے متعلقہ ٹکڑے (اقتباسات) یکجا جمع فرمادیئے۔ اسی طرح فتح الباری جیسی ضخیم ۱۳ جلدوں کی کتاب میں جہاں جہاں کوئی مفید مطلب مضمون ملا جمع فرمادیا کیا کوئی بھی عالم ومحقق تصور کرسکتا ہے کہ ادیب قلقشندی کی خالص ادبی کتاب صبح الاعشیٰ فی فن الانشاء میں بھی اس خالص دینی موضوع کے متعلق کوئی چیز ہوگی لیکن امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے وہ بھی اوجھل نہ رہ سکی اُس سے بھی استفادہ فرمایا۔ امام بخاری رح کی کتاب خلق افعال العباد، امام ذھبی کی کتاب العلو،

بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات، ابن حزم کی کتاب الفصل فی الملل والنحل، عبدالقادر تیمی بغدادی کی کتاب الفرق بین الفرق، ابوالبقاء کی کتاب الکلیات، شیخ اکبر کی الفتوحات المکیۃ، شعرانی کی الیواقیت والجواھر، سیوطی کی کتاب الخصائص وغیرہ وغیرہ کے اقتباسات وحوالے اسی طرح آتے ہیں جیسے کتب کلام وکتب فقہ وکتب اصول وکتب حدیث واصولِ حدیث اور تفاسیر کے اقتباسات وحوالجات آتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ کی تصانیف: کتاب النقاوی ۶ جلد، المنہاج، الصارم المسلول، بغیۃ المرتاد، کتاب الایمان اور الجواب الصحیح میں جہاں جہاں مفید مطلب مسالہ نظر آیا نقل فرمادیا۔ حافظ ابن قیم کی تصانیف شفاء العلیل، زاد المعاد وغیرہ میں جہاں جہاں اہم نقول (اقتباسات) ملی ہیں برمحل نقل فرمادی ہیں۔ اس طرح تقریبًا دوسو کتابوں کے صدہا اقتباسات اور حوالہ جات ہر مسئلہ اور ہر عنوان کے تحت اس حیرت انگیز استقصاء کے ساتھ جمع فرمائے ہیں کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ شاید ساری زندگی اسی کتاب کی نذر ہوگئی ہوگی لیکن آپ کو یہ سُنکر تعجب در تعجب ہوگا کہ اس انداز کی یہ جامع کتاب صرف چند ہفتوں میں تصنیف فرمائی ہے۔ لیکن یہ اسی جلیل القدر محیر العقول ہستی کا کارنامہ ہوسکتا تھا جس نے سارے علمی کتب خانے کھنگال ڈالے تھے اور ہر مطالعہ کی ہوئی کتاب ہمہ وقت اس طرح مستحضر رہتی تھی جیسے ابھی دیکھی ہے۔

پھر بڑی خوبی یہ ہے کہ تنہا کتب حنفیہ سے نقول (اقتباسات) جمع نہیں کیے تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ یہ تو مخصوص مکتب فکر کا نقطۂ نظر ہے " بلکہ کتب مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور کتب ائمۂ اربعہ سے نوادر نقول (اقتباسات) پورے استیفاء واستقصا کے ساتھ جمع کیے ہیں تاکہ یہ ثابت ہوکہ یہ پوری امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور تمام ائمۂ مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے اور کسی پہلو سے بھی حرف گیری یا شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی طرح متکلمین میں سے ماتریدیہ، اشاعرہ اور حنابلہ کی کتب عقائد وکلام سے بھی موقعہ موقعہ اقتباسات پیش کیے ہیں اور کسی بھی پہلو سے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

پھر جتنے محقق اہل علم، اکابر دیوبند تھے ان سب کی "تقریظات" صرف اس لئے حاصل کی گئیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ کوئی شخصی رائے "نہیں ہے بلکہ دور حاضر کے اکابر امت کا اجماعی فیصلہ ہے اور اس میں کوئی عالم دین بھی مخالف نہیں ہے۔ "تقریظیں" لکھنے والے قابل ذکر حضرات یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولٰینا مفتی عزیز الرحمٰن رح مفتی دارالعلوم دیوبندی (۲) حکیم الامت حضرت مولٰینا محمد اشرف علی تھانوی رح (۳) حضرت مولٰینا خلیل احمد سہارن پوری المدنی (۴) حضرت مولٰینا حکیم رحیم اللہ بجنوری رح شاگرد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۵) حضرت مولٰینا مفتی کفایت اللہ دہلوی رح (۶) امیر شریعت بہار حضرت مولٰینا محمد سجاد بہاری رح (۷) حضرت مولٰینا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعًا رحمۃً واسعۃً۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس آخری دور میں امام العصر حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اسی قسم کی علمی مشکلات حل کرنے کے لئے پیدا فرمایا تھا ان کی تالیفات تصنیفی ہوں یا املائی سب میں یہ خصوصیت جلوہ گر ہے۔ حضرت الاستاذ مولٰینا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

> حضرت شاہ صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ علوم و فنون کی ارواح و مشکلات پر حاوی و مطلع ہیں جب کوئی شخص ان سے کسی بھی علم کا کوئی دقیق سے دقیق اور مشکل سے مشکل مسئلہ حل کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو فوراً برجستہ جواب حاضر پاتا ہے اس طرح جیسے مدتوں سے اس مشکل کو حل کئے بیٹھے ہیں۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ اکابر امت اور کبار محققینِ علوم کی نقول (اقتباسات) پیش کر دینے پر اکتفا کیا ہو۔ اگرچہ اس انداز سے ایک موضوع پر ان سب اقتباسات کو ایک جگہ جمع کر دینا بھی افرادِ امت ہی کا کام ہے۔ بلکہ ان نقول و اقتباسات سے جو علمی فوائد و نکات اخذ کئے ہیں اور زیر نظر موضوع کی تائید میں جو مجتہدانہ استنباطات کئے ہیں یہ صرف انہی کا کام تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس گوناگوں اور نت نئے فتنوں کے دور میں کہیں مرزائیت کا فتنہ ہے تو کہیں خاکساریت کا کہیں پرویزیت کا فتنہ ہے تو کہیں فضل الرحمٰن کی مستشرقانہ تحقیقات کا، اگر ایسی محققانہ اور جامع کتاب نہ ہوتی تو آج کفر و ایمان کا مسئلہ شدید بحران اور پورے اشتباہ میں پڑا ہوتا اور دورِ حاضر کے علما میں سے کسی عالم کے بس کا نہ تھا کہ ایسا مدلل و منقح اور بصیرت افروز و محققانہ ذخیرہ جمع کر سکے کہ ہر فتنہ کی سرکوبی و تردید کے لئے کافی ہو۔ اور امت کے ذمہ یہ "فرض کفایہ" یونہی رہ جاتا لیکن الحمد للہ علی احسانہ یہ مسئلہ اتنا واضح ہو گیا کہ اب کسی کے لئے کوئی شک وشبہ کی گنجائش اور عذر باقی نہ رہا۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اور سارے نقول (اقتباسات) بھی عربی زبان میں تھے اور اُن سے اخذ کردہ نتائج اور حضرت شیخ کے استنباطات بھی چیستان کی حد تک دقیق عربی زبان میں تھے، چنانچہ سرسری نظر سے پڑھ کر عربی داں اور علما بھی اسکو ایک اقتباسات کی فہرست سمجھکر چھوڑ دیتے تھے علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا تھا کہ اقتباس کتنا ہے اور حضرت شیخ کی عبارت کتنی غرض علما کے لئے بھی اس دقت و اختصار کی وجہ سے کماحقہ استفادہ بڑے غور و خوض کا محتاج تھا۔

مجلس علمی کراچی کا یہ احسان ہے کہ اس نے وقت کی اہم دینی ضرورت کا احساس کیا اور ایک محقق عالم و ممتاز فاضل کو — جسے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ اور خصوصی تعلق کے ساتھ ہی ان کے علوم سے فی الجملہ مناسبت بھی ہے اور ساری عمر علوم و فنون کی بادیہ پیمائی میں گذری ہے — کتاب کے اُردو ترجمہ کے لئے انتخاب کیا۔

اس قسم کی جامع اور دقیق کتاب ہو اور پھر امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تالیف ہو — جن کی دقتِ تحریر علما کے حلقہ میں معروف ہے اور ان کی دوسری تصانیف اس پر شاہد ہیں — اور اس نازک اور لائقِ صد احتیاط موضوع پر ہو، اس کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا لائق مترجم وفقہ اللہ لکل خیر ہمارے بیحد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس مشکل کو سر کیا اور اس خوان یغما کو نہ صرف عام علما بلکہ اُردو داں طبقہ کے لئے بھی وقف عام کر دیا اور علما و فقہا و ارباب فتویٰ پر بھی

احسان کیا اس لئے کہ امام العصر حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی تحریر بلکہ تقریر سے بھی پورا استفادہ کرنا ہر عالم کے بس کا کام نہیں ہے۔

بہرحال وقت کی ایک اہم دینی و علمی ضرورت تھی جو نہایت خوبی کے ساتھ پوری ہوگئی۔ جن حضرات کو ان موضوعات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے خصوصاً ارباب فتویٰ اس کی قدر کریں گے اور امام العصر حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہٗ کو اور مترجم طالت حیوٰتہ فی الخیر دونوں کو دعاء خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

کتاب کے اواخر میں امام العصر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر کہ ان مسائل میں علماء کی تحقیق کے مآخذ کتاب و سنت میں کیا کیا ہیں؟ اور علماء و فقہاء کے درمیان اختلاف نظر کیوں رہا ہے؟ عجیب مجتہدانہ انداز سے تحقیق فرمائی ہے اور محققانہ انداز سے اس اختلاف نظر کی توجیہہ فرماتی ہے اور پھر فرمایا ہے: ہم نے اس مسئلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے ایسا نہیں کیا کہ ایک جانب کو پیش نظر رکھکر دوسری جانب سے غفلت برتی ہو اور اس طرح غیر شعوری طور پر ہم بے احتیاطی میں مبتلا ہوگئے ہوں، ہم نے اس مسئلہ میں اُسی حقیقت کا اظہار کیا ہے جس پر ہمارا ایمان وعقیدہ ہے، ہمارا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہے وہی ہمارا گواہ اور وکیل ہے" اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلی ہوئی "حدیث قولیؐ" کو اپنا مشعل راہ بنایا ہے:

> اس علم دین کو آئندہ نسلوں تک وہی لوگ پہونچائیں گے جو اعلیٰ درجہ کے عادل و منصف مزاج ہوں گے، وہی اہل غلو (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی تحریفات سے اہل باطل کی تزویرات (فریب کاریوں) سے اور جاہلوں کی تاویلات سے دین کو بچائیں گے۔

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

> یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ: جاہل یا افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں

قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے انشاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ علم صحیح، فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

واللہ سبحانہ ولی الهداية والتوفيق وصلى الله على خير خلقه صفوة البرية

سيدنا ومولنا محمد الهاشمي العربي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

ایک ضروری تنبیہ

دین اور اسلام کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق کے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ بر سر پیکار رہے ہیں اور گرم یا سرد جنگ یعنے تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان کے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دوٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین نے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، تاویلات و تحریفات، تلبیسات و تشویہات کا قلع قمع کیا ہے اور اُن پر کفر و ارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف و متنوع حربے بطور سپر استعمال کئے ہیں مثلاً

(۱) کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و مفتیین کے یہ تکفیر و ارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں ان کے تکفیر کے فتوؤں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر و مرتد نہیں ہو جاتا جیسا کہ اسی کتاب میں ص ۱۳۸ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۲) کبھی کہتے ہیں: ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابوحنیفہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔ اس کی حقیقت حضرت مصنف رحؒ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

(۳) کبھی کہتے ہیں: ہم تو "مؤول" ہیں اور باتفاق فقہاء مؤول کی تکفیر جائز نہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول و فعل میں ۹۹ وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اسکی

بھی تکفیر نہ کرنی چاہیے۔ تاویل اور مؤول کے بارے میں بھی سیر حاصل بحث وتحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۴) ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر وتقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے اس لئے وہ زیادہ بیباکی اور دریدہ دہنی کے ساتھ اہل حق کے ان تکفیر کے فتووں کو "دشنام طرازی" سے اور کافر، مرتد، ملحد، زندیق جاہل، بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ "علما کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے"

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام وعبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص ومتعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص ومتعین معنی اور مصداق ہیں قرآن کریم نے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قطعی طور پر ان کی تعیین وتحدید فرما دی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور ماجاء به الرسول (رسول کے لائے ہوئے دین وشریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے۔ جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے۔ بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو صرف عمل نہ کرتا ہو۔ اسی طرح انہی تعبیرات — صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج — کو تسلیم واختیار کرنے کے بعد ان کو معروف ومتواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن وحدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں الحاد ہے اور اس شخص کا نام ملحد ہے — قرآن کریم نے ان الفاظ — کفر، نفاق، الحاد، ارتداد — کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال واخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود رہے گا

یہ الفاظ بھی ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے اُمت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں ـــــ یعنے کن کن لوگوں کے حق میں ـــــ صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے یعنے یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مومن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ نیز علماء اُمت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنے ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر ـــــ کفریہ عقائد و اقوال و افعال ـــــ کی تحدید و حد بندی اور تعیین کریں تاکہ نہ کسی مومن کو کافر اور اسلام سے خارج کہا جاسکے اور نہ کسی کافر کو مومن اور مسلمان کہا جاسکے۔ ورنہ اگر ایمان و کفر کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوئیں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے۔

اسی لئے علماء امت پر ـــــ کچھ بھی ہو اور کیسے ہی طعنے کیوں نہ دیئے جائیں ـــــ رہتی دنیا تک یہ فریضہ عائد ہے اور رہے گا کہ وہ خوف و خطر اور لومۃ لائم (ملامت کرنے والوں کی ملامت) کی پرواکئے بغیر جو شرعاً کافر ہے اس پر کفر کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانتداری اور علم و تحقیق سے کام لیں اور شرعاً جو ملحد و فاسق ہے اس پر الحاد و فسق کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن و حدیث کی نصوص کی رو سے اسلام سے خارج ہو اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور کسی بھی قیمت پر اس کو مسلمان تسلیم نہ کریں جبتک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو ـــــ قیامت تک۔

بہرحال کافر، فاسق، ملحد، مرتد وغیرہ شرعی احکام و اوصاف ہیں اور فرد یا جماعت کے عقائد یا اقوال و اعمال پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ ان کی شخصیتوں اور ذاتوں پر۔ اس کے برعکس گالیاں جن کو دیجاتی ہیں ان کی شخصیتوں اور ذاتوں کو دی جاتی ہیں لہذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں ان کو سب و شتم اور ان احکام کے لگانے کو دشنام طرازی کہنا جہالت ہے یا بیدینی۔

نیز علماء حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ اس کو کافر نہیں بناتے کافر تو وہ خود اپنے

اختیار سے کفریہ عقائد یا اقوال وافعال اختیار کرنے سے بنتا ہے وہ تو صرف اس کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں، کسوٹی سونے کو کھوٹا نہیں بناتی، وہ تو اس کے کھوٹا ہونے کو ظاہر کردیتی ہے کھوٹا تو وہ خود ہوتا ہے اس حقیقت کے باوجود یہ کہنا کہ "مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کیا آتا ہے،، شرمناک جہالت ہے۔

امید ہے کہ اس ضروری تنبیہ کے بعد قارئین ان ملحدوں اور بے دینوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف اور ہوشیار ہوجائیں گے اور جب کسی فرد یا جماعت کو اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے پائیں گے باور کرلیں گے کہ یہ صرف شریعت کے حکم اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج بد اور الحاد وزندقہ کی سزا سے بچنے کے لئے علماء ومفتیین کے خلاف یہ بداعتمادی پھیلا کر دوگونہ جرم کا ارتکاب کررہا ہے العیاذ باللہ۔

عرضِ حال

(از مترجم)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ خاتم الانبیاء سیدنا محمد المصطفیٰ المجتبیٰ، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔ اللّٰھم صل وسلم علیہ کلما ذکرہ الذاکرون وصل وسلم علیہ کلما غفل عن ذکرہ الغافلون وبعد۔

کمترین خلائق بندہ محمد ادریس بن مولینا محمد اسحٰق بن مولینا عبداللہ (نومسلم کایستھ) میرٹھی — غفر اللہ لہ ولابویہ — خود کو امام العصر حضرت الشیخ مولینا محمد انور شاہ الکشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات والاصفات کی جانب منسوب کرنے سے بھی ہچکچاتا ہے کہ ع بدنام کنندۂ نکونامے چند، کا مصداق نہ بن جائے لیکن جس طرح ایک ذرۂ بیمقدار کو آفتاب عالمتاب سے کوئی نسبت نہیں مگر اسکو کیا کیجئے کہ ذرہ کی نہ صرف تابانی بلکہ ہستی بھی آفتاب کے نور کے ساتھ قائم ووابستہ ہے کچھ اسی طرح کی صورتِ حال ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم ومعارف کا تو سوال ہی کیا میں تو حافظہ پر بہت زور ڈالتا ہوں کہ زبان مبارک سے سنے ہوئے کچھ کلمات ہی یاد آجائیں مگر بجز "حسبنا اللہ" اور "ہاں بھائی" کے اور کچھ یاد نہیں آتا صرف ایک چیز — کہئے ایک سعادت — تھی اور ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ رہے گی اور شاید آخرت میں بھی وہی کام آئے — اور وہ ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی بے پناہ عقیدت اور اگر والہانہ محبت بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا، اسی بے پناہ محبت کی بدولت حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کے علوم ومعارف سے ایک ایسی بسیط اور اجمالی مناسبت — جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں — نصیب ہوگئی کہ بس وہی اس ذرۂ بے مقدار کے نہ صرف علم ومعرفت

بلکہ پوری علمی ہستی کا سرمایہ ہے، جس نے اس چالیس سالہ زمانہ تدریس میں بڑے بڑے معرکوں میں شرمساری سے بچایا ہے اور فکر و ذہن میں وہی آیا ہے اور زبان و قلم سے وہی نکلا ہے جس کا غیر محسوس پَرتَو حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے سُنا ہوا غیر شعوری طور پر محفوظ تھا۔

اس علمی بے بضاعتی کے ہوتے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دقیق و عمیق تصانیف۔ جو اپنی دقت و اغلاق میں علما کے حلقہ میں ضرب المثل ہیں۔ کے کما حقہ سمجھ لینے کا حوصلہ بھی نہ ہونا چاہئے تھا چہ جائکہ ان کا اُردو جیسی غیر علمی زبان میں ترجمہ و تسہیل، مگر اُسی بسیط اور اجمالی مناسبت نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے علوم و معارف کی افادیت (فائدہ رسانی) اور انتفاع (منفعت) کو عام اور سہل الحصول (آسان) بنانے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کر دیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا موضوع عموماً یا معروف اختلافی مسائل ہیں یا پھر علم حقائق و اسرار، لیکن گرامی عمر کے آخری حصہ میں فتنۂ مرزائیت کی دین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مضرت رسانی کا اس قدر شدت سے احساس دامنگیر ہوا کہ نہ صرف قلم تصنیف و تالیف بلکہ زبان و بیان بھی اسی فتنہ کے استیصال کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔

لیکن موجودہ عہد میں الحاد و زندقہ کے فتنۂ عمیاء (تاریک فتنہ) نے فتنۂ مرزائیت کو بھی مات کر دیا ہے، آج تو دین کا نام لیکر لادینی پھیلانے اور اسلام کا نام لیکر اسلام کو مسخ کرنے کی مُہم پوری قوت کے ساتھ چلائی جا رہی ہے اور زبان و بیان کی راہ سے نہیں بلکہ قلم و قرطاس یعنے تحریر و انشا اور تصنیف و تالیف کی راہ سے یہ سیلاب آرہا ہے۔ اسلام کی تعبیر نو کے عنوان سے دین کے چودہ سو سالہ مجمع علیہ مسلّمات اور شعائر و ضروریات دین میں نت نئی تاویلیں اور تحریفیں کی جا رہی ہیں۔

زیر نظر رسالہ اکفار الملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین کا ہدف اولین تو اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ اور "مرزائی اُمت" ہے مگر جو دلائل و براہین اور اقتباسات و حوالہ جات حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اس رسالہ میں جمع فرمائے ہیں وہ الحاد و زندقہ کی جملہ انواع و اقسام

کی تردید پر حاوی اور ملحدین و زنادقین کے جملہ افراد و فرق کے استیصال کے لئے کافی ووافی ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فتنۂ مرزائیت کے بہانے ایک ایسی جامع و ہمہ گیر تصنیف کی توفیق حضرت شیخ رحمہ اللہ کو عطا فرمادی جو رہتی دنیا تک ہر قسم کے فتنوں کی تردید و سرکوبی کے لئے ایک محکم اور جامع دستاویز ہے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک تمام فتنوں کی بیخکنی کے لئے اہل حق اس سے اتنا فائدہ اُٹھائیں گے کہ اس کے دلائل وبراہین اور نقول و اقتباسات اور حوالہ جات کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہ رہے گی بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ نے اس موضوع سے متعلق متقدمین و متاخرین کی تصانیف میں کوئی قابل ذکر چیز چھوڑی ہی نہیں اور الحاد و زندقہ کی تردید و افحام سے متعلق اتنے دلائل وبراہین جمع کر دیئے ہیں کہ اُن پر اضافہ مشکل ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو عقیدت و محبت کے غُلو سے تعبیر کریں۔

یہ ہرگز نہ سمجھئے کہ یہ تمام عصری تقاضے اور اکفار الملحدین کی یہ عظیم افادیت ترجمہ کے لئے اکفار الملحدین کو انتخاب کرنے کے وقت میرے سامنے تھے اور اس انتخاب کا محرک بنے ہیں، تو بہ کیجئے اس انتخاب کی محرک تو صرف وہی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم سے بسیط اور اجمالی مناسبت تھی اور بس، اکفار الملحدین کی یہ اہمیت اور افادیت تو بلا مبالغہ مسلسل تین سال تک اکفار الملحدین کے مندرجات پر غور و فکر اور خامہ فرسائی کرنے کے بعد سامنے آئی ہے اور اس چھوٹے سے رسالہ کے یہ جوہر کھلے ہیں۔

سہ سالہ غور و فکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت: اس سہ سالہ غور و فکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت یہ ہے کہ میں نے مذکورہ بالا غیر اختیاری جذبہ کے تحت مولینا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی سے سرسری مشورہ کے بعد بغیر کچھ سمجھے اکفار الملحدین کے ترجمہ کا فیصلہ کر لیا — کہ کچھ نہ ہی تو کچھ عرصہ کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے انفاس قدسیہ کی رفاقت تو میسر آجائے گی — اور مدرسہ سے کتاب لیکر مختلف سلپوں (پرچوں) پر ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ چندماہ میں ترجمہ سے فارغ ہو کر اس کا اُلٹا سیدھا دیکھنے اور رکھوٹا کھرا پرکھنے کی غرض سے اس منتشر مسودہ کی تبییض (صاف کرنے) کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ از سرِ نو کتاب اور مسودہ سامنے رکھکر تبییض (صاف کرنا)

شروع کردیا اس تبییض میں خاصی دیر لگی دماغ کی چولیں بھی کافی ڈھیلی ہوئیں تاہم سات آٹھ ماہ میں تبییض کا کام ختم ہوا۔ اب جو اصل کتاب (عربی) کو سامنے سے ہٹا کر خالی ترجمہ کو پڑھتا ہوں تو عربی سے زیادہ اردو دشوار اور پیچیدہ محسوس ہوئی۔ معلوم ہوا کہ ترجمہ کو مطلب خیز بنانے کے لئے قوسین (بریکٹوں) کے درمیان کافی وضاحتوں کی ضرورت ہے چنانچہ سہ بارہ کتاب سامنے رکھکر تسہیل و توضیح کا کام شروع کیا۔ اس امر کا اطمینان کئے بغیر کہ عبارت کا جو مطلب میں سمجھ کر توضیح کر رہا ہوں یہی صاحب عبارت کا مطلب ہے؟ اور جس مقصد کے لئے کسی اقتباس کو پیش کیا ہے وہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے؟ کہ یہ اطمینان فراغت کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم اور تصانیف سے مناسبت و مزاولت رکھنے والے کسی صحیح معنی میں وسیع النظر عالم کو دکھلا کر کر لیا جائے گا کہ اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ اس توضیح و تسہیل اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے مقاصد کی تعیین میں تو تبییض سے بھی زیادہ مشکلات پیش آئیں اور وقت بھی بہت زیادہ لگا۔ بہرحال بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کٹھن کام سے فراغت کے بعد دیکھا تو وہ مبیضہ (صاف شدہ) خود مسودہ (رف) بن کر محتاج تبییض بن چکا تھا لہٰذا پھر اصل کتاب کو سامنے رکھکر نفس ترجمہ اور توضیحات پر نظر ثانی کی اور اس کو سہ بارہ صاف کیا اور ارادہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہٗ کو — کہ اس وقت خادم کی نظر میں روئے زمین پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کا حامل و وارث اور اُن کے انفاس طیبہ کا حافظ، علوم و فنون کے دقائق و غوامض پر حاوی اور ہر مسئلہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی نہ صرف رائے و تحقیق بلکہ الفاظ و وقائع تک کا محافظ جس کا علمی مزاج حضرت شیخ رحمہ اللہ کے سانچہ میں ڈھلا ہو بجز مولانا بنوری موصوف کے اور کوئی نہیں ہے — بغرض تصویب و اصلاح پیش کروں۔ سوچا کہ فہرست بھی ساتھ بنا کر مکمل کتاب پیش کروں۔ اس مقصد کے لئے جو کتاب اور ترجمہ لیکر بیٹھا تو عجیب الجھن محسوس ہوئی اُس کی تفصیل یہ ہے کہ فہرست بناتے وقت محسوس ہوا کہ پورا رسالہ مختلف کتابوں کے اقتباسات کا ایک مجموعہ، کہنے فہرست ہے جو دس بارہ جلی عنوانات کے تحت جمع کئے گئے ہیں لیکن یہ مطلق پتہ نہیں چلتا کہ ایک اقتباس پیش کرنے کے بعد دوسرا اقتباس کس مقصد

کے لئے پیش کیا گیا ہے؟ اور متعلقہ موضوع سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور وہ کونسی نئی بات ہے جس کی غرض سے دوسرا اقتباس پیش کیا گیا ہے اسی طرح تیسرا اور چوتھا اقتباس؟ غرض ہر اقتباس پر اس نقطۂ نظر سے غور کرنا ناگزیر ہوگیا کہ اس اقتباس کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کس غرض یا نئے فائدہ کے لئے لائے ہیں پھر ایک عقبۂ سخت یہ پیش آیا کہ عربی رسالہ کی کتابت میں فی الجملہ اہتمام کے باوجود اکثر مقامات پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا تھا کہ اقتباس کی عبارت کتنی ہے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کتنی ہے اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے کتب حوالہ کی مراجعت ناگزیر ہوگئی چنانچہ تقریبًا ہر اقتباس سے مستنبط فائدہ اور غرض کی — اپنی مقدور کے مطابق — تعیین کرکے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کا اضافہ کیا تاکہ کتاب کی فہرست بھی بن سکے اور قارئین بھی بآسانی معلوم کرسکیں کہ کس اقتباس کو کس مقصد کے لئے لایا گیا ہے؟ اور وہ زیر بحث مسئلہ میں کس طرح مفید ہے تاکہ رسالہ صرف اقتباسات کی ایک فہرست بن کر نہ رہ جائے۔ کتب حوالہ کی ایک طویل فہرست تیار کرکے اقتباسات کو اصل کتابوں سے — جو میسر آسکیں — ملایا گیا تب جاکر اطمینان ہوا کہ اقتباس کی عبارت اتنی ہے اور حضرت مصنف رحمہ اللہ کی اتنی، اسی تشخیص کے بعد اقتباسات کو پیش کرنے کے مقاصد و فوائد بھی زیادہ آسانی کے ساتھ واضح ہوئے۔ جن حوالوں کے صفحات درج نہ تھے وہ درج کئے غرض اس "جوئے شیر" لانے میں وقت بھی سب سے زیادہ صرف ہوا اور ایک ایک لفظ پر غور و خوض بھی بہت زیادہ کرنا پڑا۔ آخر بحمد اللہ تعالیٰ چوتھا مسودہ سرخ پنسل سے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کے ساتھ تیار کرکے اس قابل ہوا کہ حضرت مولانا بنوری مدظلہٗ کی اصلاح و ترمیم کے بعد کاتب کو لکھنے کے لئے دیا جاسکے۔ حضرت مولینا موصوف نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی محبت و عظمت کی بنا پر نیز اس اندیشہ کی بنا پر کہ کوئی غلط یا غیر واقعی بات مترجم کی کم علمی کی بنا پر حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہ ہوجائے، اصل کتاب سامنے رکھکر بنظر اصلاح و ترمیم بالاستیعاب دیکھنا شروع کیا۔ حضرت مولینا بنوری کی ہدایت کے بموجب قوسین (بریکٹ) کے درمیان جو کئی کئی سطروں کی طویل عبارتیں یا ہر بات کے شروع میں تمہید یا آخر میں

خلاصے تھے ان سب کو "حواشی از مترجم" کی صورت میں تبدیل کر دیا، مختصر مختصر توضیحی عبارتیں درمیان میں رہنے دیں۔ علاوہ ازیں جہاں جو لفظ یا فقرہ غیر مناسب تھا اس کو موصوف نے کاٹ دیا یا صحیح اور مناسب لفظ سے بدل دیا۔ اور اس طرح حضرت استاذ رحمہ اللہ کے علوم کی حفاظت کا حق ادا فرمایا اور خادم کو سرخرو فرمایا۔ تب مطمئن ہو کر خادم نے کاتب کو لکھنے کے لئے مسودہ دینا شروع کیا۔

کتابت کی تصحیح ایک مرتبہ تمام کاپیوں کو مسودہ سے ملا کر تصحیح کی اور غلطیاں بننے کے بعد نظر ثانی کر کے جو غلطیاں رہ گئی تھیں پھر بنوائیں اس طرح پوری کتابت کی تصحیح ہو جانے کے بعد از راہِ احتیاط مسودہ کے بجائے، اصل کتاب (عربی) سامنے رکھکر پوری کتابت کی تصحیح دوبارہ کی اور عربی کا مفہوم ترجمہ میں ادا ہونے میں جہاں خامی نظر آئی اس کی اصلاح کی اور اس دوسری تصحیح کی غلطیاں بننے کے بعد پھر اُن پر نظر ثانی کی اور جو غلطیاں بننے سے رہ گئی تھیں وہ بنوائیں۔ بعد ازاں کتاب کی فہرست تیار کی۔ ذیلی عنوانات میں کثرت سے سرسری نظر میں تکرار محسوس ہوا تو ہر عنوان کے ساتھ قوسین کے درمیان ان مصنفین وارباب اقتباسات کے ناموں کا اضافہ کیا تاکہ فرق محسوس ہو جائے اور ذیلی عنوانات کے تکرار کی وجہ ظاہر ہو جائے۔ آخر میں کتب حوالہ اور ان کے مصنفین کے ناموں کی فہرست کا اضافہ کیا۔

اس قدر اہتمام واحتیاط کے باوجود ڈرتا ہوں کہ میری کم فہمی اور کم علمی کی بنا پر کوئی غلط یا حضرت استاذ رحمہ اللہ کے منشا کے خلاف بات ان کی طرف منسوب ہو گئی ہو اس لئے اہل علم خصوصاً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ رکھنے والے حضرات علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت مولینا بنوری مدظلہٗ کی طرح اصل کتاب سامنے رکھکر اس ترجمہ خصوصاً توضیحات کو پڑھیں اور جو غلطی یا کوتاہی رہ گئی ہو اس پر بحوالہ صفحہ اُردو وعربی خادم کو یا مولینا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی میری دیدرٹا ور کو مطلع فرمائیں کہ حضرت استاذ نور اللہ مرقدہٗ کے دامن علمی کو غلط انتساب کے داغ سے محفوظ رکھنا ہم سب کا فرض ہے جزاکم اللہ خیرالجزاء

فہرست کتب حوالہ اکفار الملحدین

مع اسماء مصنفین وسنین وفات

الف

الاتحاف : علامہ زبیدی رح (۱۲۰۵ھ)

الاتقان : علامہ سیوطی رح (۹۱۱ھ)

الاحکام : علامہ آمدی رح (۶۳۱ھ)

احکام القرآن : قاضی ابوبکر ابن عربی (۵۴۳ یا ۵۴۶ھ)

احکام القرآن : قاضی ابوبکر الجصاص (۳۷۰ھ)

ازالۃ الخفاء : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ)

الاسماء والصفات : علامہ ابوبکر بیہقی (۴۵۸ھ)

الاشباہ والنظائر : علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ)

الاصل : امام محمد رح (۱۸۹ھ)

اصول بزدوی : فخر الاسلام البزدوی (۴۸۲ھ)

الاعلام : ابن حجر الہیتمی (۹۷۴ھ)

إقامة الدليل : الحافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

الاقتصاد : علامہ غزالی رح (۵۰۵ھ)

الأُم : امام شافعی رح (۲۰۴ھ)

ایثار الحق : المحقق محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی (۸۴۰ھ)

ب

بحر الرائق : علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ)

البدائع : ابوبکر الکاسانی (۵۸۷ھ)

بدائع الفوائد : علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ)

بزازیہ : حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البزاز الکردری الحنفی (۸۲۷ھ)

بغیۃ المرتاد: حافظ تیمیہ (۷۲۸ھ)
البنایۃ: علامہ عینیؒ (۸۵۵ھ)

ت

تاریخ ابن عساکر: علامہ ابن عساکر (۵۷۱ھ)
التحریر: الشیخ ابن الہمام (۸۶۱ھ)
تحفۃ الباری: شیخ الاسلام زکریا الانصاری (۹۲۵ھ)
تحفۃ المحتاج لشرح المنہاج: علامہ ابن حجر ہیتمی (۹۷۴ھ)
الترغیب والترہیب: الحافظ المنذری (۶۵۶ھ)
التصریح بما تواتر فی نزول المسیح: للمؤلف رحمہ اللہ (۱۳۵۲ھ)
التفرقۃ بین الایمان والزندقۃ: علامہ غزالیؒ (۵۰۵ھ)
تفسیر ابن کثیر: الحافظ ابن کثیرؒ (۷۷۴ھ)
تفسیر النیسابوری: اسماعیل بن احمد النیسابوری الضریر (۴۳۰ھ)
التقریر: ابن امیر الحاج (۸۷۹ھ)
التلخیص الجبیر: الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)

تلخیص المستدرک: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)
التلویح: التفتازانی (۷۹۱ھ)
التمہید (فی بیان التوحید) ابو شکور محمد بن عبد السید الکشی السالمی الحنفی
تنویر الابصار: متن درمختار السید محمد بن خلیل الطرابلسی المعروف بالقاوقجی (۱۳۰۵ھ)
تہذیب الآثار: علامہ طبری (۳۱۰ھ)
تہذیب التہذیب: علامہ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)
التوضیح: علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی (۷۴۷)

ج

الجامع الصحیح: امام ابو عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ یا ۲۷۵ھ)
جامع الفصولین: الشیخ بدر الدین محمود بن اسماعیل الشہیر بابن قاضی سماوۃ الحنفی (۸۲۳ھ)
الجمع والفرق: احمد بن محمد الحنفی الحموی
جوہرۃ التوحید: (ابراہیم اللقانی) (۱۰۴۱ھ)
حاشیہ عبد الحکیم علی الخیالی: عبد الحکیم سیالکوٹیؒ تقریباً (۱۰۶۰ھ)

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

خ

الخانیہ : قاضیخان (دیکھئے فتاوی قاضیخان)

خزانۃ المفتیین : حسین بن محمد السمعانی الحنفی (فرغ من التصنیف ۷۴۰ھ)

الخصائص : امام نسائی (۳۰۳ھ)

خلاصۃ الفتاوی : شیخ طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری (۵۴۲ھ)

خلق افعال العباد : امام بخاری رح (۲۵۶ھ)

الخیریۃ (الفتاوی الخیریہ) علامہ خیرالدین رملی (۱۰۸۱ھ)

د

دائرۃ المعارف : فرید وجدی

الدرر : درر الحکام فی شرح غرر الاحکام : المولی محمد بن فرامرز ملا خسرو الحنفی

الدر المختار شرح تنویر الابصار : علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (۱۰۸۸ھ)

الدر المنتقی : محمد بن علی الملقب بعلاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ)

رد المحتار علی در المختار : علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رح (۱۲۵۲ھ)

ر

الرسالۃ التسعینیۃ : الحافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

الرسائل : علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

روح المعانی : علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)

ریاض المرتاض : علامہ شوکانی رح (۱۲۵۰ھ)

الریاض : (ریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ) محب الدین احمد بن عبداللہ المحب الطبری (۶۹۴ھ)

ز

زاد المعاد : حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)

س

سنن ابی داؤد : سلیمان بن اشعث السجستانی (۲۷۵ھ)

سنن نسائی : علامہ ابوعبدالرحمن نسائی (۳۰۳ھ)

السیر الکبیر : امام محمد رح (۱۸۹ھ)

سیرۃ ابن اسحاق :

ش

شرح الاشباہ : علامہ حموی

شرح التحریر : محقق ابن امیر حاج (۸۷۹ھ)

شرح الترمذی : القاضی ابوبکر ابن العربی (۵۴۳ یا ۵۴۶ھ)

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

شرح جوھرۃ التوحید : شیخ عبدالسلام البیجوری (۱۰۷۸ھ)

شرح جمع الجوامع : تقی الدین السبکی (۷۵۶ھ)

شرح السیر الکبیر : علامہ سرخسی (۴۸۳ یا ۴۹۰ھ)

شرح الشفا : ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ)

شرح الصحیح لمسلم رح : علامہ أبّی (۸۲۷ یا ۸۲۸ھ)

شرح الصحیح لمسلم : علامہ نووی رح (۶۷۶ یا ۶۷۷ھ)

شرح العقائد النسفی : علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ)

شرح العقیدۃ الطحاویۃ : محمود بن احمد بن مسعود الحنفی القونوی (۷۷۰ھ)

شفاء العلیل : حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)

شرح الفی امثل : علامہ عبدالغنی النابلسی (۱۱۴۳ھ)

شرح فقہ اکبر : علامہ علی القاری (۱۰۱۴ھ)

شرح الکنز : علامہ زیلعی (۷۴۳ھ)

شرح معانی الآثار : ابوجعفر الطحاوی (۳۲۱ھ)

شرح منیۃ المصلی : الشیخ ابراہیم الحلبی (۹۵۶ھ)

شرح المواقف : علامہ جرجانی (۸۱۶ھ)

المواھب اللدنیۃ : احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی (۹۲۳ھ)

شرح المواھب اللدنیۃ : علامہ زرقانی (۱۱۲۲ھ)

الشفا : القاضی عیاض (۵۴۴ھ)

ص

الصارم المسلول : حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

صبح الأعشی : ابوالعباس احمد القلقشندی (۸۲۱ھ)

الصحیح للبخاری : امام بخاری (۲۵۶ھ)

الصحیح لمسلم : امام مسلم بن الحجاج القشیری (۲۶۱ھ)

الصلات والبشر : مجدالدین الفیروزآبادی صاحب القاموس (۸۱۷ھ)

÷ ÷ ÷ ÷

الصواعق المحرقة : علامہ ابن حجر المکی الھیتمی (۹۷۳ھ)

ط

طبقات الحنفیہ : علامہ کفوی (۹۹۰ھ)

الطحطاوی :

ع

العتبیة : محمد بن احمد بن عبدالعزیز العتبی (۲۵۴ھ)

عقیدة السفارینی وشرحہ : علامہ سفارینی (۱۱۸۸ھ)

عمدة الاحکام . تقی الدین ابن دقیق العید (۷۰۲ھ)

عمدة القاری شرح صحیح البخاری :
علامہ عینی (۸۵۵ھ)

غ

غایة التحقیق شرح اصول الحسامی :
شیخ عبدالعزیز البخاری (۷۳۰ھ)

غنیة الطالبین : الشیخ عبدالقادر الجیلانی (۵۶۱ھ)

ف

الفتاوی : حافظ ابن تیمیة (۷۲۸ھ)

الفتاوی : الشیخ تقی الدین السبکی رح (۷۵۶ھ)

الفتاوی العزیزیة : الشاہ عبدالعزیز الدھلوی (۱۲۳۹ھ)

فتاوی قاضی خان :- الامام فخرالدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی الحنفی

الفتاوی الھندیة : جماعة من العلماء فی عہد السلطان اورنگ زیب عالمگیر

فتح الباری شرح صحیح بخاری :
حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)

فتح البیان : نواب صدیق حسن خاں القنوجی (۱۳۰۷ھ)

فتح القدیر : علامہ قاضی الشوکانی (۱۲۵۰ھ)

فتح القدیر : الشیخ ابن الہمام (۸۶۱ھ)

فتح المغیث : علامہ سخاوی رح (۹۰۲ھ)

الفتوحات : الشیخ الاکبر ابن العربی محمود بن علی (۶۳۸ھ)

الفرق بین الفرق : الاستاذ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی (۴۲۹ھ)

فصل المقال : علامہ ابن رشد الحفید :
(۵۹۵ھ)

فقہ اکبر : الامام ابوحنیفة (۱۵۰ھ)

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

فواتح الرحموت: عبدالعلی محمد بن نظام الدین بحر العلوم (۱۲۲۵ھ)

ق

القواصم والعواصم: محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی (۸۴۰ھ)

ک

کتاب الایمان: الحافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف (۱۸۲ھ)

کتاب العلو: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

کتاب الفصل: علامہ ابن حزم (۴۵۶ھ)

کشف الاسرار شرح البزدوی: شیخ عبدالعزیز البخاری (۷۳۰ھ)

الکلیات: قاضی ابو البقاء ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی الحنفی (۱۰۹۳ھ)

کنز العمال: علی المتقی (۹۷۵ھ)

م

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: الشیخ محمد ابن علی بن محمد المہدی الجزائری الحنفی (۱۱۲۸ھ)

مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الابحر: الشیخ عبدالرحمٰن بن محمد المدعو شیخی زادہ (۱۰۷۸ھ)

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

المحیط: برہان الدین محمود بن تاج الدین الصدر الشہید البخاری الحنفی ( )

المختصر: علامہ جمال الدین عثمان بن عمر ابن حاجب (۶۴۶ھ)

مختصر مشکل الآثار: علامہ طحاوی (۳۲۱ھ)

المدخل: علامہ بیہقی (۴۵۸ھ)

المسایرۃ: الشیخ ابن الہمام (۸۶۱ھ)

المستدرک: الحافظ ابو عبداللہ الحاکم (۴۰۵ھ)

المستصفیٰ: علامہ غزالی (۵۰۵ھ)

مسند الامام احمد: امام احمد بن حنبل رح (۲۴۱ھ)

المسوی علی المؤطا: شاہ ولی اللہ الدہلوی (۱۱۷۶ھ)

معالم التنزیل: علامہ بغوی (۵۱۶ھ)

المعتصر مختصر مشکل الآثار: جمال الدین یوسف بن موسیٰ الملطی الحنفی (۸۰۳ھ)

المفہم: الامام احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (۶۵۶ھ)

المقاصد وشرحہ: علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ)

مکتوبات امام ربانی: مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندی الحنفی (۱۰۳۴ھ)

منتخب کنز العمال: الشیخ علی المتقی (۹۷۵ھ)

المنتقی فی الاحکام: الحافظ عبد السلام (جد ابن تیمیہ)

منحۃ الخالق علی البحر الرائق: علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

منہاج السنۃ النبویہ: حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

المنہاج: علامہ نووی (۶۷۶ یا ۶۷۷ھ)

الموافقات: علامہ شاطبی (۷۹۰ھ)

المواقف: علامہ عضد الدین الایجی (۷۵۶ھ)

موضح القرآن: شاہ عبد القادر الدہلوی (۱۲۳۰ھ)

المؤطا: امام مالک رح (۱۷۹ھ)

المیزان: علامہ شعرانی (۹۷۳ھ)

میزان الاعتدال: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

ن

نبراس شرح شرح عقائد: شیخ عبد العزیز الفرھاروی (۱۲۳۹ھ تقریباً)

النبلاء: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

نسیم الریاض شرح الشفاء علامہ خفاجی (۱۰۶۹ھ)

نہایۃ: علامہ المبارک بن محمد ابن الأثیر الشیبانی الجزری ابو السعادات مجد الدین (۶۰۶ھ)

ی

الیواقیت: ابو المواہب عبد الوہاب بن احمد الشعرانی (۹۷۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ مسنونہ[1]

الحمد للہ الذی جعل الحق یعلو ولا یعلی حتی یاخذ من مکانۃ القبول مکانا فوق السماء یبسم عن بلج جبین وعن ثلج یقین ویبہر نورہ وضیاءہ ویصدع صیتہ ومضاءہ ویلفت عن سناء وسناء وجعلہ یدمغ الباطل، فکیفما تقلب وما ر أمّہ الی الھاویۃ، یتقھقر حتی یذھب جفاءً او یصیر ھباء وحیث سطع الحق واستقام کعمود الصبح توی الباطل ذنبہ کذنب السرحان وتلون تلون الحرباء ومن تولاہ تبوء مقعدا من النار وحقت علیہ کلمۃ العذاب واداہ کہ درک الشقاء وسوء القضاء وکم من شقی احاطت بہ خطیئتہ اعاذنا اللہ من ذالک والحمد للہ علی العافیۃ والمعافات الدائمۃ من ابلاء

والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ نبی الرحمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل والانبیاء الذی انقطعت بعدہ الرسالۃ والنبوۃ ولم یبق الا المبشرات وقد کان بقی من بیت النبوۃ موضع لبنۃ فکانہا وقد کمل البناء

وعلی آلہ واصحابہ والتابعین وتبعھم باحسان الی یوم الدین کل صباح ومساء الی یوم الجزاء

ترجمہ

تمام تر حمد وثنا اس اللہ جل شانہ کیلئے مخصوص ہے جس نے حق کو ایسا بلند وبرتر بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے کبھی پست ومغلوب نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ قبول اور پسندیدگی کے

---

[1] ازراہ تبرک وتیمن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا فصیح وبلیغ خطبہ بعینہ نقل کر کے ترجمہ کرنا بہتر اور اپنے حال وقال کے لئے زیادہ مناسب سمجھا متعنا اللہ بعلومہ وفیوضہ فی الدنیا والآخرۃ

اس مقام رفیع پر متمکن ہو جاتا ہے جو آسمانوں کے بھی اوپر ہے، وہ روشن پیشانی اور یقین و اطمینان کی (حیات آفرین) خنکی کے ساتھ ہمیشہ تبسم ریز رہتا ہے اور اس کی روشنی اور نور کی شعاعیں (تمام کائنات پر) چھا جاتی ہیں اور اس کی شہرت و دبدبہ (شکوک و شبہات کے) پردوں کو چاک کر دیتا ہے اور وہ رفعت و ظہور کے اعلیٰ و ارفع مقام پر مسکراتا رہتا ہے۔ اور اس اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حق کو باطل کی سرکوبی اور بیخکنی کی ایسی قدرت عطا فرمائی ہے کہ باطل کوئی بھی پہلو بدلے اور کسی بھی روپ میں آئے حق اس کو جہنم رسید کر کے رہتا ہے اور مٹتے مٹتے (بہتے پانی کے) جھاگوں اور (تیز و تند آندھیوں کے) گرد و غبار کی طرح اس کا نام تک باقی نہیں رہتا۔ جہاں بھی حق نمودار اور صبح صادق کے ستون کی طرح برقرار ہوا اور باطل نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے اور گیدڑ کی طرح دم دبا کر بھاگا۔ اور پھر جس شخص نے بھی اس باطل کی حمایت کی اس نے بھی اپنا ٹھکانا جہنم بنا لیا اور عذاب ابدی کا ازلی فیصلہ اس شخص کے حق میں محقق ہو گیا اور بدبختی و شومی اور شقاوت و انجام بد کے پست ترین طبقہ (گڑھے) میں (اوندھے منہ) جا پڑا۔ نہ معلوم کتنے ایسے شقی لوگ دنیا میں ہوئے ہوں گے جن کا جرم (حمایت باطل) اس طرح دامنگیر و گریبان گیر ہوا کہ وہ جہنم کی تہ میں جا پہونچے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم (مسلمانوں) کو (اپنے فضل و کرم سے) اس انجام بد سے بچایا ہے۔ اس نجات و عافیت اور (دنیوی و اخروی بلاؤں سے) حفاظت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول، نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قیامت تک بے صبح و شام (بیشمار) صلوٰۃ و سلام ہو، جو آخری نبی اور آخری رسول ہیں، نبوت و رسالت اُن پر ختم ہو گئی ہے اور اُن کے بعد تو خوش خبری دینے والے (سچے) خوابوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ قصر نبوت کی تعمیر و تکمیل کی آخری اینٹ باقی رہ گئی تھی، وہ خشت آخری خاتم الانبیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات گرامی بن گئی۔ پس (آپ کی بعثت کے بعد) وہ قصر نبوت کامل و مکمل ہو گیا (اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)

اور آپ کی آل و اولاد اور صحابہ و تابعین اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والوں پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو۔

مقدمہ

وجہ تالیف | یہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں سپردِ قلم کیا گیا ہے اور اس کا مقصد صرف قلب بیدار اور گوش شنوا کے لئے نصیحت اور تنبیہ وتذکیر کا سامان مہیا کرنا ہے۔

وجہ تسمیہ | میں نے اس رسالہ کا نام اکفار الملحدین والمتأولین فی شئ من ضروریات الدین (ضروریات دین میں تاویل کرنے والوں اور ملحدوں کی تکفیر) رکھا ہے۔

ماخذ | اس رسالہ کا نام اور احکام دونوں قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا	بیشک جو لوگ ہماری آیات میں کجروی (اختیار)
لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی	کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ تو کیا وہ شخص
فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ یَوْمَ	بہتر (حالت میں) ہے جو جہنم میں ڈالا جائے گا یا وہ شخص جو
الْقِیٰمَةِ اٰمِنًا اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ	قیامت کے دن مطمئن آئیگا! کئے جاؤ جو تمہارا جی چاہے،
اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ	بیشک وہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

یعنی[۲] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگرچہ یہ ملحد (مخلوق) سے اپنے کفر کو چھپانے اور بغرض اخفا اس پر باطل تاویل کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہم تو ان کی فریب کاری سے خوب واقف ہیں وہ ہم سے نہیں چھپ سکتے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یُلْحِدُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

---

[۱] مصنف نور اللہ مرقدہٗ اس فصیح وبلیغ خطبہ کے بعد، رسالہ کے اصل مباحث کو شروع کرنے سے قبل، اس رسالہ کی وجہ تالیف اور وجہ تسمیہ نیز چند ضروری اصطلاحات و مسلمات کی تشریح اور بطور خلاصہ حاصل مطالب کتاب بیان فرماتے ہیں مترجم ۱۲ [۲] حاشیہ کی ضروری عبارتوں کا ترجمہ متن کے ساتھ ہی کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ مترجم

يضعون الكلام في غير موضعه — وہ کلام الٰہی کو بے محل استعمال کرتے ہیں (یعنے قرآن کریم کی آیات میں باطل تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں)

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج[1] میں ملحد اور زندیق کا حکم بیان فرماتے ہیں۔

وكذلك الزنادقة الذين يلحدون وقد كانوا يظهرون الاسلام — ایسا ہی (اختلاف) ان زندیقوں کے بارے میں ہے جو ملحد ہو جائیں اور خود کو مسلمان کہتے ہوں (کہ ان سے بھی توبہ کرائی جائے، توبہ نہ کریں تو قتل کر دیا جائے یا توبہ کے لئے بھی نہ کہا جائے اور الحاد کی بنا پر قتل کر دیا جائے)

ضروریات دین! جیسا کہ عقائد و کلام کی کتابوں میں مشہور ہے "ضروریات دین" سے وہ تمام قطعی اور یقینی امورِ دین مراد ہیں جن کا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اور حد تواتر و شہرت عام تک پہونچ چکا ہے حتیٰ کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں[2] مثلاً توحید، نبوت، خاتم انبیاء پر نبوت کا ختم ہونا، آپ کے بعد سلسلہ نبوت کا منقطع ہو جانا، حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ زندہ ہونا) جزا و سزائے اعمال، نماز اور زکوٰۃ کا فرض ہونا، شراب اور سود وغیرہ کا حرام ہونا۔

---

[1] کتاب الخراج فصل "فی الحکم فی المرتد عن الاسلام" ص ۱۷۹ پر قاضی ابو یوسف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زندیق سے توبہ کرائی جائے، کرے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ یہ حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے مترجم ۱۲

[2] حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ: "شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ عوام کے ہر ہر طبقہ میں اس کا علم پہونچ جانا چاہئے ہر ہر فرد عوام کا جاننا ضروری نہیں ہے اسی طرح عوام کے اس طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں جو دین اور دینی امور سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا بلکہ عوام کے ان تمام طبقوں تک اس امر ضروری کا علم پہونچ جانا چاہئے جو دین سے علاقہ رکھتے ہیں خواہ اہل علم ہوں خواہ غیر اہل علم"۔ اس زمانہ کے لحاظ سے حضرت مصنف رحمہ کی یہ تنقیح نہایت ضروری ہے۔ مترجم ۱۲

ختم نبوت کی شہادت تو نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ مرے ہوئے انسانوں نے بھی دی ہے۔

خصوصاً ختم نبوت تو ایک ایسا یقینی عقیدہ ہے کہ جس پر نہ صرف کتاب اللہ بلکہ سابقہ کتب سماویہ بھی شاہد ہیں اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متواتر احادیث بھی اس پر شاہد ہیں اور نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ وفات شدہ انسانوں نے بھی اس پر شہادت دی ہے جیساکہ زید بن حارثہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے وفات کے بعد "خرقِ عادت" کے طور پر کلام کیا اور کہا کہ "محمد اللہ کے رسول ہیں، نبی اُمّی اور خاتم انبیاء ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اسی طرح پہلی کتابوں میں ہے اور پھر فرمایا کہ سچ ہے سچ ہے۔"

یہ واقعہ مواہب لدنیہ وغیرہ سیرت کی کتابوں میں انہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

ضروریات دین کی وجہ تسمیہ | ایسے تمام عقائد واعمال کو ضروری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر خاص وعام شخص قطعی اور یقینی طور پر ان کو دین سمجھتا اور جانتا ہے کہ مثلاً فلاں عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے (یعنے ضروری اس اصطلاح میں قطعی اور ناقابل انکار یقینی امر کے معنی میں استعمال ہوا ہے یہ معنی معروف معنی بدھی کے قریب ہی قریب ہیں)

لہذا ایسے تمام امور کا دین ہونا یقینی اور داخل ایمان ہے اور اُن پر ایمان لانا فرض ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اُن پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہے جیساکہ بظاہر متوہم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ضروریاتِ دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ اُن پر عمل کرنا فرض نہیں ہوسکتا) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض ہے اور داخل ایمان اور بطور عناد انکار کرنا موجب کفر ہے[1] (مثلاً مسواک کرنا تو مستحب ہے مگر اس کے مستحب

---

[1] چنانچہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ جوھرۃ التوحید کے حاشیہ صفحہ ۱۵ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں! بعض متواتر امور ایسے ہیں جن سے جاہل ہونے کی بنا پر انکار کردینے پر تکفیر نہیں کی جاتی ہاں تبلادینے کے بعد بھی انکار پر اڑے رہنے پر ضرور تکفیر کی جائے گی۔" فرماتے ہیں اسی طرح موافقات ج ۲ ص ۱۵۶ کے حاشیہ میں فرق نمبر(۹۴) کے تحت جہل کے عذر معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ضابطہ بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن مسائل میں عادۃ جہل

(باقی صفحہ ۶ پر)

ہونے پر ایمان لانا فرض ہے جو شخص مسواک کے مستحب ہونے سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔

ضروریات دین کا مصداق | لہذا ضروریات دین اس "مجموعہ عقائد و اعمال" کا نام ہے جن کا دین ہونا یقینی اور بارگاہ رسالت سے ان کا ثبوت قطعی ہے۔

ضروریات دین پر عمل نہ کرنے سے یا نظری ہونے کی صورت میں کسی خاص کیفیت کا انکار کرنے سے ، انسان کافر نہیں ہوتا۔	باقی عمل کے اعتبار سے یا اس کے حکم کی نوعیت یا کیفیت کے اعتبار سے "قطعی" اور "یقینی" ہونے پر مدار نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث حد تواتر کو پہونچ چکی ہو اور رسول اللہ سے اس کا ثبوت یقینی اور لابدی ہو لیکن اس حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ عقلی اعتبار سے محل نظر و فکر ہو اور یقینی طور پر اس کی مراد متعین نہ کیجا سکے۔ جیسا کہ عذاب قبر کی حدیث ، کہ رسول اللہ سے ثبوت کے اعتبار سے تو یہ حدیث حد تواتر اور شہرت عام کو پہونچ چکی ہے (لہذا اس پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر کافر ہے) مگر اس عذاب قبر کی کیفیت کو متعین کرنا دشوار ہے (یعنے قطعی طور پر اس کی کوئی صورت متعین کرنا کہ جس کے انکار کرنے والے کو کافر کہدیا جائے ، ناممکن ہے یہی کہا جا سکتا ہے کہ عذاب قبر تو یقینی ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت کا علم اللہ ہی بہتر جانتا ہے)

ایمان | ایمان ایک عمل قلبی ہے جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے (صحیح بخاری ص ۷ ج ا بان المعرفۃ فعل القلب کے الفاظ سے) اشارہ فرمایا ہے اور دین کے ہر ہر حکم کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنے کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵ سے آگے) (ناواقفیت سے بچنا دشوار ہے ان میں ناواقفیت معاف ہے (یعنے اگر ناواقفیت کی بنا پر ایسے ضروریات دین میں سے کسی "امر ضروری" کا کوئی انکار کردے تو اس کو کافر نہیں کہا جائیگا) اور وہ مسائل ضروریہ جن کی ناواقفیت اور نادانی کی سمجھنا عادۃً دشوار نہیں ہے اور عام سانی ان کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے ان میں ناواقفیت کا عذر معتبر نہیں ہے اور نادانی کی بنا پر بھی ان مسائل ضروریہ میں سے کسی امر ضروری کا انکار معاف نہ ہوگا اور منکر کو کافر کہا جائیگا۔ اس سلسلہ میں دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۲۰۸ پر ردت سے متعلق بحث کی اور حضرت ابوبکر صدیق رض کے اپنے امرا کے نام فرامین اور اہل ردۃ کے نام دعوتی مراسلہ کی علی ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرقل کے نام دعوتی فرمان کی مراجعت ضروری ہے ۔ ۱۲ مترجم ۔

پختہ قصد، یہ ایمان کے لئے لازم ہے (بالفاظ دیگر محض کسی چیز کا یقینی علم اور معرفت ہی ایمان نہیں ہے بلکہ دل سے اسکو مان لینا اور اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کرنا بھی ایمان میں داخل ہے)

مومن ہونے کے لئے تمام احکام شریعت کی پابندی کا عہد کرنا ضروری ہے | حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری ج ۸ ص ۷۴ پر تصریح فرماتے ہیں کہ "التزام احکام شریعت، صحت ایمان کے لئے ضروری ہے وہ فرماتے ہیں:

اہل نجران کے واقعہ سے جو احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی کافر کا صرف نبوت کا اقرار کرلینا اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ وہ تمام احکام اسلام پر عمل کرنے کا التزام نہ کرے (مسلمان نہ ہوگا)

حافظ ابن قیم رح نے زاد المعاد میں اس کی بہت اچھی طرح وضاحت کی ہے مراجعت کیجئے۔

حقیقت ایمان | لہذا اب ایمان کی حقیقت یہ ہوئی (۱) ان تمام عقائد و احکام کی تصدیق کرنا اور ان کو دل سے ماننا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں (۲) آپ کے لائے ہوئے تمام احکام شریعت کی پابندی اپنے ذمہ لینا اور قبول کرنا (۳) آپ کے دین کے علاوہ باقی تمام مذاہب و ادیان سے بے تعلقی کا اعلان کرنا۔

یقینیات کی طرح ظنیات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے | جن علماء متکلمین نے اس تصدیق اور التزام احکام کو "ضروریات" یعنے قطعی اور یقینی امور تک محدود رکھا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ متکلمین کے فن (علم کلام) کا موضوع ہی "یقینیات" ہیں (وہ غیر یقینی یعنے ظنی امور سے بحث ہی نہیں کرتے) مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ متکلمین کے نزدیک غیر یقینی" یعنے ظنی امور ایمان میں داخل نہیں ہیں (اور ان پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے) ہاں وہ کسی کو کافر صرف "ضروریات" (امور یقینیہ) کے انکار پر ہی کہتے ہیں۔

---

۵۱ یہ پورا حصہ اصل کتاب میں حاشیہ کے اندر مذکور ہے ہم نے مضمون میں ربط اور تسلسل پیدا کرنے کی غرض اصل کتاب کی عبارت کے ساتھ ترجمہ کر دیا ہے کیونکہ متن کی طرح حاشیہ بھی حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے قلم مبارک کی تراوش ہے۔ ۱۲ مترجم

ایمان کے زائد وناقص ہونے یا نہ ہونے کے اختلاف کی حقیقت ۔

اب جو علماء کہتے ہیں کہ "ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور طاعت سے زیادہ، معصیت سے کم ہوتا ہے" ، ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک مومنِ کامل اور گنہگار مسلمان میں فرق کرنا از بس ضروری ہے (اور یہ فرق اسی طرح ممکن ہے کہ عمل کو بھی ایمان میں معتبر مانا جائے لہٰذا ایمان قول وعمل کا نام ہے) اور جو علما یہ کہتے ہیں کہ! "ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا" ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایمان فعل قلب ہے اور بسیط، اس میں کسی طرح بھی تجزیہ نہیں ہو سکتا اور اس پورے دین پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ایمان لانا ضروری ہے اسی لئے اُنھوں نے ایمان کی کمی بیشی کو تسلیم کرنے سے احتراز کیا (فریق اول ایمان کے فعل قلب ہونے سے انکار نہیں کرتا اسی طرح فریق ثانی مومن کامل اور گنہگار مسلمان کے درمیان ایمان کے اعتبار سے فرق کا منکر نہیں ہے۔ اسی طرح پورے دین پر ایمان لانا بھی سب کے نزدیک ضروری ہے فرق صرف نقطہ نظر کا ہے اور بس، یہی ایمان کے کم و بیش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں متقدمین کے اختلاف کی حقیقت ہے) اس کے بعد جب اُن متاخرین کا دور آیا جو اختلاف ہی کے دلدادہ تھے تو انھوں نے ہر دو فریق کے اقوال کی تعبیر ایسے انداز میں کی کہ ایک طرف نفس اعتقاد تک میں کمی بیشی پیدا کر دی دوسری طرف عمل کو سرے سے ایمان سے اس طرح خارج کر دیا کہ مرجئہ کے اعتقادات سے جا ملایا اور اس افراط و تفریط سے حقیقت ایمان کو ہی محل اختلاف اور آماجگاہ نزاع بنا دیا۔

مزید تحقیق کے لئے میزان الاعتدال میں ج ۲ ص ۱۳۶ پر عبدالعزیز بن ابی رواد کے ترجمہ کی اور تہذیب التہذیب ج ہشتم صفحہ ۱۰۳ پر عون بن عبد اللہ کے ترجمہ کی اور ایثار الحق کے ص ۴۱۰ کی، مراجعت کیجئے۔

بہر کیف ایمان عمل قلب ہے اور دین کے ہر ہر حکم پر عمل کرنے کا پختہ قصد اور التزام ایمان کے لئے لازم ہے۔ یہ قصد و ارادہ بھی تمام احکام دین پر محیط ایک "بسیط حقیقت" ہے اس میں بھی کسی کمی بیشی یا تجزیہ کا کوئی امکان نہیں لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی

انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور " اُن لوگوں میں سے ہے جو کتاب اللہ کے کسی حکم کو مانتے ہیں اور کسی حکم کا انکار کرتے ہیں "، ظاہر ہے کہ ایسے لوگ باتفاق امت قطعاً کافر ہیں اگرچہ یہ لوگ[1] اپنے ایمان، دینداری اور خدمتِ اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتے پیٹتے مشرق و مغرب کے قلابے ملا دیں اور یورپ و ایشیا کو ہلا ڈالیں۔ بقول شاعر ؎

وکل یدعی حبا للیلی — ولیلی لاتقر لھم بذاکا

لیلیٰ کی محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہے — مگر لیلیٰ ہر کسی کی محبت کو تسلیم نہیں کرتی

یہی وہ نکتہ ہے جس پر آغاز عہد خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا چنانچہ آبوبکر صدیق نے ہر اس شخص سے جنگ کرنے کا اعلان کر دیا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتا ہے (یعنے نماز کو مانتا ہے اور زکوٰۃ کو نہیں مانتا) حضرت ابوبکر صدیق کا مقصد یہی تھا کہ جو شخص پورے دین کو ماننے کے لئے تیار نہیں وہ مومن نہیں (کافر ہے اور مباح الدم یعنے واجب القتل ہے)

شیخین رضی اللہ عنہما کا اتفاق رائے اور تمام صحابہ کا اجماع۔ آخر اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق کو بھی شرح صدر عطا فرمایا اور یہ حقیقت ان کی سمجھ میں آگئی اور ابوبکر صدیق کی رائے سے متفق ہو گئے۔

پورے دین پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا ثبوت چنانچہ اس سلسلہ میں امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم میں ج ۱ ص ۳۷ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہ دیں اور مجھ پر اور جو " دین میں لیکر آیا ہوں "، اس پر ایمان نہ لے آئیں جب وہ اس کو اختیار کرلینگے تو اُن کو (مسلمانوں کی طرح) احکام شریعت کے مطابق جان و مال کی امان حاصل

---

[1] ان لوگوں سے مراد " مرزائی " ہیں۔ آجکل کے ملحد و بے دین " مدعیان اسلام " بھی اسی کا مصداق ہیں ۱۲ مترجم

ہو جائے گی بجز اسلامی حقوق کے، باقی ان کے دلوں کا معاملہ اللہ سے ہے کہ وہ دل سے ایمان لائے ہیں یا کسی خوف و طمع سے)

(۲) صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ اس امت کا جو شخص بھی خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی میری بعثت کی خبر سنکر میری نبوت اور اُس "دین پر ایمان لائے" بغیر مرجائیگا جو میں لیکر آیا ہوں، وہ جہنمی ہے۔

(۳) مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۴۲ پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کا جو بھی آدمی خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی میری بعثت کی خبر سُنکر مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ: میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد سُنکر دل میں کہنے لگا کہ قرآن کریم کی کونسی آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، تو آخر آیت ذیل میرے ذہن میں آئی۔

ومن یکفر بہ من الاحزاب	اقوام و ملل میں سے جو بھی کوئی (اس دین کا) انکار
فالنار موعدہ	کرے گا جہنم اس کی وعدہ گاہ ٹھکانا ہے۔

اس آیت کریمہ کے لفظ "احزاب" میں دنیا کے تمام ادیان و مذاہب اور اقوام و ملل آ گئے اور رسول اللہ کے قول کی تصدیق ہوگئی۔

مزید تحقیق کے لئے لفظ "مرحبلہ" کے تحت دائرۃ المعارف کی مراجعت کیجئے۔

تواترِ اور اس کی چند قسمیں (۱) تواتر سندا (کسی حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں (شروع سے آخر تک) اتنے لوگ رہے ہوں کہ کسی زمانہ میں بھی ان سب کا کسی بے اصل حدیث کی روایت کرنے پر آپس میں اتفاق کر لینا عادۃً محال ہو) مثلاً حدیث "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ج ۱ ص ۱۸۱ پر بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث تیس مختلف صحابیوں سے مختلف صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ بیشمار راویوں نے روایت کی ہے۔

حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے مولوی (مفتی) محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (ایک رسالہ میں) احادیث ختم نبوت جمع کی ہیں ان کی تعداد ۱۵۰ سے زائد پہونچ گئی ہے ان میں سے تقریباً تیس روایتیں تو صحاح ستہ کی ہیں اور باقی دوسری کتب کی۔

(۲) تواتر طبقہ ہر عہد کے لوگ اپنے سے پہلے عہد کے لوگوں سے کسی روایت یا عقیدہ یا عمل کو سنتے اور نقل کرتے چلے آئے ہوں مثلاً قرآن کریم کا تواتر کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین پر ہر زمانہ اور ہر عہد کے مسلمان، اپنے سے پہلے عہد اور زمانہ کے مسلمانوں سے بعینہ اسی قرآن کو نقل کرتے، پڑھتے پڑھاتے اور حفظ و تلاوت کرتے چلے آتے ہیں، تم عہد بعہد پڑھتے اور بڑھتے چلے جاؤ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ جاؤ گے نہ کسی سند کی ضرورت ہے نہ کسی راوی کا نام لینے کی۔

باقی ہر عہد کے لوگوں کا دوسرے عہد کے لوگوں سے یہ نقل کرنا اور اس پر یقین کرنا کہ: یہ قرآن بعینہ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ پر نازل ہوئی"، اس میں تو سب ہی مسلمان شریک ہیں چاہے انھوں نے قرآن پڑھا ہو چاہے نہیں (اس لئے کہ اس یقین کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا)

سلہ ضروریات دین کے بیان کے ذیل میں "تواتر" کا ذکر آیا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ تواتر کی قسمیں بیان فرماتے ہیں مترجم۔ سلہ حافظ ابن حجر حتے اس مقام پر ستو سے زیادہ صحابہ سے، اور بحوالہ امام نوویؒ دو سو صحابیوں سے اس حدیث کے مروی ہونے کا تذکرہ کیا ہے ۱۲ مترجم۔

(۳) تواتر عمل یا توارث! ہر زمانہ کے لوگ جن اُمور "دین" پر عمل کرتے چلے آئے ہوں اور وہ ان میں جاری و ساری رہے ہوں۔ وہ سب امور و احکام "متواتر" ہیں (مثلاً وضو، وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی دینا، نماز باجماعت، اذان واقامت وغیرہ)

فائدہ (۱) بعض احکام میں تینوں قسم کا "تواتر" جمع ہوجاتا ہے مثلاً وضو میں مسواک کرنا کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا، کہ یہ احکام ایسے ہیں جن میں تینوں قسمیں تواتر کی جمع ہوگئی ہیں

فائدہ (۲) بعض لوگ (تواتر کی تینوں قسموں کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے) یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "متواتر" احادیث واحکام بہت کم ہیں حالانکہ فی الواقع ہماری شریعت میں متواترات اتنے بیشمار ہیں کہ انسان ان کے گننے اور فہرست بنانے سے عاجز ہے۔

فائدہ (۳) بہت سے ایسے احکام و مسائل ہیں کہ ہم ان کے "تواتر" سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں لیکن جب توجہ اور تجسس کرتے ہیں تو کسی نہ کسی اعتبار سے وہ متواتر نظر آتے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بسا اوقات انسان "نظری" مسائل کے سمجھنے اور محفوظ کرنے میں ایسا منہمک ہوجاتا ہے۔ کہ "بدیہیات" اس کی نگاہ سے بالکل اوجھل ہوجاتے ہیں (اور جب توجہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو "بدیہی" ہیں۔)

ضروریات دین میں سے کسی متواتر امر مسنون کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہوجاتا ہے

ضروریات دین اور متواترات کی اس تشریح و تحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً (۱)، نماز پڑھنا فرض ہے اور اُس کے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے اور نماز سے انکار یعنی اس کو نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے

(۲) اور مسواک کرنا سنت ہے مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا حرمان ثواب کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے (دیکھا آپ نے ایک سنت کی سنیت کے انکار سے بھی انسان

کافر ہو جاتا ہے)

ضروریات دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے

ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل وعقد علما کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ "ضروریات دین" میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جو اب تک ہر زمانہ کے خاص وعام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر اُمت کا تعامل رہا ہے (۱)

علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے۔

علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی "قطعی" اور "یقینی" "حکم شرعی" یا "عقیدہ" کا انکار کفر ہے اگرچہ وہ ضروریات دین کے تحت نہ بھی آتا ہو چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے مسایرہ میں ۲۰۸ پر اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے غایت درجہ قوی ہے (ص ۲۰۸ طبع جدید مصر)

حاصل یہ ہے کہ ہر وہ "قطعی" اور "یقینی" امر شرعی جو اسقدر واضح ہو کہ اس کے تعبیر کرنے والے الفاظ اور ان کے معنی کو ہر اعلیٰ، ادنی اور متوسط درجہ کا آدمی بآسانی جانتا اور سمجھتا ہو اور ان کی مراد بھی اتنی واضح ہو کہ اس کے متعین کرنے کے لئے دلائل وبراہین کی کھینچ تان کی ضرورت نہ ہو ایسا "امر شرعی" جب صاحب شریعت علیہ السلام سے بطور "تواتر" ثابت ہو تو اس پر بعینہ اور ہو بہو اسی ظاہری صورت میں بغیر کسی تاویل وتصرف کے ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار یا اس میں کوئی "تاویل وتصرف" کرنا کفر ہے۔

---

(۱) جیسے اس زمانہ کے بعض بے دین ملحد لفظ صلوٰۃ کو عربی کے لفظ مصلّی (جیسے دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والا گھوڑا) سے مشتق مان کر صلوٰۃ کو ایک "ورزش جسمانی" قرار دیتے ہیں اور اقامت صلوٰۃ کے معنی "جسمانی ورزش کرنا" کہتے ہیں یا اسی طرح ربوا (سود) کو تجارتی منافع سے تعبیر کرکے سود کو جائز کہتے ہیں۔ یہ سب کفر محض ہے۔ ۱۲ مترجم

ختم نبوت کا انکار یا اسمیں کوئی تاویل کفر ہے | مثلاً ختم نبوت کا عقیدہ کہ اس کے سمجھنے اور جاننے میں کسی بھی شخص کو کوئی دشواری یا اشکال نہیں چنانچہ ہر زمانہ میں تمام روئے زمین کے مسلمان حدیث ذیل کے الفاظ سے اس عقیدہ کو بخوبی سمجھتے رہے ہیں۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت	بیشک رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا پس میرے
فلا رسول بعدی ولا نبی	بعد اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔

یا حدیث شریف کا مذکورہ ذیل جملہ اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ہر خاص و عام شخص کے لئے کافی ووافی ہے۔

ذھبت النبوۃ وبقیت	نبوت تو ختم ہوگی اب تو صرف "بشارت دینے والے
المبشرات	خواب" رہ گئے ہیں۔

اس لئے کہ ان ہر دو حدیثوں کے ظاہری الفاظ اور ان کے متبادر معنی ختم نبوت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے (اور ہر عالم و غیر عالم آدمی بغیر کسی تردد و تذبذب اور اشکال و دشواری کے ان احادیث کے الفاظ سے یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)

ختم نبوت کا اعلان برسرِ منبر | تو جب یہ عقیدہ "شہرت" و "تواتر" کے اس مرتبہ کو پہونچ چکا ہے کہ خود صاحب نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام برسر منبر ۱۰۰ مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح اور غیر مبہم الفاظ، (احادیث) میں مختلف مواقع اور مجامع میں اس کا اعلان اور تبلیغ فرماتے ہیں اور کبھی ادنیٰ اشارہ بھی اس طرف نہیں فرماتے کہ اس میں کسی "تاویل" کا امکان ہے اور عہد نبوت سے اب تک امت محمدیہ کا ہر حاضر و غائب فرد عہد بعہد اس عقیدہ کو سنتا سمجھتا اور مانتا چلا آتا ہے حتیٰ کہ ہر زمانہ میں تمام مسلمانوں کا یہی ایمان رہا ہے کہ "خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا" بجز اس کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اسی اُمت کے

ایک "عادل حاکم" کی حیثیت سے اُس وقت آسمان سے اتریں گے جبکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عالمگیر خونریز لڑائیاں اور ہولناک خونی حادثے پیش آ چکے ہوں گے تو اسوقت حضرت مہدی علیہ السلام تو مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کی اصلاح فرمائیں گے۔ اور یہودیوں کو تہ تیغ کریں گے اور ان ہر دو بزرگوں کی برکت اور مساعی سے پھر ایک مرتبہ تمام نوع انسانی صرف خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی پرستار اور فرماں بردار بن جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے اترنا "متواتر" ہے

چنانچہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۷ پر نیز تلخیص الجبیر باب الطلاق میں اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں (ج ۱ ص ۵۸۲ پر سورۃ نساء میں اور ج ۴ ص ۱۳۲ پر سورہ زخرف میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اُمت کے "اجماع" اور "تواتر" کی تصریح فرمائی ہے۔

پنجاب کا ایک ملحد اور دعویٰ نبوت و عیسویت

لیکن تیرہ سو سال بعد پنجاب سے ایک ملحد اُٹھتا ہے اور ان تمام نصوص صحیحہ میں گذرے زمانہ کے زندیقوں کی طرح نت نئی تحریفیں اور تاویلیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "ابن مریم" میرا نام رکھا ہے اور وہ "عیسیٰ ابن مریم" میں ہی ہوں جس کے آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کی پیش گوئی احادیث میں کی گئی ہے اور وہ یہودی جن کو ابن مریم قتل کریں گے وہ یہ عہد حاضر کے علماء اسلام ہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائیں اس لئے کہ وہ یہودیوں کی طرح ظاہر پرست اور روحانیت سے محروم ہیں"

اس ملحد کی حقیقت

حالانکہ اس ملحد کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ اگلے زمانہ کے وہ "زندیق و ملحد" جن کا نام و نشان بھی آج صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے وہ اس "روحانیت" میں —— اگر یہ بینی ہی روحانیت ہے —— اس ملحد سے بہت بڑھ چڑھ کر اور غیر معمولی قوتوں کے مالک تھے۔

یہ اس بے دین کا روحانی باپ اور پیرو مرشد باب اور اس کے بعد بہاء اور قرۃ العین (وغیرہ بابی اور بہائی لیڈر) جنکو ہلاک ہوئے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گذرا ہے یہ (صفحات تاریخ پر)

ہمارے سامنے ہیں ان لوگوں نے بھی اسی قسم کے دعوے کئے تھے جنکی نقل یہ زندیق اُتار رہا ہے اُن کے ماننے والے اشتقیاء اور اُن کے پیروؤں کی تعداد تو اس بے دین کے ماننے والوں سے بدرجہا زائد تھی اور اس بے دین کو تو وہ جاہ وجلال نصیب بھی نہیں ہوا جو ان کو میسر تھا۔ خونریز لڑائیوں اور جان لیوا معرکوں میں ان کی ثابت قدمی اور پامردی، رائفلوں کی گولیوں کے سامنے سینہ تان کر آنا اور ان کے سینوں پر گولیوں کا لگنا اور نہ ہلاک ہونا اور پہلے سے اس کی خبر دیدینا۔ (کہ ہم ہلاک نہ ہوں گے) اور پھر اس کے مطابق ہی واقع ہونا (اور اُن کا زندہ بچ جانا) وہ حیران کن اور شاندار کارنامے ہیں جو اس بزدل کے تصور میں بھی کبھی نہ آئے ہوں گے۔

اور بھلا اس زندیق کو وہ سحر آفرینی شیریں زبان اور ولولہ انگیز شاعری کہاں نصیب جس کی مشہور خاتون قرۃ العین مالک تھی جس کا تذکرہ ایک عرب شاعر ذیل کے الفاظ میں کرتا ہے۔

لها بشر مثل الحریر و منطق	اس کا جسم تو ریشم کی طرح نرم و نازک ہے اور زبان و بیان
رخیم الحواشی لا هراء و لا نزر	بیحد شیریں و دلگداز اور کمی بیشی و بیہودہ گوئی سے بالکل پاک و صاف ہے۔

اس بے دین کی تو کل پونجی ہی تجلی اور بروز جیسے صوفیاء کرام سے سنے سنائے چند کلمات اور اصطلاحیں ہیں اور بس، ان کی بھی اصلی صورت کو اس ظالم کی تحریفوں نے مسخ کر دیا ہے یوں سمجھئے شیروانی کو چرا کر اور کاٹ چھانٹ کر کے قمیص بنا لیا ہے۔ یا پھر جدید فلسفہ اور اہل یورپ کی تحقیقات کو لے کر اُن کا نام اپنے شیطان کی بھیجی ہوئی "وحی" رکھ دیا ہے۔

مرزا کے پس پردہ اس زندقہ اور الحاد کے اصلی بانی اور موجد

اور یہ بھی کیا دھرا اس زندیق کا نہیں ہے بلکہ حکیم محمد حسن امروہی غایۃ البرهان فی تفسیر القرآن کے مصنف جیسے ملحد اور بے دین زندیقوں نے اس بیوقوف کے لئے نبوت کی زمین ہموار کی ہے مگر وہ اس

سے زیادہ سمجھدار تھے کہ انھوں نے خود نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

یہ ہے اس زندیق اور مدعی نبوت کی وہ حقیقتِ حال جس کی بنا پر ہم نے (یہ رسالہ لکھا ہے اور) اس کی تکفیر کی ہے اور اس کو مع اس کے متبعین کے جہنم رسید کیا ہے۔

عرب کے مشہور شاعر متنبی کا مذکورہ ذیل شعر اس "متنبی" (جھوٹے مدعی نبوت) پر کس قدر چسپاں ہے

لقد ضل قوم باصنامهم	سونے چاندی کے بتوں سے تو لوگ گمراہ ہوتے سنے ہیں
واما بزق ریاح فلا	لیکن ایک کوزہ بھری مشک سے تو کوئی بھی گمراہ نہ ہوا ہوگا

ایک اور شاعر نے اس سے بہتر اور زیادہ حسبِ حال ترجمانی کی ہے وہ کہتا ہے۔

وکان امرأ من جند ابلیس فارتقی	شروع میں وہ شیطان کی فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا
به الحال حتی صار ابلیس من جنده	لیکن ترقی کرکے اس مرتبہ پر پہونچ گیا کہ شیطان اس کی فوج کا معمولی سپاہی ہوگیا۔

امام مالکؒ پر بہتان | یہ سب کچھ تو ایک طرف، مجھے تو اس کے ایک طرفدار اور مرید کا ایک قول پہونچا ہے کہ "امام مالک بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں"، میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ امام مالک کی طرف اس قول کی نسبت صریح جہالت اور بہتان ہے۔ چنانچہ اُبّی شارح صحیح مسلم اپنی شرح میں صفحہ ۲۶۳ پر لکھتے ہیں کہ "امام مالکؒ نے بھی عتبیّہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ جمہور اُمت کا اس پر اجماع ہے"۔

خلاصہ کلام | الغرض وہ ضروریاتِ دین اور امور شرعیہ متواترہ جن کی مراد اور معنی اتنے واضح ہوں کہ کسی افہام وتفہیم کی حاجت نہ ہو جیسے ختم نبوت یا نزول عیسیٰ علیہ السلام ان کا انکار کرنا یا ان میں کوئی تاویل کرنا یقیناً کفر ہے۔

وہ امر ضروری جس کا منکر کافر نہیں ہوتا اسکی تفصیل | ہاں وہ امور ضروریہ اور اعتقادات حقہ

جو اتنے دقیق اور بعید از فہم ہوں کہ ان کا سمجھنا اور سمجھانا عام عقول انسانی کے بس کا نہ ہو مثلاً تقدیر کا مسئلہ، عذاب قبر کی حقیقت اور کیفیت، استواء علی العرش کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ کے آخر شب میں آسمان دنیا پر اُترنے کی حقیقت و کیفیت اور اسی قسم کے "متشابہ" امور نیز ذات و صفات الٰہیہ کی نوعیت وغیرہ، اگر ایسے امور فرد یہ حد شہرت و تواتر کو پہونچ جائیں تو جو شخص اُن سے واقف ہونے کے بعد سرے سے انکار کرے گا، (کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں) بلا تردد ہم اس کو کافر کہیں گے اور اگر بالکل انکار تو نہیں کرتا مگر اُن کی نوعیت اور کیفیت کی بحث و تحیص اور چھان بین کے تحت اُس کا قدم پھسل جاتا ہے اور اپنی رائے سے کوئی ایک صورت متعین کر کے دعویٰ کرتا ہے کہ بس "یہی حق" ہے اور وہ اہل حق کے نزدیک باطل ہے (مثلاً عذاب قبر کو صرف روحانی عذاب کہے یا استواء علی العرش کے معنی "عرش پر بیٹھنا" کرے اور کہے خدا عرش پر "بیٹھا" ہے) تو ایسے گمراہ مسلمان کو ہم معذور سمجھیں گے اور اس کی گمراہی کو جہالت کا نتیجہ قرار دیں گے مگر اس کی بنا پر اس کو کافر نہ کہیں گے۔

مذکورہ بالا تحقیق و تفصیل کے لئے ابن رشد الحفید کے رسالہ فصل المقال والکشف عن مناھج الادلہ کی مراجعت کیجئے اس نے منطقی طرز پر ایسے گمراہ شخص کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ایسا مسلمان گمراہ اور جاہل ہے کافر نہیں۔

مرزا جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام | یاد رکھئے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ذیل آیت میں مرزا غلام احمد جیسے بے دینوں، زندیقوں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کا المناک انجام اور رسوا کن حشر کا حال بیان فرمایا ہے۔

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً	اس شخص سے بڑھکر ظالم کون ہے۔ (۱)، جو خدا پر جھوٹا بہتان لگائے (کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے)

اوقال اوحی الی و لم یوح الیہ	(۲) یا جو دعویٰ کرے میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے۔
شی ومن قال سا نزل،	(اور میں صاحب وحی نبی ہوں) حالاں کہ اس کے پاس
مثل ما انزل اللہ	قطعاً کوئی وحی نہیں بھیجی گئی ہو۔
ولو تری اذ الظالمون	(۳) اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جیسا کلام اللہ نے
فی غمرات الموت،	نازل کیا ہے میں بھی نازل کر سکتا ہوں،
والملئکۃ باسطوا ایدیھم	اے مخاطب اگر تو اس منظر کو دیکھے جب یہ ظلم کرنے
اخرجوا انفسکم الیوم	والے سکرات موت کی حالت میں ہوں گے اور (موت
تجزون عذاب الھون بما	کے) فرشتے ان سے ہاتھ بڑھائے کہہ رہے ہوں گے
کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق	لاؤ، نکالو اپنی جانیں، آج تم کو اللہ پر ناحق بہتان
وکنتم عن آیاتہ تستکبرون	لگانے اور اس کی آیات پر ایمان لانے سے تکبر (اور
	انکار) کرنے کی پاداش میں رسوا کن عذاب دیا جائیگا۔

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد ان تمام دعووں کا صاف اور صریح الفاظ میں جگہ جگہ اپنی تصانیف میں دعویٰ کرتا ہے اور یہی اس کا انجام ہے۔

مرزا غلام احمد کے مرنے کے بعد مرزائیوں میں پھوٹ اور "لاہوری مرزائی"

اس بے دین کے جہنم رسید ہونے کے بعد اس کے دُم چھلوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر گروہ "اپنی اپنی بنسی اپنا اپنا راگ" الاپنے لگا چنانچہ ایک گروہ (لاہوری مرزائی) تو اُس کی اُمت سے بالکل ہی الگ ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ: مرزا غلام احمد نہ نبی تھے نہ کبھی انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو مھدی آخر الزماں تھے اور (پناہ بخدا) مسیح محمدی تھے (یعنے وہ عیسیٰ جو اُمت محمدیہ میں آنے والے ہیں۔)

دھوکا یہ محض ایک فریب ہے اور دھوکہ جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے بغض وعداوت اور نفرت و بیزاری سے بچنا اور مسلمانوں کو مرزا غلام احمد اور اپنی جماعت سے مانوس

کرکے خود کو اور مرزا کو مسلمان ثابت کرنا اور ٹٹی کی آڑ میں سیدھے سادے مسلمانوں کو شکار کرنا تھا لیکن (مسلمان اس دھوکہ میں نہیں آسکتے ان کا) متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ: جو شخص مرزا غلام احمد کو بلا تردد و تذبذب کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے" اور اس کی وجوہ مذکورہ ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر کے وجوہ

پہلی وجہ دعویٰ نبوت! (۱) اس ملحد نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں جگہ جگہ نہ صرف نبوت بلکہ "رسول" اور "صاحب شریعت رسول" ہونے کے ایسے بلند بانگ دعوے کئے ہیں کہ آج تک اُن سے فضا گونج رہی ہے اس لئے دعویٰ نبوت کا انکار صرف زبردستی اور رسواکن سینہ زوری ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جو بھی اس کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اچھا میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں: جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ کہے اور اس کے صاف و صریح دعویٰ نبوت اور قرآن کے مقابلہ پر کہی ہوئی "تک بندیوں" میں تاویلیں کرے اس کو آپ کیا کہیں گے؟

اسی طرح ایک کھلے ہوئے بت پرست کو آپ کہیں کہ: "وہ بت کو سجدہ نہیں کرتا بلکہ اس کو دیکھتے ہی منہ کے بل گر پڑتا ہے اس لئے وہ کافر نہیں ہے"۔ کیا یہ کھلی ہوئی زبردستی اور سینہ زوری نہیں ہے جب ہم اپنی آنکھوں سے اُسے بار ہا بت کے سامنے سربسجود دیکھتے ہیں تو اس کو کیسے کافر نہ کہیں اور اس کی "صنم پرستی" کی تاویلیں اور توجیہیں کیسے سنیں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اس قسم کی مہمل تاویلیں قطعاً ناقابل التفات ہیں۔

ملحدوں کے قول وفعل میں تاویلیں کرنیوالے انکی حمایت میں جھوٹ بولتے ہیں! چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم

ج ا ص ۹ ۳ پر اس قسم کے زندیقوں کے اقوال وافعال میں تاویل کرنے والوں کو اُن کی خاطر جھوٹ بولنے والا قرار دیتے ہیں نیز یہ کہ ان مہمل تاویلوں اور حرکات مذبوحی سے تکفیر کا حکم نہیں بدلتا چنانچہ فرماتے ہیں۔

"تیسری بات یہ ہے کہ زندیق اگر پہلی مرتبہ (ا پنی بے دینی سے) توبہ کرتا ہی تو اسکی توبہ قبول کیجائیگی اور اگر بار بار توبہ کرتا اور توڑتا ہے تو اسکی توبہ قبول نہ ہوگی"

حاصل یہ ہے کہ ایسے بے دین کے قول وفعل میں تاویل کرنا تاویل نہیں اس کی حمایت میں جھوٹ بولنا ہے جس سے حکم تکفیر میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

دوسری وجہ! انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول تواتر کی حد کو پہونچ چکا ہے نیز اس پر امت کا اجماع بھی ہو چکا ہے لہٰذا اس میں کوئی تاویل و تصرف یا تحریف کرنا کھلا ہوا کفر ہے۔ علامہ آلوسی جو محققین علماء متاخرین میں سے ہیں روح المعانی میں تصریح فرماتے ہیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ایک امر متواتر کا انکار ہے اور منکر کی تکفیر پر تمام علماء متفق ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے آیت کریمہ ان من اھل الکتاب اِلّا لیؤمنن به الآیۃ کے ذیل میں اس بے دین جھوٹے مدعی نبوت اور اُس کے پیروؤں کا بیان تفصیل سے دیکھا اور پڑھا ہے، خدا اسے جہنم رسید کرے، کیسا کڑا کفر ہے۔ اس آیت کریمہ کی تاویل نہیں تحریف میں کیسا کیسا ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن بات پھر بھی نہ بنی۔ بہرحال ان لوگوں کی تکفیر فرض عین ہے۔

تیسری وجہ! توہین عیسیٰ علیہ السلام

ان مرزائیوں خصوصاً لاہوریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے الوالعزم نبی کا رتبہ مرزا جیسے فاسق وفاجر اور بدکار و بدنسب شخص کو بخشا ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کی شدید ترین توہین ہے

اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان باب مایستحب للعالم اذا سئل أیُّ الناس اعلم کے ذیل میں فتح الباری ج اص ۱۹۶ پر ضرور دیکھنا چاہیے وہ فرماتے ہیں ۔

اگر ہم یہ کہیں کہ خضر نبی نہیں بلکہ ولی ہیں اور یہ از روئے عقل و نقل قطعی طور پر مسلم ہے کہ نبی ولی سے بہر حال افضل ہے اور جو اس کے خلاف کہے (اور کسی ولی کو نبی سے افضل مانے) وہ قطعاً کافر ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک یقینی امر شرعی کا انکار ہے۔ (لہٰذا مرزا غلام احمد جیسے شخص کو عیسیٰ کہنے والے تو یقیناً کافر ہوں گے)

مرزائیوں کا حکم | جو لوگ ان مرزائیوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کرنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اُن سے توبہ کرالیں اگر یہ مرزائیت سے توبہ کریں تو فبہا ورنہ قطعاً کافر ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان کے لئے اس سے زیادہ مراعات کی قطعاً گنجائش نہیں جیسا کہ کتاب میں آنے والے مباحث سے ہم نے بالاجماع ثابت کیا ہے۔

اور یہ توبہ کرانا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے بلکہ صرف اسلامی حکومت کا حاکم ہی ان کے "کفر و اسلام" کا قطعی فیصلہ کرنے کے وقت اُن سے توبہ کرا سکتا ہے تاکہ وہ ان کے کفر یا اسلام کا دوٹوک فیصلہ کر سکے لیکن اسلامی حکومت اور مسلمان حاکم موجود نہ ہونے کی صورت میں تو ان کے جہنم رسید ہونے تک کفر کے سوا کچھ نہیں چاہے اسے اوڑھ لیں، چاہے بچھالیں۔

غلط تاویل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں | غرض صاحب شریعت علیہ السلام نے تاویل باطل پر کبھی کسی کو معذور نہیں قرار دیا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔

(۱) امیر سریّہ (سپہ سالار فوج) عبد اللہ بن حذافہؓ کو اپنے فوجیوں کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دینے پر فرمایا: اگر وہ لوگ (اپنے امیر کے کہنے پر) آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس سے باہر نہ نکلتے اس لئے کہ امیر کی اطاعت تو صرف از روئے شرع جائز امور میں کی جاتی ہے (اور جان بوجھ کر آگ میں کودنا

خودکشی ہے اور حرام، اگرچہ امیر کے حکم سے کیوں نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ دخول فی النار کے جواز کے لئے اطاعت امیر کی تاویل باطل ہے)

(۲) ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے بارے میں جس کا سر پھٹ گیا تھا اور اس کے باوجود لوگوں نے اس کو ناپاکی کا غسل کرنے کا فتویٰ دیا تھا۔ اور وہ غسل کرنے کی وجہ سے ہی مر گیا تھا آپ نے فرمایا:

خدا اُن کو ہلاک کرے، اُنھوں نے اس غریب کو مار ڈالا

(دیکھیے حضور نے ان غلط فتویٰ دینے والوں کے فتوے اور تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا اور اس کی موت کا ان کو ذمہ دار قرار دیا)

(۳) اسی طرح حضور علیہ السلام حضرت معاذؓ پر کس قدر غصہ اور ناراض ہوئے صرف اس بات پر کہ وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا۔

افتان انت یا معاذ؟ تم فتنہ میں ڈالتے ہو اے معاذ؟

(حالانکہ وہ آپ کی ہی نقل اُتارتے تھے اور جو سورتیں آپ نماز میں پڑھتے تھے وہی وہ پڑھتے مگر آپ نے ان کی اس تاویل کی طرف اصلا التفات نہ کیا اور اُن کو فتنہ انگیز قرار دے دیا۔)

اسی بات پر کہ نماز میں طویل قراءت کرتے تھے ایک مرتبہ آپ اُبی بن کعبؓ پر بھی ناراض ہوئے (اور اُن کا بھی کوئی عذر نہ سنا)

(۴) اسی طرح ایک مرتبہ حضور علیہ السلام حضرت خالد پر ان لوگوں کو قتل کر دینے کی بنا پر سخت برہم ہوئے جنہوں نے اسلمنا اسلمنا نہ کہہ سکنے کی وجہ سے صبئنا صبئنا کہکر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تھا مگر خالد نہ سمجھے اور اُن کو قتل کر دیا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خالد کی غلط فہمی پر ان کو معذور نہ قرار دیا)

اسی طرح حضرت اسامہ نے سفر جہاد میں ایک بکریاں چرانے والے چرواہے کے کلمہ

پڑھنے" کو ایک حیلہ سمجھکر قتل کردیا کہ یہ اپنی جان ومال بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھ رہا ہے. مگر آپ اُن پر بیحد ناراض ہوئے اور فرمایا: هَلاَّ شققت قلبہ (تونے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا)

(غرض آپ نے خالدؓ اور اسامہؓ کے اس بظاہر عذر اور جائز تاویل کا قطعًا لحاظ نہیں کیا)

(۵) اسی طرح آپ اس شخص پر بیحد ناراض اور غصہ ہوئے جس نے مرض الموت کے وقت اپنے تمام غلام آزاد کردیئے حلانکہ وہی اس کا تمام پونجی اور سرمایہ تھے اور آپ نے اس شخص کو وُرثا کی حق تلفی کا مرتکب قرار دیدیا (اور اس کا کوئی عذر نہ سنا)

اور ان کے علاوہ بیشمار واقعات ہیں جن میں آپ نے "بے جا تاویل" اور "بےمعنی عذر" کا قطعًا اعتبار نہیں کیا۔

تاویل کہاں معتبر ہے!! فقہا کی اصطلاح میں چونکہ یہ تاویلیں امر مجتهد فیہ (محل اجتہاد) میں نہ تھیں اس لئے آپ نے ان کا اعتبار نہ کیا اس کے برعکس ایسے امور میں آپ نے تاویل کو عذر قرار دیا اور تسلیم کیا ہے جو محل اجتہاد تھے مثلاً

(۱) جن صحابہ کو آپ نے حکم دیا تھا کہ:" عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا" اور انھوں نے عصر کی نماز راستہ میں صرف اس لئے نہ پڑھی اور قضا کردی کہ آپ نے بنی قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا ہے (آپ نے ان لوگوں کو نماز عصر قضا کردینے پر کچھ نہ کہا)

(۲) اسی طرح ایک موقعہ پر دو صحابی سفر کررہے تھے راستہ میں پانی نہ ملا اس لئے اُنھوں نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اس کے بعد پانی مل گیا وقت باقی تھا ایک نے تو وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھ لی دوسرے نے نہ پڑھی جب آپ کی خدمت میں واقعہ پیش کیا گیا تو آپ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سرزنش نہ فرمائی صرف اس لئے کہ ان امور میں تاویل کی گنجائش تھی۔

خلاصہ! | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اس باب میں مسلمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ اور روشن لائحہ عمل ہونے چاہئیں اور صرف انہی امور میں تاویل اور عذر کا اعتبار کرنا چاہئے جن میں تاویل کی گنجائش ہو۔

ہدایت دینے والا تو اللہ ہی ہے وہی جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے، اور جس کو خدا گمراہ کردے اس کو تو کوئی بھی ہدایت نہیں کرسکتا۔

(ختم شد مقدمہ کتاب)

زندیقین، ملحدین اور باطنیہ کی تعریف اور یہ کہ ان تینوں فرقوں کا حکم ایک ہے

تینوں کافر ہیں

کافروں کی قسمیں اور نام | علامہ تفتازانی رح مقاصد کے خاتمہ نمبر (۴) میں صفحہ ۲۶۸ ج ۲ پر گمراہ فرقوں کی اقسام، تعریفات اور نام بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کوئی کافر اگر زبان سے اسلام کا اظہار کرے اور ہو کافر تو اس کا نام منافق ہے اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرے تو اس کا نام مرتد اور اگر چند معبودوں کا قائل ہو تو اس کا نام مشرک ہے اور اگر کسی اور آسمانی مذہب کا پیرو ہو تو اس کا نام کتابی ہے اور حوادث عالم کو زمانہ کی جانب منسوب کرے اور اس کو قدیم مانتا ہو (یعنی زمانہ کو ہی خالق عالم اور ازلی ابدی مانتا ہو) تو اس کا نام دھریہ ہے اور اگر خالق عالم کا سرے سے منکر ہو تو اس کا نام معطل (خدا کا منکر) ہے اور اگر مسلمان کہلانے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہو جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو اس کا نام زندیق ہے (بالفاظ دیگر سات قسم کے کافر ہیں منافق [1]، مرتد [2]، کتابی [3]، مشرک [4]، دھریہ [5]، معطل [6]، زندیق [7] اسی کو باطنی اور ملحد بھی کہتے ہیں)"

شرح مقاصد میں اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔

"یہ واضح ہو چکا کہ کافر ہر اس شخص کا نام ہے جو مومن نہ ہو، اب اگر وہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا خاص نام منافق ہے اور اگر پہلے مسلمان تھا اور پھر کافر ہو گیا تو اس کا خاص نام مرتد ہے اس لئے کہ وہ اسلام سے پھر گیا

(ارتداد کے معنی ہیں لوٹ جانا، پھر جانا) اور اگر ایک سے زیادہ معبود مانتا ہے تو اس کا خاص نام ہے مشرک اس لئے کہ وہ خدا کا شریک مانتا ہے (یعنے غیر اللہ کو اللہ کا شریک کہتا ہے) اور اگر کسی منسوخ آسمانی مذہب اور کتاب کا پیرو ہے تو اس کا خاص نام کتابی ہے جیسے یہودی، نصرانی۔ اور اگر زمانہ کو قدیم (ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا) مانتا ہے اور دنیا کے تمام واقعات و موجودات کو اُسی کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا زمانہ کو ہی خالق کائنات مانتا ہے) تو اس کا خاص نام دھریہ ہے (دھر کے معنی ہیں لامحدود زمانہ) اور اگر خالق عالم کا وجود ہی نہیں مانتا (اور عالم کو باقتضاء مادہ آپ سے آپ پیدا ہو جانے والا سمجھتا ہے) تو اس کا خاص نام معطل ہے اور اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا اقرار اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں اس کا خاص نام زندیق ہے۔ زند اصل میں اس کتاب کا نام ہے جسے قباد بادشاہِ ایران کے عہد میں مزدک نے پیش کیا تھا اُس کا دعویٰ تھا کہ یہ مجوسیوں کی اسی کتاب کی تفسیر ہے جسکو زرتشت لے کر آیا تھا۔ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ زردشت نبی تھا۔ اسی زند کی جانب یہ زندیق منسوب ہے (یعنے زندیق زندیک کا معرّب ہے جس کے معنی ہیں زند کو ماننے والا۔ اہل اسلام نے ہر اس بیدین آدمی کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے جو کفریہ عقائد رکھتا ہے اور اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اسی کو عربی میں ملحد اور باطنی کہتے ہیں، باطنیہ انہی زندیقوں اور ملحدوں کے ایک خاص فرقہ کا نام ہے)

ــه علامہ ابن عابدین شامی ج ۳ ص ۳۰۹ پر ملحد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں (باقی صفحہ ۲۸ پر)

زندیق کی تعریف اور باطنی کی تحقیق | صاحب ردّ المختار علامہ شامی رح باطنی کی تحقیق کے ذیل میں ص ۴۰۹ و ۱۰ا ۳ ج ۳ پر قولہ "المعرودت" کے تحت لکھتے ہیں۔

زندیق اپنے کفریہ اسلام کا ملمع کرتا ہے اور فاسد عقائد کو ایسی صورت میں پیش کرتا اور رواج دیتا ہے کہ وہ سرسری نظر میں صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ ابطان کفر (کفر کو چھپانے) کا مطلب یہی ہے لہذا علانیہ گمراہی کو اختیار کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینا باطنی ہونے کے منافی نہیں ہے (یعنے باطنی ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقائد اور گمراہی کو لوگوں سے چھپاتا ہو بلکہ اسلام میں کفر کو غیر محسوس طریق پر داخل کرنا اور چھپانا ہی باطنی ہونے کے معنی ہیں اسی لئے ایسے گمراہ لوگوں کو "باطنیہ" کہتے ہیں۔)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ بین السطور میں فرماتے ہیں کہ : حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۰ پر "ابطان کفر" کی تفسیر کی مراجعت کیجئے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو چھپانے کے معنی ہیں وہ اسلام کے ساتھ کفر کو ملا دینا"

زندیقوں اور باطنیوں کا حکم | امام نووی رح شرح منہاج میں صفحہ ۱۲۱ پر زندیقوں اور باطنیوں کے مرتد کے حکم میں ہونے اور اُن کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی تصریح فرماتے ہیں

"بعض علما کا قول ہے کہ اگر کوئی مسلمان زندیقوں اور باطنیوں کی طرح کفر خفی (پوشیدہ کفر) کی طرف لوٹ جائے تو (وہ مرتد ہے) اس کی توبہ قبول نہیں کیجائیگی"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷ سے آگے) والملحد وھو من مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر من اَلحَدَ فی الدین حاد وعدل الخ (عن العلامہ کمال پاشا)

ملحد وہ شخص ہے جو محکم شریعت سے کسی بھی کفر کی جانب ہٹ گیا ہو یہ لفظ الحد فی الدین سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دین سے منحرف ہو جانا اور ہٹ جانا (یہ علامہ کمال پاشا کی تحقیق ہے، ۱۲ مترجم

حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں :۔ علما کی ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کے کفر کو چھپانے (اور باطنی ہونے) کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو لوگوں سے چھپاتا ہو بلکہ باطنی ہر وہ گمراہ شخص ہے جو اسلامی عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا مدعی ہو بحیثیت مجموعی ایسا شخص کافر ہے اور اس کے عقائد کفر محض ہیں۔

چنانچہ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۰۸ پر (اور فتح ربانی ج ۱ ص ۱۴۱ پر) حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ: ("آئندہ زمانہ میں) اس امت کے اندر بھی مسخ ہوگا (یعنے انسانوں کی صورتیں مسخ ہو کر جانور بن جائیں گے) ہوشیار رہنا! یہ مسخ تقدیر کے منکروں اور" زندیقوں" کے اندر ہوگا" (یعنے منکرین تقدیر اور زندیقوں کی صورتیں ہی مسخ ہوں گی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ زندیق بھی منکرین تقدیر کی طرح کافر ہیں اس لئے کہ کافروں کی صورتیں ہی مسخ ہوتی ہیں، خصائص کے مصنف فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے منتخب کنز العمال ج ۶ ص ۵۰ پر ایک مرفوع روایت اس حدیث کی مزید وضاحت کرتی ہے۔
وہ روایت یہ ہے[۵] کہ

> حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میری اُمت میں ایک ایسی قوم بھی ہوگی جو خدا اور قرآن کی منکر اور کافر ہو جائے گی اور اُن کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ (کہ ہم کافر ہو گئے) جیسے یہودی اور نصرانی کافر ہو گئے (اور ان کو پتہ بھی نہ چلا) یہ وہی لوگ ہوں گے جو تقدیر کے ایک جزو کا اقرار کریں گے اور ایک جزو کا انکار یہ کہیں گے (یعنے اُن کا عقیدہ یہ ہوگا) کہ خیر اللہ کی جانب سے ہے اور شر شیطان کی جانب سے (یعنے خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق شیطان، بالفاظ دیگر دو خدا

سلہ ۵ یہ روایت حضرت شیخ نے بطور حاشیہ لکھی ہے ۱۲ مترجم

ہیں ایک "خدائے خیر" اور ایک "خدائے شر" جیسے مجوسی یزداں اور اہرمن دو خدا مانتے ہیں) اور اپنے اس عقیدہ کے ثبوت میں وہ قرآن کی آیتیں پڑھیں گے (یعنے اپنے اس عقیدہ کو قرآن سے ثابت کریں گے) چنانچہ یہ لوگ قرآن پر ایمان لانے اور علم و معرفت حاصل کرنے کے بعد محض اس عقیدہ کی بنا پر کافر ہو جائیں گے۔ میری اُمت کو ان لوگوں سے کس قدر جنگ و جدال اور بغض و عناد کا سامنا کرنا پڑے گا (خدا ہی خوب جانتا ہے) یہی لوگ اس اُمت کے زندیق (مجوسی) ہیں۔ ان کے عہد میں حکمرانوں کا ظلم و ستم حد سے زیادہ بڑھ جائے گا پناہ بخدا اس ظلم و جور اور ایسی حق تلفی سے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسا طاعون بھیجیں گے جو ان میں سے بیشتر لوگوں کو ہلاک کر دیگا۔ اس کے بعد "خسف" ہوگا (اور یہ لوگ زمین میں دھنس جائیں گے) تو شاید ہی ان میں سے کوئی بچے (ورنہ سب ہی ہلاک ہو جائیں گے) ان دنوں میں اہل ایمان کے لئے خوشی اور مسرت مفقود اور غم والم حد سے زیادہ ہوگا۔ اس کے بعد "مسخ" ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان میں کے باقی تمام لوگوں کو بندر اور خنزیر بنا دیں گے پھر اس کے بعد ہی دجال کا ظہور ہوگا۔

طبری اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور بغوی نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (صحابی) سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

خلاصہ! حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا کتب اور حوالوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے کہ ہر اسلام میں کفریہ عقائد کو داخل کرنے والا مسلمان زندیق ہے باطنی ہے اور یہ تینوں قطعاً کافر ہیں۔ نیز زندقہ، الحاد اور باطنیت کی حقیقت اسلام کے پردہ میں کفر کو چھپانے کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ تینوں فرقے یقیناً کافر ہیں۔ مترجم

جن اہلِ قبلہ[لہ] کو کافر نہیں کہا جاتا ان سے کون لوگ مراد ہیں

علماء اہل سنت کے اقوال (علامہ تفتازانی رح ان اہل قبلہ کی تعیین کے سلسلہ میں، جنکو کافر نہیں کہا جاتا علماء اہلسنت اور معتزلہ کے مذکورہ ذیل اقوال، مقاصد ج ۲ ص ۲۶۹ پر بیان فرماتے ہیں۔)

ساتویں بحث، ان اہل قبلہ کے حکم کا بیان جو اہل حق کے مخالف ہیں۔

(۱) جو اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والے) حق کے مخالف (اور گمراہ) ہیں وہ اس وقت تک کافر نہیں کہلاتے جب تک کہ ضروریات دین (یعنے ان قطعی اور یقینی عقائد واحکام) کا انکار نہ کریں (جن کے شارع علیہ السلام سے ثابت ہونے پر اُمت کا اجماع ہے) مثلاً عالم کے حادث (یعنے عدم کے بعد موجود) ہونے کا عقیدہ، حشرِ جسمانی (یعنے مرنے کے بعد جسمانی طور دوبارہ زندہ ہونے) کا عقیدہ۔

(۲) اور بعض علما کہتے ہیں کہ نہیں، ہر اہل حق سے اختلاف کرنے والا (مطلقاً) کافر ہے (اس لئے کہ وہ حق کا مخالف ہے)

(۳) اُستاد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: جو ہمیں (یعنے اہل حق کو) کافر کہے گا ہم بھی اس کو

لہ عام طور پر مسلمان ایسے لوگوں یا فرقوں کو جو قطعی طور پر کفریہ عقائد و اعمال کے مرتکب اور کافر ہیں محض اس لئے کافر کہنے اور اسلام سے خارج قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں کہ وہ خدا و رسول اور قرآن کا نام لیتے ہیں بظاہر مسلمانوں کے سے کام کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں ہے یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی یا دھوکہ ہے جس میں اچھے اچھے مسلمان گرفتار ہیں درحقیقت کلمۃ حق ارید بہ الباطل کے طور پر یہ ایک چلتا ہوا فقرہ اور فریب ہے جس کو یہ گمراہ اور کافر لوگ خود کو مسلمان ثابت کرنے اور علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے سپر کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لئے مصنف قدس اللہ سرہ نے مذکورہ بالا عنوان قائم کرکے اس غلط فہمی یا فریب کا پردہ چاک فرمایا ہے اور مسلمانوں کو اس غلط فہمی سے بچایا ہے ۱۲ مترجم۔

کافر کہیں گے اور جو ہمیں (اہل حق کو) کافر نہ کہے گا ہم بھی اس کو کافر نہ کہیں گے
(یہ علماء اہل سنت کے تین قول ہیں)

معتزلہ کے اقوال | معتزلہ میں سے (۱) متقدمین تو یہ کہتے ہیں کہ: جو لوگ بندہ کو اپنے اعمال و افعال میں مجبور، اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم، اللہ تعالیٰ کو بندہ کے اعمال و افعال کا خالق مانتے ہیں (یعنے اساسی عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے لوگ ہمارے نزدیک کافر ہیں۔

(۲) لیکن عام معتزلہ کہتے ہیں کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو (اس کی ذات پر) زاید (الگ) مانتے ہیں (آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار کے، گنہگار مسلمانوں کے، جہنم سے نکلنے کے قائل ہیں اور بندوں کی تمام برائیوں اور بدکرداریوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل اور اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا خالق قرار دیتے ہیں (یعنے جملہ عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔

ائمہ اہل سنت کی دلیل | ائمہ اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے بعد صحابہ و تابعین (اس طرح) عقائد کی چھان بین نہیں کیا کرتے تھے۔ (جیسے معتزلہ کرتے ہیں) بلکہ صرف "عقائد حقہ" سے آگاہ کر دیتے تھے (اور توحید و رسالت، حیوٰۃ بعد الموت وغیرہ اساسی عقائد کے اختیار کر لینے کو مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے تھے)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ: تو پھر مجمع علیہ عقائد کے بارے میں بھی اسی طرح حق کے بیان کر دینے پر اکتفا کرنا چاہیئے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ: مجمع علیہ عقائد و اصول اور اُن کے دلائل اُن عرب ساربانوں کے معیار فہم کے مطابق (اسقدر) معروف اور ظاہر و واضح تھے (کہ ہر مسلمان ان سے آگاہ و مطمئن ہوتا تھا اور بلا تردد ان کو قبول کر لیتا تھا) بعض علماء اس اعتراض کا جواب یہ دیتے

ہیں کہ : (قرون اولیٰ میں) عقائد تفصیلیہ کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا تھا کہ (اس زمانہ میں) اجمالی[1] ایمان (یعنے تفصیل معلوم کئے بغیر ایمان لے آنا) کافی تھا (اس لئے کہ عرب عام طور پر عقلی اور نظری موشگافیوں سے ناآشنا ایک سادہ ذہن کی مالک قوم تھی وہ بلا تردد اور بدوں ردّو قدح عقائد حقہ کو قبول کر لیتے تھے) تحقیق و تفصیل کی ضرورت اُسی وقت ہوتی ہے جب یہی تحقیق و تفصیل پیش نظر ہو (یعنے عقائد باطلہ پہلے سے ذہنوں پر مسلط ہوں تو ان کے ازالہ کے لئے تحقیق و تفصیل اور حق کے خلاف اوہام و شکوک کی تردید کی ضرورت ہوتی ہے) ورنہ تو بیشمار ایسے پکے اور مخلص مومن موجود ہیں جو قدیم و حادث کے معنے بھی نہیں جانتے (اور راسخ العقیدہ مومن ہیں)

یہ بحث تو اپنی جگہ ہے لیکن ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ کو کافر کہنا اس قدر معروف ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں (لہٰذا القول آستاذ رہ جو اہل حق کو کافر کہے گا وہ یقیناً کافر ہے اور ہم اس کو کافر کہیں گے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو)

---

[1] حاصل یہ ہے کہ ایک سادہ لوح اور خالی الذہن آدمی کے مسلمان ہونے کے لئے سیدھے سادے اساسی عقائد اسلامیہ اور ان کے دلائل مثلاً توحید، رسالت، حیات بعد الموت پر ایمان لے آنا کافی ہے اگرچہ وہ ان کی تحقیق و تفصیل اور دلائل عقلیہ سے واقف نہ ہو اس کے برعکس ایک ذات و صفات الٰہیہ کے باب میں گم کردہ راہ انسان کے مسلمان ہونے کے لئے تفصیلی طور پر ان عقائد باطلہ سے تائب ہونا اور اُن کے مقابل عقائد حقہ کو قبول کرنا ضروری ہے عہد نبوت اور قرن اول میں مسلمان ہونے والے عموماً پہلی قسم کے لوگ تھے اس لئے متفق علیہ اساسی عقائد کی اجمالی تصدیق صحت اسلام کے لئے کافی تھی لیکن اس عہد کے بعد جب دوسرے مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو چونکہ ذات و صفات الٰہیہ اور مبدأ و معاد کے باب میں باطل عقائد پہلے سے ان کے دلوں میں راسخ ہوتے ہیں اس لئے ان کا اسلام ان عقائد باطلہ سے تفصیلی طور پر براءت اور مجمع علیہ عقائد حقہ کو قبول کئے بغیر معتبر نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس زمانہ میں مجمع علیہ عقائد حقہ کے بارے میں محض بیان حق پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا ۱۲ مترجم

جو اہل قبلہ ضروریات دین اور مجمع علیہ عقائد کے منکر ہوں وہ متفقہ طور پر کافر ہیں

علامہ موصوف مقاصد کی شرح میں باب الکفر والایمان کے ذیل میں ج ۲ ص ۲۶۸ تا ۲۷۰ پر اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں۔

(اہل قبلہ کے بارے میں) مذکورۂ بالا بحث کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو ضروریات دین مثلاً (توحید، نبوت، ختم نبوت، وحی والہام) حدوث عالم اور حشر جسمانی وغیرہ مجمع علیہ عقائد حقہ میں تو اہل حق کے ساتھ متفق ہوں۔ لیکن ان کے علاوہ اور نظری عقائد واصول میں اہل حق کے مخالف ہوں مثلاً صفات الٰہیہ، خلق اعمال، ارادۂ الٰہی کا خیر وشر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا، رؤیت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا، ان کے علاوہ وہ تمام نظری عقائد ومسائل جن میں حق یقیناً ایک ہے (اثبات یا نفی) ایسے مخالفین حق کے بارے میں بحث ہے کہ ان عقائد کا معتقد اور قائل ہونے (یا نہ ہونے) کی بنا پر کسی اہل قبلہ (مسلمان) کو کافر کہا جائے یا نہیں؟ ورنہ اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ وہ اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والا) جو عمر بھر روزہ نماز وغیرہ تمام عبادات واحکام کا پابند رہا ہو لیکن عالم کو قدیم (ازلی ابدی) مانتا ہو یا جسمانی حیات بعد الموت کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات (ہر ہر چیز) کا عالم نہ مانتا ہو وہ (قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود) بے شک وشبہ کافر ہے اسی طرح کوئی اور کفریہ قول یا فعل اس سے سرزد ہو تو وہ بھی کافر ہے۔

لا نکفر اھل القبلۃ کس کا مسلک ہے؟

اہل حق کا یہ مذکورہ بالا قول (کہ جبتک اہل قبلہ میں سے کوئی شخص ضروریات دین کا انکار نہ کرے اسے کافر نہ کہا جائے) یہ شیخ ابوالحسن اشعری رح اور بیشتر اشاعرہ کا مذہب ہے امام شافعی رح کے مذکورہ ذیل قول سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"میں بجز خطابیہ کے اور باقی گمراہ فرقہ والوں کی شہادت رد نہیں کرتا (یعنی کافر نہیں سمجھتا) اس لئے کہ یہ خطابیہ جھوٹ بولنے کو حلال سمجھتے ہیں"

منتقیٰ میں امام ابو حنیفہ رح کے متعلق بھی یہی نقل کیا ہے کہ "امام ابو حنیفہ رح نے کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا" یہی اکثر و بیشتر فقہاء حنیفہ کا مسلک ہے ہاں بعض فقہاء حنیفہ ہر اہل حق کے مخالف کو کافر کہتے ہیں۔

اہل قبلہ کون ہیں | ملا علی قاری رح شرح فقہ اکبر میں ص ۱۵۰ پر فرماتے ہیں

یاد رکھو! اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروریات و مہمات دین مثلاً حدوث عالم حشر جسمانی، ہر ہر کلی و جزئی پر علم الٰہی کے محیط ہونے اور اسی قسم کے اہم اور بنیادی مسائل میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں چنانچہ جو شخص تمام عمر شرعی احکام و عبادات کی پابندی کرتا رہے مگر عالم کو قدیم مانتا ہو یا حشر جسمانی کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہ مانتا ہو وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہیں ہے (وہ تو بدوں اختلاف سب کے نزدیک کافر ہے) نیز علماء اہل سنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہی ہے کہ کسی اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جبتک کہ اس میں کوئی کفر کی علامت یعنی کوئی کفریہ قول یا فعل نہ پایا جائے اور کوئی موجب کفر امر اس سے سرزد نہ ہو (گویا کسی مسلمان سے اگر کوئی بھی کفریہ قول یا فعل سرزد ہو یا اس میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے تو وہ اہل قبلہ سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ خود کو مسلمان کہتا رہے اور مسلمانوں کی طرح عبادات و احکام شریعت کا پابند بھی ہو)

غالی بہر صورت کافر ہے | علامہ عبد العزیز البخاری تحقیق شرح اصول حسامی میں بحث اجماع کے تحت ص ۲۰۸ پر اِنَّ غُلَاتیہ (ای فی ھواہ) کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

اگر کسی گمراہ فرقہ والے نے اپنے باطل عقیدہ میں غلو کو اختیار کیا اور حد سے تجاوز کر گیا تو اس کو کافر قرار دینا ضروری ہے ایسی صورت میں اہل حق کے ساتھ اس کی موافقت یا مخالفت کا بھی اعتبار نہ ہوگا اس لئے کہ وہ اس امت مسلمہ (مسلمانوں) میں داخل ہی نہ رہا جس کو جان ومال کی امان حاصل ہے اگرچہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا رہے اور خود کو مسلمان سمجھتا رہے اس لئے کہ امت مسلمہ (مسلمان) ہر قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے والے کا نام نہیں ہے بلکہ مسلمان وہ شخص ہے جس کا پورے دین اسلام اور عقائد یقینیہ واحکام قطعیہ پر ایمان ہو، یہ شخص یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ خود کو کافر نہ سمجھے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کشف شرح بزدوی میں صفحہ ۲۳۸ ج ۳ پر اجماع کے تحت اور آمدی کی کتاب الاحکام میں صفحہ ۳۲۹/۱ پر "مسئلہ سادسہ" کے تحت بعینہ یہی تحقیق مذکور ہے۔

علامہ شامی ردالمحتار میں مسئلہ امامت کے تحت ج ۱ ص ۳۷۷ (۵۲۴ طبع جدید ۱۳۲۳ھ) پر اور مسئلہ انکار وتر کے تحت ص ۶۲۲ ج ۱ پر فرماتے ہیں۔

اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جو ضروریات اسلام (دین کے یقینی اور قطعی عقائد واحکام) کا مخالف ہو اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات وطاعات کا پابند رہا ہو جیسا کہ (شیخ ابن ہمام نے) شرح تحریر میں بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ج ۱ ص ۵۲۵ پر فرماتے ہیں۔

(صاحب بحر الرائق) نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے اس قول کی مراد "کہ کسی اہل حق کے مخالف شخص یا فرقہ کو کافر نہ کہا جائے" یہ ہے کہ وہ شخص

یا فرقہ اُن مسلمہ اصول کا مخالف نہ ہو جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ کو کافر کہنے کا مطلب | شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس میں ص ۵۷۲ پر لکھتے ہیں۔

متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنے ان تمام عقائد و احکام کو مانتے ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف و مشہور ہے لہذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو مثلاً عالم کو حادث نہ مانے یا جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو یا اللہ تعالی کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو یا نماز، روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں اگرچہ تمامتر عبادات و احکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو۔ اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے مثلاً کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اُڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے پر یا غیر معروف نظری مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے یہی محققین کی تحقیق ہے اسکو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔

ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے | جوہرۃ التوحید کا ایک شعر ہے (حاشیۃ بیجوری علی جوہرۃ التوحید ص ۱۰۳)

ومن لمعلوم ضروری جحد   من دیننا یقتل کفرا لیس حد

جس شخص نے ہمارے دین کے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا وہ کفر کی بنا پر قتل کردیا جائیگا نہ کہ حد کے طور پر (اس لئے کہ حد تو مسلمان پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص کافر ہے لہذا اسکو اَور کافروں کی طرح بر بناء کفر قتل کیا جائے گا) جوہرۃ کے شارح اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس منکر کا کفر تو یقینی اور متفق علیہ ہے نیز فرماتے ہیں کہ ماتریدیہ تو کسی بھی قطعی امر کے منکر کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ ضروری الثبوت (یعنے متواتر یا مجمع علیہ) نہ بھی ہو۔

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے | مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں : تمام حنفی علماء اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے اس لئے کہ وہ اس اجماع صحابہؓ کو کتاب اللہ کے مرتبہ میں رکھتے ہیں چنانچہ

حافظ ابن تیمیہؒ بھی اقامۃ الدلیل کی ج ۳ ص ۱۳۰ پر فرماتے ہیں۔

صحابہ کرام کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے بلکہ یہ تو سب سے قوی حجت اور دوسرے تمام دلائل پر مقدم ہے اگرچہ اس کے اثبات اور تحقیق کا یہ مقام نہیں تاہم یہ اپنی جگہ پر نہ صرف تمام فقہا کے ہاں مسلم ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے جو حقیقت میں مومن ہیں۔ اس کی مخالفت صرف انہی گمراہ فرقوں نے کی ہے جن کو اُن کے گمراہ عقائد کی بناء پر کافر یا فاسق قرار دیا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ وہ ان فاسد عقائد کے ساتھ ساتھ ایسے کبیرہ گناہوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جو اُن کے فسق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے نزدیک بھی اجماع صحابہ حجت ہو جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ ان الذین کفروا سواء علیہم کی تفسیر میں ص ۱۲۷ ج ۱ پر اس کی جانب اشارہ کیا ہے نیز فرماتے ہیں کہ محقق ابن امیر الحاج نے جو شیخ ابن ہمام رح اور حافظ ابن حجر رح دونوں کے شاگرد رشید ہیں تحریر کی شرح میں مسئلہ تقسیم خطاء کے ذیل میں اجماع صحابہ کے حجت قطعی ہونے کو نہایت شرح و بسیط کے ساتھ بیان کیا ہے اسی طرح علامہ تفتازانی رح نے تلویح میں حکم اجماع کے ذیل میں اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے۔

کفریہ عقائد و اعمال | شرح تحریر میں صفحہ ۳۱۸ ج ۳ پر محقق ابن امیر الحاج کی عبارت حسب ذیل ہے۔

اہل قبلہ میں سے وہ مبتدع (گمراہ) جسکو اس کی بدعت (گمراہی) کی بنا پر کافر نہیں کہا جاتا اور کبھی کبھی اس کو گنہگار اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ مصنف (شیخ ابن ہمام رح) نے اس سے قبل وللنہی عن تکفیر اہل القبلۃ کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے: اس سے صرف وہی شخص مراد ہے جو ضروریات دین میں تو اہل حق سے متفق ہو مثلاً حدوث عالم اور حشر جسمانی کا قائل ہو اور کوئی اور کفریہ قول یا فعل بھی اس سے سرزد نہ ہوا ہو (مثلاً اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ماننا یا کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا قائل ہونا (یعنی کسی کو خدا کا "اوتار" ماننا) یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا یا آپ کی مذمت یا توہین کرنا اور اسی قسم کی کفریہ باتوں کا قائل ہونا، لیکن ان کے علاوہ اور ایسے نظری مسائل میں اہل حق کا مخالف ہو جن میں متفقہ طور پر حق ایک جانب ہے (اثبات یا نفی) مثلاً صفات الٰہیہ، خلق افعال عباد، ارادۂ الٰہی کا خیر و شر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا وغیرہ (تو ان مسائل میں اختلاف کرنے والے کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ غرض جو اصولی عقائد و اعمال میں اہل حق سے متفق ہو اور فروعی مسائل میں مخالف ہو صرف اس شخص کو کافر نہیں کہا جا سکتا) اور غالباً مصنف علیہ الرحمۃ (شیخ ابن ہمام) نے اس سے قبل اپنے مذکورہ ذیل قول سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے: "اس لئے کہ یہ مبتدع بھی قرآن یا حدیث یا عقل سے ہی اپنے عقائد پر استدلال کرتا ہے" ورنہ ضروریات دین میں مخالفت کرنے والے کو کافر کہنے کے بارے میں تو اہل حق میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، مثلاً حدوث عالم یا حشر جسمانی، یا اللہ تعا لےٰ

کا علم جزئیات وغیرہ یہ تو وہ بنیادی مسائل ہیں کہ ان کا انکار کرنے والا یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات وطاعات اور احکام شرعیہ پر کاربند رہا ہو۔ اسی طرح وہ شخص بھی بغیر کسی اختلاف کے کافر ہونا چاہئے جو کسی بھی موجب کفر قول یا فعل کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں خطابیہ (جن کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنا حلال اور جائز ہے) کو بھی ان وجوہ کی بنا پر کافر کہنا چاہیئے جن کو ہم شرائط راوی کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔ اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ "کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت کا ضابطہ بھی عام نہیں ہے" الا یہ کہ گناہ سے وہ گناہ مراد لیا جائے جو کفر نہ ہو۔ تو وہ شخص جس کی تکفیر کسی موجب کفر گناہ کی وجہ سے کی جائے وہ تو ضرور اس ضابطہ سے خارج ہوگا (اور اس کو کافر کہا جائیگا) جیسا کہ شیخ تقی الدین سبکی نے اس جانب اشارہ کیا ہے۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے بعد محقق ابن امیر حاج نے سبکی کا قول نقل کیا ہے جو ہماری اس تحقیق کے لئے قطعاً مضر نہیں ہے اس لئے کہ شیخ سبکی اس شخص کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جو زبان سے کلمہ کفر بک دینے کے بعد کلمہ شہادت پڑھ لے (کہ یہ شخص کافر نہیں ہے) اور وہ اس شخص کو اس مسلمان کی مانند قرار دیتے ہیں جو مرتد ہو جانے کے بعد اسلام لے آئے۔ تاہم محقق موصوف اس کو بھی محل نظر قرار دیتے ہیں اور اس شخص کے مسلمان ہونے کے لئے بھی اس کلمہ کفر سے توبہ اور اظہار براءت کو ضروری قرار دیتے ہیں جو اس نے زبان سے نکالا تھا۔ یہ شرط سبکی رح کے کلام میں بھی ملحوظ ہے لہذا محقق موصوف اور شیخ سبکی کے درمیان کوئی اختلاف نہ رہا۔[۵]

---

۵ اور دونوں بزرگوں کے نزدیک ضروریات دین کا انکار یا موجبات کفر کا ارتکاب کرنے والا شخص قطعاً کافر ہے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو اور احکام شرعیہ وعبادات پر کاربند بھی ہو (باقی صفحہ ۴۴)

دین کے اساسی عقائد اور مجمع علیہ قطعی احکام کی مخالفت شریعت الٰہیہ کی بیخ کنی کے مرادف اور موجب کفر ہے

محقق محمد بن ابراہیم وزیر یمانی اپنی کتاب ایثار الحق کے ص ۴۳۱ پر فرماتے ہیں۔

دوسری فرع یہ ہے کہ "معمولی سا اختلاف" مسلمانوں میں باہمی خصومت و عداوت کا موجب نہ ہونا چاہئے اور یہ معمولی سا اختلاف وہ ہوتا ہے جو دین کے اُن اساسی اور قطعی امور میں نہ ہو جن سے اختلاف کرنے والے کی تکفیر پر شرعی دلائل قائم ہو چکے ہیں (بلکہ ان فرعی اور نظری مسائل میں اختلاف ہو جن کا دین ہونا قطعی اور مجمع علیہ نہیں ہے)

یہی محقق کتاب مذکور کے ص ۴۴۵ پر فرماتے ہیں۔

جیسے ان ملحدوں اور زندیقوں کا کفر جنہوں نے کتاب اللہ عزوجل کی تمام تر آیات کی ایسے باطنی امور سے تاویلیں کرکے قرآن کو ایک کھیل بنا لیا ہے جن میں سے نہ کسی کی کوئی دلیل ہے نہ کوئی علامت نہ ہی سلف صالحین کے عہد میں ان باطنی معانی کی جانب کوئی اشارہ، (یعنی قرآن کریم کے الفاظ[۱] کے من مانے معنی اور مرادیں گھڑتے ہیں) اسی زمرہ میں وہ تمام اشخاص اور فرقے بھی داخل ہیں جو شریعت الٰہیہ کا نام و نشان مٹا دینے اور اُن تمام یقینی اور قطعی علوم

(بقیہ حاشیہ صد ۴۰ سے آگے) نیز ثابت ہوا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار یا موجبات کفر کا ارتکاب اس کو اہل قبلہ سے خارج کر دیتا ہے نیز یہ کہ اہل قبلہ ہونے کے معنی قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے والے سمجھنا ناواقفیت کی دلیل ہے در حقیقت اہل حق نے کسی شخص کے شرعاً مومن ہونے کے لئے یہ عنوان بطور اصطلاح اختیار کیا ہے اور یہ اصطلاح بھی جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائیگا "ماصلوا صلوتنا واستقبلوا قبلتنا" سے ماخوذ اور صاحب شریعت علیہ السلام سے ثابت ہے ۱۲ مترجم

۱ه مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں اللہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد "امام وقت" ہے ایسے ہی آج کل ہمارے زمانہ کا ایک زندیق غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ اللہ سے مراد "مرکز ملت" ہے اور کہیں کہتا ہے کہ اللہ سے مراد وہ "صفات علیہ" ہیں جو انسان کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں ۱۲ از مترجم

کو رد کرنے میں ان زندیقوں اور ملحدوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں جن کو ہمیشہ سے اُمت مسلمہ کے پچھلے لوگ اپنے پہلے بزرگوں سے سُنتے سُناتے اور نقل کرتے چلے آتے ہیں۔

یہی محقق کتاب مذکور کے ص ۱۶۸ پر فرماتے ہیں

پس یاد رکھو کہ "اجماع" دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ اجماع جس کی صحت، قطعی اور یقینی طور پر دین سے اس طرح ثابت ہو کہ اس سے مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے یہی وہ صحیح اور حقیقی اجماع ہے جو قطعاً اور یقیناً دین ہونے کی بنا پر بحث سے بالاتر ہے (یعنے اس اجماع کا حجت ہونا محتاج بحث ہی نہیں)

مسئلہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا اصل ماخذ اور حقیقت

مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: یاد رکھو اہل قبلہ کو کافر کہنے کی ممانعت کے زیر بحث مسئلہ کا اصل ماخذ سنن ابوداؤد باب الجہاد صفحہ ۳۴۳ ج ۱ کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تین چیزیں اصل ایمان ہیں (۱) لا الٰہ الا اللہ کہنے والے (کے جان و مال) پر دست درازی نہ کرنا (۲) کسی "گناہ" کا ارتکاب کرنے کی بنا پر اُس کو کافر نہ کہنا (۳) کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کرنا۔

اور اس حدیث میں شریعت کے عرف کے مطابق "گناہ" سے یقیناً وہ گناہ مراد ہے جو کفر نہ ہو اور بالکل اسی طرح یہ جملہ امام ابوحنیفہ رح وغیرہ سے مثلاً امام شافعی رح سے الیواقیت میں منقول ہے اور سفیان بن عیینہ سے حمیدی نے اپنی مسند کے آخر میں نقل کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ ائمہ دین کی تعبیرات و اقوال میں "گناہ" کی قید کے ساتھ وارد ہوا ہے (یعنے جس طرح حدیث میں لا یکفر بذنب آیا ہے اسی طرح یہ ائمہ بھی "لا نکفر

اھل القبلۃ بذنب »، فرماتے ہیں) جیسا کہ الیواقیت والجواہر میں ص ۱۲۳ ج ۲ پر امام شافعی سے منقول ہے لیکن مرور ایام کے بعد کچھ تو ظاہر پرستوں نے اور کچھ جاہلوں اور کچھ ملحدوں نے ان ائمہ کے اقوال میں سے "گناہ" کی قید کو اُڑا دیا (اور لا نکفر اھل القبلہ رہنے دیا) اور ان ائمہ کے اقوال کو بے محل استعمال کرنے لگے (کہ ان ائمہ کے نزدیک کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ظاہر ہے کہ یہ کھُلی ہوئی تحریف اور ان ائمہ پر بہتان ہے)

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق حکمرانوں سے ہے | مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق دراصل امراء اور حکمرانوں سے ہے (یعنے یہ مقولہ دراصل حکمرانوں کے حق میں ہے) چنانچہ حضرت انس کی مذکورہ بالا روایت اور اسی قسم کی دوسری روایتیں دراصل امیر اور حکمرانوں کی اطاعت کے وجوب اور جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان کے خلاف بغاوت کی ممانعت، کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ امام مسلم رح نے صحیح مسلم میں صفحہ ۱۲۵ ج ۲ پر ان تمام روایات کی تخریج اسی باب کے ذیل میں کی ہے اور ان تمام روایات میں خواہ صحیح مسلم میں ہوں خواہ دوسری کتب حدیث میں مذکورہ ذیل استثنا موجود ہے۔

اِلّا ان تروا کفراً بواحاً عندکم	اَلّا یہ کہ تم (ان امرا کے قول و فعل میں) ایسا کھلا ہوا
من اللہ فیہ برھان	کفر دیکھو کہ اس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس اللہ
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵ کتاب الفتن)	کی جانب سے دلیل و برہان موجود ہو۔

اور یہی مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت کی بھی ہے جس کی تخریج امام بخاری وغیرہ نے کی ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶)

• من شھد ان لا الٰہ	جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور
الا اللہ واستقبل	ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کیطرح
قبلتنا وصلی صلوٰتنا	نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال جانا اور)

واکل ذبیحتنا	کھالیا وہ مسلمان ہے اس کے وہی تمام حقوق ہیں جو
فھو مسلم لہ	ایک مسلمان کے ہیں اور اس پر وہی تمام ذمہ داریاں
ما للمسلم	ہیں جو ایک مسلمان پر ہوتی ہیں (یعنے ایسا حکمران جو ان
و علیہ	تمام شعائر اسلام کو مانتا اور کرتا ہو وہ مسلمان ہے
ما علی المسلم	اس کی اطاعت واجب اور اس کے خلاف بغاوت

ممنوع ہے)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان الّا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان ثابت کرتا ہے کہ یہ دیکھنا (اور فیصلہ کرنا) دیکھنے والوں کا کام ہے ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دیکھ لینا چاہئے کہ یہ کھلا ہوا کفر ہے یا نہیں باقی اُس شخص کو اس طرح قائل کرنا اُن پر واجب نہیں کہ وہ کوئی جواب ہی نہ دے سکے اور (اپنے قول وفعل کی) کوئی تاویل ہی نہ کر سکے، بلکہ اُن پر صرف اتنا واجب ہے کہ خود انکے پاس اُس کے کفر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل و برہان موجود ہو

کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی | اس لئے کہ طبرانی کی روایت میں اس حدیث میں کفرا بواحا کے بجائے کفرا صُرَاحا (ص مضموم اور ر مفتوح کے ساتھ) آیا ہے (جس کے معنی ہیں صریح کفر، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں ج ۱۳ ص ۶ پر نقل کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی۔

کونسی تاویل باطل اور غیر مسموع ہے؟ | شاہ ولی اللہ[له] صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا کے ص ۷ پر خلیفہ کے خلاف بغاوت کے جواز، اور ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کے کافر ہوجانے، کے بارے میں مزید وضاحت فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: تاویل کے قطعی طور پر باطل ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ تاویل قرآن کریم کی صریح آیت یا حدیث مشہور یا اجماع یا قیاس جلی (واضح قیاس) کے خلاف ہو" (یعنے ہر وہ تاویل جو قرآن، حدیث مشہور، اجماع

له یہ حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے ۱۲

اُمت یا واضح قیاس کے مخالف ہو قطعاً نہیں مانی جائے گی)

برواحد کی مخالفت کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں عندکم من اللہ فیہ برہان کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

ای نصٌّ آیۃٌ او خبرٌ	یعنے صریح دلیل ہو خواہ (کلام اللہ کی) کوئی آیت ہو
صحیحٌ لا یحتمل التاویل	یا ایسی صحیح حدیث جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد صحیح کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے اگرچہ مشہور یا متواتر نہ ہو، اور ہونا بھی یہی چاہئے اس لئے کہ جب فقہا کی شمار کردہ وجوہ کی بنا پر تکفیر کی جاتی ہے تو کیا ایسی صحیح حدیث کی بنا پر جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو اُن کو کافر نہ کہا جائے گا۔

اہل قبلہ اگر صریح کفر کے مرتکب ہوں تو اُن کو کافر کہا جائیگا اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ ہوں اور اگرچہ وہ اسلام سے خارج ہونیکا قصد بھی نہ کریں

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اہل قبلہ کو کافر کہا جا سکتا ہے (جبکہ وہ کفر صریح کے مرتکب ہوں) اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ بھی ہوں، نیز یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ بسا اوقات قصداً کفر اختیار کئے بغیر اور تبدیل مذہب کا ارادہ کئے بغیر بھی انسان کافر ہو جاتا ہے (یعنے اگرچہ انسان خود کو مسلمان سمجھتا رہے تب بھی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو مذکورہ بالا حدیث میں "مشاہدہ کرنے والوں کے پاس دلیل و برہان کے موجود ہونے کی ضرورت نہ ہوتی" (بلکہ اُن لوگوں کے قصد و ارادہ پر مدار ہوتا) اور ایسے مستحق تکفیر لوگ ہم ہی میں سے (یعنے مسلمانوں میں سے ہی) ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث کے مذکورہ ذیل الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔

فھم من جلدتنا	پس یہ لوگ ہماری ہی ملت میں سے ہیں ہماری ہی زبان
ویتکلمون بالسنتنا،	بولتے ہیں (یعنے مسلمان کہلاتے ہیں قرآن وحدیث سے
وھم دُعاۃ علی ابواب	استدلال کرتے ہیں) حالانکہ وہ جہنم کے دروازوں پر
جھنم من اجابھم	کھڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہے ہیں

الیھا قذفوہ فیھا	جو کوئی ان کی آواز پر لبیک کہے گا اس کو بھی جہنم میں
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۹ باب کیف الا	ڈالدیں گے (یعنے ان کے عقائد سراسر گمراہی اور جہنم
اذالم تکن جماعۃ)	میں لیجانے والے ہیں جو اُن کو اختیار کرے گا جہنم میں
	جائے گا)

حافظ ابن حجرؒ قابسیؒ سے من جلد تنا کی تفسیر ذیل کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

معناہ انھم فی الظاھر	اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ظاہر میں تو ہمارے ہی دین
علی ملتنا وفی الباطن	پر ہیں (یعنے دیکھنے میں مسلمان ہیں)، لیکن باطن میں
مخالفون	وہ ہمارے مخالف ہیں (یعنے حقیقت میں مسلمان
	نہیں ہیں)

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حافظ ابن حجرؒ خوارج کو اس حدیث کا مصداق قرار دیتے ہیں (اور مسلمانوں میں ایسے لوگوں کے پائے جانے کی صورت) فتح ص ۷۶ ج ۱۳ پر دجال کے حالات کے تحت حسب ذیل بیان فرماتے ہیں۔

واما الذی یدعیہ فانہ یخرج	جو شخص یہ دعویٰ کرے گا وہ ابتداءِ کار میں ایمان
اولاً فیدعی الایمان والصلاح ثم	اور صلاح و تقویٰ کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد نبوت
یدعی النبوۃ ثم یدعی الالٰھیۃ	کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

اور ثلاثین دجالا (تیس دجالوں) والی حدیث اور بعض روایات میں ان کی تیس ۳۰ سے زائد تعداد کی توجیہ کے ذیل میں ص ۷۴ پر فرماتے ہیں۔

"ہوسکتا ہے کہ نبوت (اور خدائی) کا دعویٰ کرنے والے تو تیس ہی ہوں اور باقی صرف کذاب ہوں لیکن گمراہی کی جانب لوگوں کو دعوت یہ بھی دیتے ہوں جیسے غالی شیعہ، فرقہ باطنیہ، فرقہ اتحادیہ، فرقہ حلولیہ اور ان کے علاوہ وہ تمام گمراہ فرقے جو ایسے عقائد کی جانب لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جن کا رسول اللہ

کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہونا قطعی اور یقینی ہے "

دیکھئے حافظ اس حجر نے ان تمام فرقوں کو دجال کی صف میں داخل اور کافر نہ صرف اس لئے قرار دیا کہ یہ ضروریات دین کے منکر ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ رسول اللہ کے لائے ہوئے دین کے مخالف ہیں (بہرحال یہ تمام گمراہ اور کافر فرقے مسلمانوں میں سے ہی پیدا ہوئے اور ہوں گے اس کے باوجود وہ قطعی طور پر کافر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبلہ اگر کفر یہ عقائد و اعمال یا موجبات کفر کو اختیار کریں تو خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر واجب ہے)

مصنف علیہ الرحمۃ (یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ اگر اہل قبلہ کفر صریح کے مرتکب ہوں تو قبلہ سے منحرف نہ ہونے کے باوجود وہ کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر ضروری ہے) فرماتے ہیں کہ :

اس کے بعد ابن عابدین (علامہ شامی) کی شرح منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں ج (۱) باب الامامہ ص ۳۷۱ پر ذیل کی تصریح میری نظر سے گذری۔

وحرّر العلامہ نوح آفندی ان مراد الامام بما نقل عنہ ماذکرہ فی الفقہ الاکبر من عدم التکفیر بالذنب الذی ھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ فتامل	علامہ نوح آفندی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے جو اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت منقول ہے اس کی مراد وہی ہے جو فقہ اکبر میں مذکور ہے کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے، جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اچھی طرح سمجھ لو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے

نیز حضرت مصنف رح فرماتے ہیں کہ : امام ابوحنیفہؒ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مسئلہ سب نے صرف منتقی کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے جیسا کہ شرح مقاصد میں صفحہ ۲۶۹ پر اور مسایرہ میں (ص ۲۱۴ پر طبع جدید مصری) تصریح کی ہے اور محقق ابن امیر حاج نے شرح تحریر ج ۳ ص ۳۱۸ پر

منقی کے عبارت امام ابوحنیفہ سے حسب ذیل الفاظ میں نقل کی ہے۔

ولا نکفر اھل القبلۃ بذنب	اور ہم تو کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔

دیکھئے اس عبارت میں بذنب کی قید موجود ہے۔ درحقیقت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا یہ قول (جیسا کہ علامہ نوح آفندی کی تحقیق ہے) صرف معتزلہ اور خوارج کی تردید کے لئے ہے (کہ خوارج تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار کہتے ہیں لیکن ہم یعنے اہل سنت والجماعت نہ اُس کو کافر کہتے ہیں نہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار بلکہ اس کو مسلمان اور لائق مغفرت مانتے ہیں) اس لئے کہ جملہ کا انداز بتلا رہا ہے کہ امام صاحب ان لوگوں پر تعریض کر رہے ہیں جو ایک مومن مسلمان کو بغیر کسی کفریہ قول یا فعل کے سرزد ہوئے محض کسی گناہ کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دیدیتے ہیں۔ لیکن کلمات کفر کہنے پر بھی اگر کسی کو کافر نہ کہا جائے گا تو پھر اُن کلمات کو "کلمات کفر" نہ کہنا چاہئے، اور یہ محض فریب اور مغالطہ ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب الایمان (طبع قدیم ۱۳۲۵ھ) ص ۱۲۱ پر مندرجہ ذیل تصریح میری نظر سے گذری

ونحن اذا قلنا اھل السنۃ متفقون علی انہ لا یکفر بذنب فانما نرید بہ المعاصی کالزنا	ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے تو اس گناہ سے ہماری مراد زنا و شراب خوری وغیرہ معاصی ہوتے ہیں۔

علامہ قونوی نے شرح عقیدہ طحاویہ میں ص ۲۴۶ پر پوری طرح اس کی وضاحت کی ہے

ملحدوں اور زندیقوں کا دجل و فریب (غرض ائمہ کرام کے قول لا نکفر اھل القبلۃ سے ملحدوں اور زندیقوں نے از راہ دجل و فریب بہت زیادہ ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے اور ہمیشہ تکفیر سے

بچنے کے لئے ائمہ کے اس قول کو بطور سپر استعمال کیا ہے) اسی لئے بہت سے ائمہ تو یہ کہنے سے بھی احتراز کرتے ہیں:

لا نکفر احدا بذنب — ہم کسی گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے

بلکہ وہ کہتے ہیں۔

انا لا نکفرا ھم بکل ذنب کما یفعله الخوارج — ہم ہر گناہ کی وجہ سے ان کو اس طرح کافر نہیں کہتے جیسے خوارج کہتے ہیں۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ص ۱۹۶ پر بحث ایمان کے تحت علامہ قونوی سے (اسی مشہور و معروف مقولہ لا نکفر احدا بذنب کے تحت صرف "فساد عقیدہ" کی صورت میں تکفیر کو نقل کیا ہے۔

وفی قوله بذنب اشارة الی تکفیرہ بفساد اعتقادہ کفساد اعتقاد المجسمه والمشبه ونحوهم لان ذلک لا یسمی ذنبا والکلام فی الذنب — بذنب کے لفظ میں اس امر کی جانب اشارہ موجود ہے کہ فساد عقیدہ کی بنا پر ضرور کافر کہا جائے گا جیسا کہ مشبہ اور مجسمہ وغیرہ کے فاسد عقیدے کہ ان کو کافر ان کے فاسد عقائد کی بنا پر کہا جاتا ہے (نہ کہ کسی گناہ کی بنا پر) اور ظاہر ہے کہ فساد عقیدہ کو گناہ نہیں کہا جا سکتا) اور ہماری بحث گناہ (یعنے معصیت) سے ہے۔

یہی فرق امام طحاوی کے کلام سے معتصر باب التفسیر میں ص ۹۴۳ پر منقول ہے اور امام غزالیؒ نے

خلاصہ و حاصل کلام | (۱) مصنف نور اللہ مرقدہ اس باب میں علماء امت کی مذکورہ بالا عبارات و تصریحات سے مندرجہ ذیل امور کو ثابت فرمانا چاہتے ہیں۔

(۱) اُمت مسلمہ کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ ضروریات دین یعنے وہ مجمع علیہ عقائد و احکام جن کا دین رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہونا قطعی اور یقینی ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے اور منکر قطعاً کافر ہے اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ بھی ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو۔ (باقی صفحہ ۵۰ پر)

اقتصاد کے آخر میں بھی یہی فرق بیان فرمایا ہے (حاصل یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کفریہ عقائد و اعمال کی وجہ سے بھی اس کو کافر نہ کہا جائے بلکہ "بذنب" کی قید سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تکفیر سے ممانعت کا حکم صرف "گناہ" تک محدود ہے اور صرف مسلمان کے لئے ہے۔ اور کفریہ عقائد و اعمال اختیار کر لینے کے بعد تو وہ مسلمان اور اہل قبلہ میں سے ہی نہیں رہتا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ سے آگے) (۲) کفر صریح یعنے کفریہ عقائد و اقوال و اعمال کا ارتکاب قطعاً کفر اور انکا مرتکب یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ خود کو مسلمان سمجھتا رہے اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ عبادات و احکام شرعیہ کا پابند ہو۔

(۳) متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" سے مراد وہ مومن کامل ہے جو رسول اللہ کے لائے ہوئے پورے دین پر ایمان رکھتا ہو کفریہ عقائد و اعمال کا ارتکاب کرنے والے یا ضروریات دین کا انکار کرنے والے انسان کو "اہل قبلہ" میں سے ماننا یا کہنا یا ناواقفیت پر مبنی ہے یا فریب اور دھوکہ ہے۔

(۴) "اہل قبلہ" کی اصطلاح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے ماخوذ ہے اس کا تعلق امیر یا حاکم سے ہے نہ کہ عام مسلمانوں سے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امیر یا حاکم جبتک "شعائر دینیہ" کا احترام کرتا رہے اسکی اطاعت واجب اور اس کے خلاف بغاوت ممنوع ہے لیکن اگر وہ بھی "کفر صریح" کا ارتکاب کرے تو اسلام سے خارج اور اس کے خلاف بغاوت جائز ہے۔

(۵) "لا نکفر اھل القبلۃ" یا "اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں" یہ ائمہ اہلسنت میں سے ہرگز کسی کا قول نہیں بلکہ جاہلوں یا زندیقوں اور ملحدوں کا گھڑا ہوا مقولہ ہے۔

(۶) ائمہ کا مقولہ لا نکفر احدا بذنب ہے اور ذنب سے مراد گناہ اور معصیت ہے اس لئے کہ ائمہ سے یہ مقولہ خوارج اور معتزلہ کی تردید کے ذیل میں منقول ہے جو کسی بھی گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ہر مومن مسلمان کو کافر اور ایمان و اسلام سے خارج قرار دیدیتے ہیں اس مقولہ کو کسی کفر صریح کا ارتکاب کرنے والے یا ضروریات دین کا انکار کرنے والے مسلمان کے حق میں استعمال کرنا کھلا ہوا فریب اور دھوکہ ہے یا خالص ناواقفیت اور لاعلمی۔

(۷) ضروریات دین کے انکار میں کوئی تاویل مسموع اور معتبر نہیں اس لئے کہ جو تاویل قرآن، حدیث، اجماع امت یا قیاس جلی کے خلاف ہو وہ قطعاً باطل ہے۔

(۸) نوٹ:۔ اس تحقیق کے مطابق جو لوگ "تجارتی سود" کو حلال اور سودی کاروبار کو جائز کہہ رہے ہیں وہ ضروریات دین کے منکر اور کافر ہیں اعاذنا اللہ۔ اس لئے کہ احل اللہ البیع وحرم الربوا قرآن کی نص صریح ہے اور رسول اللہ کے عہد سے لیکر آج تک امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ربوا مطلقاً یعنے سود کسی بھی صورت میں ہو حرام ہے نہ صرف یہ بلکہ مذاہب اربعہ کے فقہاء ہر اس معاملہ اور کاروبار کو فاسد اور ناجائز قرار دیتے ہیں جس میں ربوا (سود) کا شائبہ بھی ہو فاعتبروا یا اولی الابصار (مترجم)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب فتح الباری شرح بخاری کے اقتباسات

جو سہل انکار اور تسامح پسند علما کے شکوک و شبہات کے ازالہ اور ملحدوں کے دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں

حافظ ابن حجر رح فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۸ بعد حدیث بردتؓ کی مفصل شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔	کسی بھی فرض شرعی کا انکار، اتمام حجت کے بعد منکر کے کفر کا اور اس سے باز نہ آنے پر قتال کا موجب ہے

مرتدین پر غلبہ حاصل ہونے کے بعد صحابہ کرام میں اختلاف ہوا کہ آیا کافروں کی طرح ان مرتدین کے اموال کو مال غنیمت اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنا لیا جائے

سلہ چونکہ اس زمانہ میں آئے دن مسلمانوں میں نو بنو ملحد اور زندیق افراد اور فرقے پیدا ہو رہے ہیں اور اسلام کے نام پر کفر پھیلانے اور امت کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اس لئے علماء امت کے لئے "ملحدین اہل قبلہ کی تکفیر" کا مسئلہ غایت درجہ اہمیت اختیار کر چکا ہے لہذا حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ نے اس مسئلہ میں علماء امت کے ہر طبقہ کے علماء اعلام کی تحقیقات کو پورے استیعاب کے ساتھ جمع کرنے کا عزم فرمایا ہے اور چونکہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہ جامع العلوم والفنون ہونے کے باوجود طبقہ محدثین میں اپنے عہد کے زندہ آیۃ من آیات اللہ کے مقام پر اور حجۃ اللہ علی الخلق کی حیثیت کے مالک ہیں اس لئے اول محدثین کے طبقہ میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کو سر فہرست رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ حافظ موصوف متاخرین میں مسلم طور پر علوم حدیث کے یکتاء زمانہ امام اور حافظ حدیث ہیں اور اس سلسلہ میں فتح الباری جلد ۱۲ کے مذکورہ اقتباسات پیش فرماتے ہیں۔ ۱۲ از مترجم

سلہ امام بخاری علیہ الرحمہ باب من أبی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے نقل کرتے ہیں

لما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے (باقی حاشیہ پر)

یا نہیں ؟ بلکہ اُن کے ساتھ مسلمان باغیوں کا سا معاملہ کیا جائے ؟ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ "پہلی رائے" کے حامی تھے اور انھوں نے (اپنے عہد خلافت میں) اسی پر عمل کیا حضرت عمر رضؓ دوسری "رائے" کے حامی تھے چنانچہ اُنھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے اس پر مناظرہ کیا جسکی تفصیل کتاب الاحکام میں آئیگی اور اُنکے عہد خلافت میں اور صحابہ بھی انکے ساتھ متفق ہوگئے (بہرحال اُسوقت تو تمام صحابہ کرام اس پر متفق ہوگئے ہر وہ شخص (یا قوم) جو کسی بھی فرض شرعی کا کسی شبہ کی بنا پر انکار کرے اُس سے اِس انکار سے باز

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ سے آگے) واستخلف ابوبکر وکفر من کفر من العرب قال عمر یا ابا بکر کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ قال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی منعہا قال عمر فواللہ ما ھو الا ان رأیت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر

اور ابوبکر خلیفہ ہوگئے اور عرب کے جو قبائل کافر ہونے تھے ہوگئے (اور حضرت ابوبکر نے اُن سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا) تو حضرت عمر نے کہا اے ابوبکر تم ان لوگوں سے جنگ کیونکر کر سکتے ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں پس جس شخص نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیا۔ اُس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچالیا بجز حق اللہ کے (کہ اگر وہ حق اللہ کو ادا نہ کرے تو بیشک اس کو قتل کرونگا)، اور اس کا حساب (کہ اس کے دل میں کیا ہے) اللہ کے سپرد ہے (رہ جاتے) تو اس پر ابوبکر نے کہا بخدا میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں تفریق کریگا (ایک کو مانے گا اور ایک کو نہیں) اس لئے کہ زکوۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز جان کا حق ہے) خدا کی قسم اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی جو حضور علیہ السلام کو دیا کرتے تھے

آنے کا مطالبہ کیا جائے، اس پر اگر گروہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے تو اتمام حجت کے بعد اس سے جنگ کی جائے۔ اگر وہ (ہتھیار ڈالنے کے بعد) انکار سے باز آجائے تو فبہا ورنہ اس صورت میں اسکے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے (یعنی خود اسکو قتل کردیا جائے اور اسکے اموال کو مال غنیمت اور اُس کے بیوی بچوں کو غلام قرار دیدیا جائے) اور کہا جاتا ہے کہ مالکیہ میں سے اصبغ پہلے ہی قول (رائے) کے قائل ہیں اسی لئے انکو نادر (منفرد) مخالف

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: عومل معاملۃ الکافر سے مراد قتل پر بناءِ کفر ہے اس لئے کہ حافظ ابن حجر رح اس سے پہلے اسی صفحہ پر فرما چکے ہیں۔

والذین تمسکوا باصل الاسلام	جو لوگ اصل اسلام پر قائم رہے لیکن مذکورہ بالا شبہ
ومنعوا الزکوٰۃ بالشبھۃ التی ذکروھا	کی بنا پر زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے رہے اُن پر اتمام
لم یحکم علیھم بالکفر قبل اقامۃ	حجت سے پہلے ان کو کافر نہیں قرار دیا گیا (یعنی اتمام
الحجۃ۔	حجت کے بعد کافر قرار دیدیا گیا)

اسی طرح آگے چل کر حافظ رح نے امام قرطبی رح سے "اس شخص کے بارے میں جو کسی بدعت (گمراہی) کو دل میں پوشیدہ رکھتا ہو" یہی (فیصلہ) نقل کیا ہے (کہ اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا جائے گا)

فروعیات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی

نیز مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شبھۃ سے حافظ علیہ الرحمہ کی مراد "تاویل" ہے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ مؤول سے بھی توبہ کے لئے کہا جائے گا اگر وہ

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۲ سے آگے) للقتال فعرفت انہ الحق	دیا کرتے تھے مجھے دیتے انکار کریں گے تو میں اس کے منع کرنے پر اُن سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا پس بخدا میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کرنے پر ابوبکر کو شرح صدر (اور اطمینان قلب) عطا فرما دیا ہے تو میں نے بھی سمجھ لیا کہ یہی حق ہے (مجھے بھی ان کی اطاعت کرنی چاہئے)۔

سلہ حافظ علیہ الرحمہ ص ۵۴۲ پر ان لوگوں کا شبہ اور تاویل حسب ذیل بیان فرماتے ہیں۔

وصنفٌ منعوا الزکاۃ وتأولوا قوله	مرتدین کی ایک قسم وہ لوگ تھے (باقی صفحہ ۵۴ پر)

توبہ کرلے توفبہا ورنہ اسے کافر قرار دیدیا جائے گا یہی تاویل کا انتہائی فائدہ ہے (کہ توبہ کا موقع دیا جاتا ہے) لیکن تاویل کی بنا پر حکم کفر سے بچ جائے یہ ممکن نہیں (لہذا حافظ ابن حجر اور امام قرطبی کی اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مؤول کو رجوع نہ کرنے کی صورت میں کافر قرار دیدیا جائے گا اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو نیز یہ کہ تاویل حکم کفر سے نہیں بچاتی)

خوارج اہل قبلہ ہونے کے باوجود کافر ہیں — حافظ ابن حجر رح ص ۲۶۶ و ۲۶۷ ج ۱۲ پر فرماتے ہیں کہ ابو سعید خدری رض کی (مذکورہ بالا) روایت [له] (کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جسم سے نکل جاتا ہے) ان لوگوں کی دلیل ہے جو "خوارج" کو کافر کہتے ہیں اور امام بخاری کے طرز عمل کا تقاضہ بھی یہی ہے اس لئے کہ انھوں نے ترجمۃ الباب میں خوارج کو ملحدین کے ساتھ رکھا ہے (اور فرمایا ہے باب قتل الخوارج والملحدین الخ) اور متاولین کیلئے علیحدہ باب قائم کیا ہے (جس سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳ سے آگے) تعالے خذ من اموالهم الآیہ وزعموا ان دفع الزکوٰۃ خاص بہ صلی اللہ علیہ وسلم لان غیرہ لایطھرھم ولا یصلی علیہم — جنہوں نے صرف زکوٰۃ سے انکار کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے قول خذ من اموالهم الآیہ سے استدلال کیا تھا کہ زکوٰۃ دینا صرف رسول اللہ کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی نہ پاک کرسکتا ہے اور نہ (سکو لعلیا فرمیں) دعا دے سکتا ہے (پھر کسی اور کو زکوٰۃ کیوں دی جائے)

له امام بخاری رح باب قتل الخوارج کے ذیل میں دوسری حدیث ابو سعید خدری رض کی لاتے ہیں جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یخرج فی ھذہ الامۃ ولم یقل منھا قوم تحقرون — ابو سعید خدری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت میں (آپ نے اس امت میں سے نہیں فرمایا) (باقی صفحہ ۵۵ پر)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک خوارج اور ملحدین کا حکم ایک ہے دونوں کافر اور مستحق قتل ہیں)

خوارج کے کفر کے دلائل حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قاضی ابوبکر ابن العربی نے شرح ترمذی میں اس کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ خوارج کافر ہیں اس لئے کہ (۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "وہ دین سے نکل گئے" (۲) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میں ان کو قوم عاد کی طرح قتل (اور نیست ونابود) کروں گا" بعض روایات میں عاد کے بجائے ثمود کا لفظ آیا ہے اور یہ دونوں قومیں کفر کی بنا پر ہلاک ہوئی ہیں (۳) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ھم شرا لخلق اور یہ عنوان صرف کفار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (۴) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ (خوارج) اللہ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مبغوض ہیں (۵) نیز یہ خوارج ہر اس شخص کو جو ان کے عقائد کا مخالف ہو کافر اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ سے آگے) صلوٰتکم مع صلوٰتھم یقرؤن القرآن لا یجاوز حلقومھم او حناجرھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیۃ فینظر الرامی الی سھمہ الی نصلہ الی رصافہ فیتمارٰی فی الفوقۃ ھل علق بھا من الدم شیٔ

(یعنے وہ مسلمان نہ ہوں گے) ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ پر حقیر سمجھو گے وہ قرآن بھی پڑھتے ہوں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے یا (فرمایا) ہنسلیوں سے نیچے نہ اترتا ہوگا (یعنے دل علم قرآن سے بالکل کورے ہوں گے) وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے (تیرانداز کا) تیر شکار کے جسم سے صاف نکل جاتا ہے پس تیرانداز اپنے تیر کو یعنی کبھی اسکے پھلکے کو دیکھتا ہے کبھی ڈنڈی کو پھر اس کے پرے پر شک کرتا ہے کہ اس پر کچھ خون وغیرہ لگا بھی ہے یا نہیں۔

"مخلد فی النار" (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی) کہتے ہیں اس لئے یہ خود ہی اس نام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں (یعنے کافر اور مخلد فی النار ہیں کیونکہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے)۔

شیخ تقی الدین سبکی رح کا استدلال اور مخالفین کے شبہات کا جواب — حافظ علیہ الرحمۃ صفحہ ۲۶۷ پر فرماتے ہیں متاخرین میں سے جو حضرات خارجیوں کو کافر کہتے ہیں شیخ تقی الدین سبکی رح بھی ان میں شامل ہیں چنانچہ وہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

جو لوگ خارجیوں اور غالی رافضیوں (تبرائی شیعوں) کو کافر کہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ اعلام صحابہ (چوٹی کے صحابہ) کو کافر کہتے ہیں اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے اس لئے کہ آپ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے سبکی فرماتے ہیں: میرے نزدیک ان کی تکفیر کے لئے یہ استدلال بالکل صحیح ہے باقی جو لوگ ان کو کافر نہیں کہتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ تکذیب اس وقت لازم آسکتی ہے جبکہ یہ ثابت ہوجائے کہ ان صحابۂ کبار کی تکفیر سے پہلے ان کو رسول اللہ کی اس شہادت کا یقینی طور پر علم تھا (اور اس کے باوجود انھوں نے اُن صحابہ کرام کو کافر کہا ہے) مگر (سبکی کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ دلیل محل نظر ہے اس لئے کہ انھوں نے اُن صحابہ کرام کو کافر کہا ہے جن کے مرتے دم تک کفر و شرک سے بری ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے (اور ایسے قطعی و یقینی امور میں عدم علم عذر نہیں ہوتا) اور یہ علم و یقین ہر اس شخص کی تکفیر پر اعتقاد رکھنے کے لئے جو ان کبار صحابہ کو کافر کہے کافی ہے۔ فرماتے ہیں اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا (یعنے اگر وہ کافر نہیں ہے تو

کہنے والا ضرور کافر ہو گیا)

صحیح مسلم میں ج ۱ ص ۵۷ پر اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

جس شخص نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کا اتہام لگایا یا "اللہ کا دشمن" کہا وہ خود کافر ہو گیا۔

اس کے بعد سبکی فرماتے ہیں۔

"یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ یہ (خارجی اور غالی شیعہ) اُس جماعت پر کفر کا اُتہام لگاتے ہیں جن کے مومن ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے لہذا واجب ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ان کو کافر کہا جائے اور یہ (کبار صحابہ کو کافر کہنے کی وجہ سے خارجیوں اور رافضیوں کو کافر کہنا) ایسا ہی ہے جیسے علما (متفقہ طور پر) کسی شخص کو بت یا کسی اور چیز کو سجدہ کرتے دیکھکر اس کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ صراحتاً اسلام سے انکار نہ بھی کرے حالانکہ تمام علما کفر کی تفسیر جحود (انکار) سے کرتے ہیں (گویا جحود دو طریق پر ہے ایک قولی اور ایک فعلی ساجد صنم کا فعل وعمل زبانی انکار کے مرادف اور "جحود فعلی" ہے اسی طرح ان خارجیوں اور غالی شیعوں کا یہ عمل یعنی تکفیر صحابہ و مومنین۔ یہی جحود فعلی ہے (لہذا ان کو بھی کافر کہنا چاہئے) سبکی فرماتے ہیں کہ اگر یہ حضرات غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کو کافر کہنے کا باعث "اجماع" کو قرار دیں (کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہے) تو ہم کہتے ہیں کہ جیسے ساجد صنم کو زبان سے انکار کئے بغیر اجماع امت کی بنا پر کافر کہا جاتا ہے ایسے ہی اُن احادیث صحیحہ "متواترہ" کی بنا پر جو ان خوارج کے بارے میں آئی ہیں اِن کو کافر کہنا چاہئے اگرچہ یہ لوگ ان صحابہ کرام کے کفر سے بری ہونے کا عقیدہ نہ بھی رکھتے ہوں جن کی تکفیر کرتے

ہیں (اجماع اور خبر متواتر دونوں یکساں طور پر قطعی حجت ہیں)۔ اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل ایسے ہی ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کا اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل اسکو کفر سے نہیں بچا سکتا (حاصل یہ ہے کہ کفریہ اقوال و افعال کا ارتکاب مطلقاً موجب کفر ہے اگرچہ وہ شخص خود کو مسلمان کہتا ہو اور فرائض شرعیہ پر عمل بھی کرتا ہو)

اہل قبلہ قصد و ارادہ کے بغیر بھی کفریہ عقائد واعمال کی بنا پر اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں

حافظ علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ امام طبری کا رجحان بھی تہذیب الآثار میں کچھ اسی طرف ہے چنانچہ احادیث باب تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"یہ احادیث اُن لوگوں کے قول کی تردید کرتی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد اہل قبلہ میں سے کوئی فرد یا اگروہ اسوقت تک اسلام سے خارج (اور کافر) نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے کا ارادہ نہ کرے۔ یہ قول بالکل باطل ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی حدیث میں فرماتے ہیں

یقولون الحق ویقرؤن القرآن	وہ حق بات زبان سے کہتے ہوں گے قرآن پڑھتے
ویمرقون من الاسلام ،	ہوں گے اس کے باوجود وہ اسلام سے نکل جائینگے
لا یتعلقون منہ بشیٔ	اور ان کو اسلام سے کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔

قرآن کی مراد کے خلاف باطل تاویلیں کرنے والے اور حرام کو حلال قرار دینے والے کافر ہیں

اس کے بعد طبریؒ فرماتے ہیں اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ خوارج مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھنے کے مرتکب صرف ان باطل تاویلات کی بنا پر ہوئے ہیں جو اُنھوں نے قرآن کی آیات میں اُس کی اصل مراد کے برعکس کر رکھی تھیں (لہٰذا وہ مسلمانوں کو کافر کہنے اور ان کے جان و مال کو

حلال قرار دینے کے مرتکب ہو چکے اس لئے وہ خود کافر ہو گئے اگرچہ اسلام سے نکلنے کا قصد نہ بھی کیا ہو)

اس کے بعد طبری نے اپنے بیان کی تائید میں حضرت ابن عباس کی مذکورہ ذیل روایت بسند صحیح نقل کی ہے۔

ذکر عند کا الخوارج وما یلقون	حضرت ابن عباس کے سامنے خوارج کا اور قراءت
عند قراءۃ القرآن فقال	قرآن کے وقت جو وہ تاویلیں کرتے ہیں ان کا ذکر آیا تو
یومنون بمحکمہ ویھلکون عند	اس پر فرمایا کہ یہ لوگ قرآن کی محکم (واضح) آیات پر تو
متشابھہ	ایمان لاتے ہیں اور متشابہ (غیر واضح) آیات (کی باطل تاویلات) میں ہلاک ہوتے ہیں۔

طبری رح فرماتے ہیں: جو لوگ خوارج کو کافر کہتے ہیں ان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ان کے قتل کر دینے کا حکم آیا ہے۔

فاینما لقیتموھم فاقتلوھم	پس جہاں یہ تمہیں ملیں ان کو قتل کر دو، بیشک جو
فان فی قتلھم اجراً لمن قتلھم	شخص ان کو قتل کرے گا قیامت کے دن ان کے قتل
یوم القیامۃ	کرنے کا اجر پائے گا۔

باوجودیکہ عبداللہ بن مسعود رض کی روایت میں تصریح آچکی ہے کہ کسی بھی مسلمان کو قتل کرنا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے بغیر جائز نہیں جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے (معلوم ہوا کہ خارجیوں کے قتل کر دینے کا حکم اسی وجہ کے ذیل میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں سے الگ ہو گئے)

چنانچہ امام قرطبی المفہم میں فرماتے ہیں۔

خارجیوں کے کافر ہونے کی تائید حدیث ابو سعید خدری رض کی تمثیل سے بھی ہوتی

ہے (جس کے مختلف طرق ص ۲۵۳ اور ۲۶۱ پر مذکور ہیں اور سابقہ حاشیہ میں ہم اس حدیث کو نقل کر چکے ہیں) اس لئے کہ اس تمثیل کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اسلام سے اس طرح صاف نکل جائیں گے اور انکا اسلام سے ایسے ہی کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا جیسے تیر انداز کا تیر اپنی تیز رفتاری اور تیر انداز کی قوت کی وجہ سے شکار کے جسم سے صاف نکل جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر تیر پر باقی نہیں رہتا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی "علاقہ" کے مطلقاً باقی نہ رہنے کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا ہے (دیکھو حدیث ابو سعید باب من ترک قتال الخوارج کے ذیل میں)

سبق الفرث والدم — وہ تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا یعنے خون وغیرہ تک کا اس پر کوئی اثر نہیں اسی طرح خوارج اسلام سے نکل جائیں گے کہ اسلام کا نام ونشان تک بھی ان میں نہ رہے گا)

امت کو گمراہ یا صحابہ کو کافر کہنے والا کافر ہے اسلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں

چنانچہ قاضی عیاض رح اسی حدیث کے ذیل میں شفا کے اندر فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم ہر اس شخص کے کافر اور اسلام سے خارج و بے تعلق ہونے کا قطعی یقین رکھتے ہیں جو کوئی ایسی بات کہے جس سے امت کی تضلیل یا صحابہ کی تکفیر ہوتی ہو۔"

مصنف الروضۃ نے کتاب الردۃ میں قاضی عیاض رح کے اس قول کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے۔

خوارج کے متعلق علماء کلام کی احتیاط کوشی

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت میں سے علماء کلام (متکلمین) عام طور پر خارجیوں کو "فاسق" کہتے ہیں (کافر نہیں کہتے) اور یہ کہ کلمہ شہادت پڑھ لینے اور ارکان اسلام کی پابندی کرنے کی وجہ سے (وہ مسلمان ہیں اور) ان پر اسلام

کے احکام جاری ہیں۔ فاسق بھی صرف اس وجہ سے ہیں کہ انھوں نے ایک باطل تاویل کی بنا پر اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور ان کا یہ باطل عقیدہ ہی اپنے مخالفین کے جان و مال کو حلال اور مباح سمجھ لینے اور اُن پر کفر و شرک کی شہادت دیدینے کا موجب ہوا ہے۔"

خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علماءِ اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ خارجی اپنی مشہور و معروف گمراہی کے باوجود مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور انسے شادی بیاہ کرنے اور انکا ذبیحہ کھانے کو وہ جائز کہتے ہیں اور یہ کہ جبتک وہ اصل اسلام (یعنی توحید، رسالت حیوٰۃ بعد الموت کے عقیدہ) پر قائم ہیں اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ (تکفیر خوارج کا) مسئلہ متکلمین کے لئے سب سے زیادہ اشکال کا موجب بن گیا ہے چنانچہ فقیہ عبدالحق نے جب امام ابوالمعالی سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو انھوں نے یہ کہہ کر جواب دینے سے معذرت ظاہر کی کہ "کسی کافر کو اسلام میں داخل کر دینا (اور مسلمان کہہ دینا) اور کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کر دینا (اور کافر کہہ دینا) دینی اعتبار سے بڑی ذمہ داری کا کام ہے"

نیز قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

ابوالمعالی سے پہلے قاضی ابوبکر باقلانی نے بھی اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ "ان خوارج نے صراحتاً تو کفر کا ارتکاب نہیں کیا ہاں ایسے عقائد ضرور اختیار کئے ہیں جو کفر تک پہونچا دینے والے ہیں"

امام غزالی رحمہ اللہ فیصل التفرقۃ بین الایمان والزندقۃ میں فرماتے ہیں کہ

جہاں تک ہو سکے کسی کو کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہیئے اس لئے کہ توحید کا اقرار کرنے والے نمازیوں کی جان و مال کو مباح (اور ان کو کافر) قرار دے دینا

بہت بڑی غلطی ہے اور ہزارہا کافروں کو مسلمان کہدینے اور اُن کو زندہ سلامت چھوڑ دینے میں غلطی کرنا، ایک مسلمان کو (کافر کہدینے اور اس کا) خون بہانے میں غلطی کرنے کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔

مخالفین کے دلائل | حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"خوارج کی تکفیر کرنے والے علما ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ تیسری (اور بخاری میں دوسری) حدیث[1] میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین سے نکل جانے کو تیر کے شکار سے نکل جانے کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا۔

فیتمارٰی فی الفوقۃ	پس تیر انداز تیر کے سرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا ہے
ھل علق بھا شیٔ	کہ اس میں کچھ لگا بھی ہے (یا نہیں، یعنے یہ تیر کے جسم سے نکلا بھی ہے یا نہیں ایسے ہی ان لوگوں کے متعلق شک ہوگا کہ یہ دین سے نکلے بھی ہیں یا نہیں)

چنانچہ ابن بطال فرماتے ہیں۔

"جمہور علما کی رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فیتمارٰی فی الفوقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خارجی مسلمانوں کی جماعت سے خارج (اور کافر) نہیں ہیں اس لئے کہ فیتمارٰی شک کی دلیل ہے اور جب ان کا کفر مشکوک ہوا تو ان کے اسلام سے خارج ہونے کا حکم قطعی طور پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ اس لئے کہ جو شخص قطعی اور یقینی طور پر اسلام میں داخل ہو چکا وہ قطع ویقین کے بغیر اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا"

حضرت علی کی روایت | ابن بطال فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "اہل نہروان" (خوارج) کے کفر کے متعلق سوال کیا گیا (کہ وہ کافر ہیں یا نہیں) فرمایا "مِنَ الکفرِ فرّوا" (کفر سے تو

---

[1] یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس سے قبل حاشیہ میں نقل کی جا چکی ہے۔

وہ بھاگے ہیں ،، (یعنے اُنھوں نے اپنے خیال کے مطابق کفر سے بچنے کے لئے ہی مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی ہے تو جو شخص کفر سے اسقدر بچتا ہو وہ کافر کیسے ہو جائے گا)

محدثین کی جانب سے جواب | حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اگر حضرت علی رض کا یہ قول (اثر) از روئے سند صحیح ثابت ہو تو اس کو حضرت علیؓ کے خارجیوں کے اُن کفریہ عقائد سے واقف نہ ہونے کے زمانہ پر محمول کیا جائیگا جن کی بنا پر تکفیر کرنے والوں نے ان کو کافر کہا ہے (یعنے حضرت علی نے یہ اسوقت فرمایا ہوگا جبکہ انکو نہروانیوں کے کفریہ عقائد کا علم نہ تھا ورنہ وہ تو خود بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اس میں فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم[1] کی تصریح موجود ہے اور اسی بنا پر انھوں نے خوارج سے خونریز لڑائیاں لڑی ہیں اور ان کو بیدریغ قتل کیا ہے)

نیز حافظ رح فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فیتماری فی الفوقۃ سے ان کے کفر کے مشکوک ہونے پر استدلال بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جیسے بعض طرق حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ایسے ہی بعض طرق میں جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے اور آئندہ بھی آئے گا لم یعلق منہ بشی (شکار کا خون وغیرہ مطلق لگا ہوا نہیں) اور بعض طرق میں سبق الفرث والدم (تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا) بھی آیا ہے (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ تیر پر مطلق کچھ لگا ہوا نہ ہونا" بیان فرمانا چاہتے ہیں نہ کہ "شکار کے جسم سے نکلنے یا نہ نکلنے میں شک" ظاہر کرنا) لہذا ان تینوں طریقوں کے (مذکورہ بالا) الفاظ کو جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ تیر انداز اول وہلہ میں تیر کو بالکل صاف دیکھ کر فوقہ کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ شکار کے بدن سے گذرا اور نکلا بھی ہے یا نہیں اس کے بعد اسے یقین ہو جاتا ہے کہ (تیر شکار کے

---

[1] یہ الفاظ باب قتل الخوارج الخ کی پہلی حدیث میں موجود ہیں جو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

جسم سے گذرا اور نکلا تو ضرور ہے لیکن) اتنی تیزی سے گذرا ہے کہ اس کے سبب سے شکار کے خون، لید وغیرہ کا نام ونشان تک نہیں بالکل صاف نکل گیا)

فرماتے ہیں: یہ بھی ممکن ہے کہ الفاظ حدیث کا اختلاف اِن لوگوں کے اختلاف حال پر مبنی ہو (کہ بعض لوگ تو قطعی طور پر اسلام سے نکل گئے ہوں گے اور بعض کے متعلق شک ہوگا کہ اسلام سے ان کا کوئی علاقہ ہے یا نہیں اور فتیمارای کے الفاظ پچھلے گروہ سے متعلق ہوں اور لم یعلق منہ اور سبق الفرث والدم پہلے گروہ متعلق ہوں

امام قرطبی المفہم میں فرماتے ہیں: از روئے حدیث خوارج کا کفر (بمقابلہ عدم کفر کے) زیادہ واضح ہے۔

خوارج کو کافر کہنے اور نہ کہنے کا فرق | اس کے بعد قرطبی فرماتے ہیں۔

خوارج کو کافر کہنے کی صورت میں ان سے جنگ کی جائے گی اور قتل کیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنایا جائے گا چنانچہ محدثین کے ایک گروہ کا مسلک اموال خوارج کے بارے میں یہی ہے اور کافر نہ کہنے کی صورت میں باغی مسلمانوں کا سا معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا جو اسلامی حکومت سے بغاوت کرکے لڑنے کے لئے مقابلہ پر آجائیں (یعنے جو لڑتے ہوئے مارے جائیں گے وہ مارے جائیں گے اور جو بچ جائیں گے ان کو بغاوت کی سزا دی جائے گی یا معاف کردیا جائے گا امام کی رائے پر موقوف ہے)

آگے فرماتے ہیں: لیکن ان میں سے جو لوگ کسی پوشیدہ گمراہی کو دل میں رکھتے ہوں گے اس کے منظر عام پر آجانے کے بعد آیا ان سے توبہ کے لئے کہا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کو قتل کیا جائے گا یا نہیں بلکہ ان کی گمراہی کے ازالہ اور تردید کی کوشش جاری رکھی جائے گی؟ اس کے بارے میں علماء

کے درمیان اسی طرح اختلاف ہے جیسے ان کو کافر کہنے اور نہ کہنے کے بارے میں (یعنی جو لوگ کافر کہتے ہیں وہ پہلی صورت کو اختیار کرتے ہیں اور قتل کا حکم دیتے ہیں اور جو کافر نہیں کہتے وہ دوسری صورت کو اختیار کرتے ہیں)

لیکن فرماتے ہیں: تکفیر کا دروازہ بڑا خطرناک دروازہ ہے اس سے احتراز اور سلامتی کے برابر ہمارے نزدیک کوئی چیز نہیں (یعنے جہاں تک ہوسکے اس سے احتراز کیا جائے)

احادیث خوارج سے مستنبط فوائد و احکام (۱) قرطبی رح فرماتے ہیں: ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم الشان پیشین گوئی اور صداقت کی دلیل بھی موجود ہے کہ ایک واقعہ کے پیش آنے سے بہت پہلے آپ نے ہو بہو اس کی خبر دیدی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خوارج نے اپنے مخالف مسلمانوں کے کفر کا اعلان کردیا تو ان کا خون بہانے کو بھی اپنے لئے حلال و مباح سمجھ لیا (اور بیدریغ خونریزی اور قتل وغارت شروع کردی) غیر مسلم ذمّیوں (یہود و نصاری) کی تو جان بخشی کردی کہ "یہ ذمّی ہیں ان سے ہم (جان و مال کی سلامتی کا) معاہدہ کرچکے ہیں اس کو ضرور پورا کریں گے"، مشرکوں سے بھی قتل و قتال ترک اور جنگ بند کردی (کہ یہ تو ہیں ہی کافر و مشرک ان سے دین کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا) اور اپنے مخالف مسلمانوں سے خونریز لڑائیاں لڑنے (اور بے گناہ مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے) میں مشغول ہوگئے (کہ ان سے دین کو نقصان پہونچتا ہے گمراہی پھیلتی ہے اس لئے کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو صفحہ ہستی سے مٹانا فرض عین ہے العیاذ باللہ) یہ اُن جاہلوں کی انتہائی حماقت اور سیہ باطنی کی دلیل ہے جن کے قلوب علم و معرفت کے نور سے محروم اور تاریک تھے اور ان کے قدم ایمان و یقین کے کسی محکم مقام پر راسخ نہ تھے (اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی تھی یقرؤن القرآن ولا یجاوز حناجرھم) اس کے ثبوت کے لئے یہی بہت کافی ہے کہ ان کے سرغنہ (ابن ذی الخویصرہ) نے خود صاحب شریعت علیہ السلام کے حکم کو ٹھکرایا اور (العیاذ باللہ) آپ پر ظلم و جور کا بہتان لگایا تھا۔

(جس پر حضرت عمر رضا اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے) اللہ بچائے ایسی سرکشی اور گستاخی و بے باکی سے)

(۲) کفار و مشرکین کی بہ نسبت خوارج سے جنگ کرنا زیادہ ضروری ہے

ابن ہبیرہ رح فرماتے ہیں: مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت کفار و مشرکین کے خوارج سے جنگ کرنا اور ان کے فتنہ کا استیصال کرنا زیادہ ضروری ہے (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ) اس کی حکمت یہ ہے کہ ان خارجیوں سے جنگ کرنا دین کے اصل سرمایہ (دین اور دیندار مومنوں) کی حفاظت کے لئے ہے اور کفار و مشرکین سے جنگ کرنا منافع کمانے (یعنے مسلمانوں کی تعداد بڑھانے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے) کے لئے ہے (اور ظاہر ہے کہ اصل سرمایہ کی حفاظت منافع کمانے کی بہ نسبت زیادہ ضروری اور مقدم ہوتی ہے)

(۳) جن آیات کے ظاہری معنی اجماع امت کے خلاف ہوں ان میں تاویل ضروری ہے

نیز اس حدیث سے ان تمام لائق تاویل آیات کے ایسے ظاہری معنی مراد لینے کی ممانعت بھی نکلتی ہے جو اجماع امت کے خلاف ہوں. (یعنے جن آیات میں صحیح تاویل کرکے اجماع امت کے موافق ومطابق بنایا جاسکتا ہے اُن کے وہ ظاہری معنی مراد نہ لینے چاہئیں جو اجماع امت کے مخالف ہوں مثلاً ان الحکم الا للّٰہ کے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی حاکمیت درست نہیں لہذا علی رضا بھی کافر اور واجب القتل ہیں اور معاویہ رضا بھی اس لئے کہ دونوں حاکمیت کے مدعی ہیں یا دونوں نے حَکَم کے فیصلہ کو مان لیا ہے. قطعاً غلط اور اجماع امت و نصوص قرآنیہ کے خلاف ہیں)

(۴) دینداری میں غلو خطرناک ہے

نیز ان احادیث میں دینداری کے اندر اس غلو و حد سے تجاوز کو اور عبادت میں اُس نفس کشی کو جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی خطرناک قرار دیا ہے (چنانچہ خوارج کا یہی غلو تمام تر فساد اور کفر و خذلان کا سبب بنا ہے) اس لئے کہ صاحب شریعت

علیہ السلام نے تو اس شریعت کو انتہائی سہل اور قابل عمل قرار دیا ہے اسی طرح کفار کے ساتھ سختی اور تشدد کی اور مومنین کے ساتھ رافت و شفقت کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے لیکن ان خوارج نے (محض اپنے جہل اور غلو فی الدین کی وجہ سے) بالکل اس کے برعکس کر دیا تھا۔ (کہ مومنین کے ساتھ ظلم و تشدد اور کفار کے ساتھ شفقت و رافت کو اپنا شعار بلکہ جزو ایمان بنا لیا تھا اور ریاضات شاقہ میں غلو کی وجہ سے دین کو انتہائی دشوار اور شریعت کو ناقابل عمل بنا دیا تھا)

(۵) امام عادل کے خلاف جو بغاوت اور جنگ کرے اس سے جنگ کرنا ضروری ہے

اسی طرح ان احادیث سے اُس فرد یا جماعت سے جنگ کرنے کی اجازت بھی نکلتی ہے جو امام عادل کی طاعت کو بالائے طاق رکھ کر اس کے مقابلہ پر آمادۂ کارزار ہو جائے اور اپنے فاسد عقائد کی بنا پر قتل و غارت اور خونریزی شروع کر دے اسی طرح وہ فرد یا گروہ جو رہزنی اور غارتگری اختیار کر کے ملک میں فساد اور بدامنی پھیلا دے اور لوگوں کے لئے گھروں سے نکلنا اور سفر کرنا خطرناک یا ناممکن بنا دے۔

ہاں جو فرد یا گروہ کسی ظالم حکمراں کے ظلم و جور سے اپنی جان و مال اور اہل و عیال کو بچانے کی غرض سے بغاوت کرے وہ شرعاً معذور ہے اس کے خلاف (ظالم حکمراں کی حمایت میں) جنگ نہ کرنی چاہیے اس لئے کہ اس مظلوم کو حق پہونچتا ہے کہ وہ بقدر طاقت و قوت ظالموں سے اپنے جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرے۔ کتاب الفتن میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

چنانچہ طبری نے بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی نقل کی ہے کہ حضرت علی نے خوارج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو بیشک اُن سے جنگ کرو اور اگر امام ظالم کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو ان سے جنگ ہرگز نہ کرو اس لئے کہ اس صورت میں یہ شرعاً معذور ہیں،،

حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کربلا کے میدان میں حسین بن علی رضی اللہ کی جنگ

یزید سے، اور حرہ (مدینہ) میں اہل مدینہ کی جنگ عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور مکہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ حجاج سے نیز عبدالرحمٰن بن اشعث کے واقعہ میں قُراء قرآن کی جنگ حجاج سے اسی قبیل سے ہیں (یعنے ظالموں کے خلاف ان کے ظلم وجور سے بچنے کے لئے لڑی گئی ہیں یہ حضرات عند اللہ معذور تھے)

(٦) بلا قصد بھی مسلمان دین سے خارج (اور کافر ہو جاتا) ہے

ابن ہبیرہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض مسلمان دین سے خارج ہونے کا قصد، اور اسلام کے بجائے کسی اور دین کے اختیار کرنے کا ارادہ، کئے بغیر بھی (محض اپنے کفریہ عقائد واعمال کی بناء پر) دین سے خارج اور کافر ہو جاتے ہیں (یعنے کسی مسلمان کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ قصداً اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرے بلکہ کفریہ عقائد اور اقوال واعمال کا اختیار کر لینا ہی اسلام سے خارج اور کافر ہو جانے کے لئے کافی ہے حدیث خوارج میں یمرقون کا لفظ خاص طور پر اس کو ظاہر کرتا ہے)

(٧) خارجی فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے تمام گمراہ اور باطل پرست فرقوں میں سب سے زیادہ خطرناک خارجی فرقہ ہے یہ اسلام کے حق میں یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں (اس لئے[ا۵] کہ یہ اسلام کے نام پر کفر پھیلاتے ہیں)

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ہبیرہ رح کا یہ آخری استنباط اس قول پر مبنی ہے کہ خوارج مطلقاً کافر ہیں (گویا حافظ ابن حجر رح کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے)

[ا۵] ہمارے زمانہ میں بھی اسلام اور قرآن کے نام پر کفر اور دین کا نام لیکر بے دینی پھیلانے والے افراد اور فرقے موجود ہیں اور نو بنو پیدا ہو رہے ہیں اور بڑی مشکل سے مسلمان ان کو اسلام سے خارج اور کافر جانتے اور مانتے ہیں ان کی تکفیر اور بیخکنی اتنی ہی ضروری ہے جتنی اس زمانہ میں خوارج کی تکفیر اور بیخکنی ضروری تھی اور اس رسالہ کو اس وقت اردو میں ترجمہ اور شائع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور اور دین و دینداروں کو ان فتنوں سے محفوظ فرمائیں آمین ثم آمین - مترجم

(۸) حضرت عمرؓ کی منقبت | نیز ان احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی منقبت نکلتی ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے (اس لئے کہ وہ ابن ذی الخویصرہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم و جور کی جانب منسوب کرتے ہی اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے)

(۹) کسی کے دین و ایمان کی تصدیق محض اسکے ظاہر کو دیکھکر نہ کر دینی چاہئے | نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی فرد یا فرقہ کی تعدیل (دین و ایمان کی تصدیق) میں محض اس کے ظاہری اقوال و اعمال پر اکتفا نہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ عبادت و طاعت، دینداری و پرہیزگاری اور زہد و تقشف میں انتہائی مقام پر کیوں نہ پہونچا ہوا ہو جبتک اس کے باطنی عقائد و اعمال اور اندرونی حالات کی تحقیق نہ کرلی جائے (اس وقت تک اس کے دین و ایمان کی تصدیق نہ کی جائے۔ درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد ہی اس حدیث سے امت کو متنبہ کرنا اور اس دھوکہ میں پڑنے سے بچانا ہے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ صفحہ ۲۴۷ باب قتل من ابی قبول الفرائض کے تحت حدیث سادت کے ذیل میں ایمان و اسلام کے شرعاً معتبر ہونے کے لئے توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ جمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور جملہ احکام شریعت کی پابندی کا اقرار کرنے کا ضروری ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ ثابت ہو جائے کہ کسی بھی فرض شرعی کا انکار موجب کفر ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے سلسلہ میں جس کی تخریج امام بخاری باب قتل من ابی قبول الفرائض کے ذیل میں کی ہے اور ہم حاشیہ میں اس کو نقل کر چکے ہیں فرماتے ہیں:-

---

اس حدیث سادت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص صرف لا الٰہ الا اللہ کہے اگرچہ اس پر (محمد رسول اللہ کا) اضافہ نہ بھی کرے اس کو قتل کرنا ممنوع ہے لیکن کیا وہ صرف اتنا ہی کہنے سے مسلمان بھی ہو جائے گا یہ محل بحث ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ مسلمان تو نہ ہوگا مگر اس کے قتل سے باز رہنا

واجب ہے اس کے بعد تحقیق کی جائے اگر وہ اس کے ساتھ رسالت (محمدؐ رسول اللہ) کی شہادت بھی دے اور تمام احکام شریعت کی پابندی کا اقرار بھی کرے تب اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں الا بحق الاسلام کے استثناء سے اسی جانب اشارہ ہے (یعنے یہ استثنا اسی غرض سے ہے کہ اگر رسالت کی شہادت نہ دے یا کل یا بعض احکام شریعت کی پابندی کا اقرار نہ کرے تو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود کافر اور واجب القتل ہے)

امام بغوی رح فرماتے ہیں

یہ کافر اگر بت پرست ہو یا دو خداؤں کا ماننے والا ہو (جیسے مجوسی کہ یزداں اور اہرمن دو خدا مانتے ہیں) تب تو صرف کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ پڑھ لینے پر ہی اس کو مسلمان قرار دے دیا جائے اور اس کے بعد تمام احکام شریعت کے ماننے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے بے تعلقی کا اعلان کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر یہ کافر توحید کا تو قائل ہے مگر رسول اللہ کی نبوت کو نہیں مانتا (جیسے یہودی یا نصرانی) تو جبتک محمد رسول اللہ نہ کہے اس کو مسلمان نہ قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ محمدؐ رسول تو ہیں مگر صرف اہل عرب کے لئے ہیں تو اس کے مسلمان قرار دینے کیلئے رسول اللہ کے ساتھ الی جمیع الخلق (تمام مخلوق کے لئے) کا اضافہ بھی ضروری ہے اور اگر کسی فرض شرعی کا انکار کرنے یا حرام کو حلال سمجھ لینے کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا گیا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کے لئے اپنے اس عقیدہ سے تائب ہونے کا اعلان کرنا بھی ضروری ہے۔

حافظ رح ص ۲۴۷ ج ۱۲ پر فرماتے ہیں علامہ بغوی کے بیان میں یجبر کے

لفظ کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر وہ التزام احکام شرعیہ کا اقرار نہ کرے تو اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے (یعنے اس کو اسی حالت پر نہ چھوڑا جائے گا بلکہ اقرار نہ کرے تو مرتد قرار دیکر اس کو قتل کر دیا جائے گا) علاّمہ قفّال نے اس کی تصریح کی ہے۔

خوارج کے بارے میں امام غزالی کی تحقیق | حافظ علیہ الرحمہ ص ۲۵۲ پر باب قتل الخوارج کے ذیل میں خوارج کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کا حال تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

امام غزالی علیہ الرحمہ وسیط میں دوسرے علماء اسلام کا اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکم خوارج کے سلسلہ میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُن پر مرتد کا حکم لگایا جائے دوسرے یہ کہ اُن کو باغی مسلمان قرار دیا جائے امام رافعی نے اوّل صورت کو ترجیح دی ہے .... مگر یہ ارتداد کا حکم ہر خارجی پر نہیں لگایا جا سکتا اس لئے کہ خارجیوں کے دو گروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جو حکومت سے بغاوت بھی کرتا ہے اور اپنے باطل عقائد کے ماننے پر بھی لوگوں کو مجبور کرتا ہے یہ وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے (اور یقیناً کافر ہیں) دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے عقائد کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ حکومت حاصل کرنے کے لئے موجودہ حکومت کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ پھر اس دوسرے گروہ کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جماعت جن کی بغاوت کا محرک دین کی حمایت وصیانت اور خلق اللہ کو ظالم حکمرانوں کے جور وستم سے نجات دلانے اور سنت رسول اللہ کو قائم کرنے کا جذبہ ہے۔ یہ حضرات اہل حق ہیں انہی میں شہید کربلا حضرت حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ اور حرّہ کا (مدینہ) میں (مروانیوں سے) جنگ کرنے والے اہل مدینہ اور (حجاج سے جنگ کرنے والے)

قتال داخل ہیں (ان کو یقیناً کافر و مرتد نہیں کہا جا سکتا یہ تو غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں) دوسری قسم وہ جماعت ہے جو صرف ملک گیری کے جذبہ کے تحت (حکومت وقت سے) بغاوت کرتی ہے خواہ کوئی مذہبی گمراہی ان میں پائی جائے خواہ نہیں یہ یقیناً باغی ہیں۔ کتاب الفتن میں انشاء اللہ ان کا حکم بیان کیا جائے گا۔

اجماع امت کا مخالف کافر اور دین سے خارج ہے

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ فرائض واحکام شرعیہ جن کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر و مرتد ہو جاتا ہے ان کا "متواتر" ہونا ضروری نہیں بلکہ "مجمع علیہ" عقائد و اعمال کا منکر بھی کافر و مرتد ہے ص ۱۷۷ ج ۱۲ پر حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث لا یحل دم امرأ مسلم کے ذیل میں التارک لدینہ المفارق للجماعۃ کی شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:)

ابن دقیق العید رح فرماتے ہیں کہ المفارق للجماعۃ سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اجماع امت کا مخالف ہو۔ اس صورت میں اس سے وہ لوگ استدلال کر سکیں گے جو اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہتے ہیں چنانچہ بعض علما کی جانب یہ استدلال منسوب بھی ہے لیکن یہ استدلال کچھ واضح نہیں اس لئے کہ بعض اجماعی مسائل تو بطور "تواتر" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں مثلاً نماز کا فرض ہونا لیکن بعض اجماعی مسائل از روئے سند "متواتر" نہیں ہوتے قسم اول کا منکر تو بیشک کافر ہے اس لئے کہ وہ ایک امر متواتر کا منکر ہے نہ اس لئے کہ اجماع اُمت کا مخالف ہے لیکن قسم دوم کا منکر کافر نہ ہوگا (اس لئے کہ وہ کسی امر متواتر کا منکر نہیں ہے)

چنانچہ ہمارے استاذ (حافظ عراقی) رحمہ اللہ علیہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ "صحیح یہ ہے کہ منکر اجماع کو صرف اس صورت میں کافر کہا جائے گا جبکہ وہ کسی ایسے امر اجماعی کا انکار کرے جس کا وجوب قطعی طور پر دین سے ثابت

ہو مثلاً صلوات خمسہ کا منکر"۔ بعض علما نے اس سے زیادہ محتاط تعبیر اختیار کی ہے اور کہا ہے کہ جس امر اجماعی کا "وجوب" تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے۔ حدوث عالم کا عقیدہ بھی اسی میں داخل ہے چنانچہ قاضی عیاض وغیرہ علماء دین نے عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھنے والے کے کفر پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

شیخ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ: اس مقام پر (مسئلہ حدوث عالم کے باب میں) بعض ایسے بزرگوں کے قدم پھسل گئے ہیں جو علوم عقلیہ میں مہارت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ فلسفہ یونان کی طرف مائل ہیں ان کا خیال ہے کہ جو حدوث عالم کا منکر ہو اس کو کافر نہ کہا جائے اس لئے کہ اس میں صرف "اجماع" کی مخالفت ہے اور اہل سنت کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "اجماع کا مخالف مطلقاً کافر نہیں بلکہ جو اجماعی مسائل بطور تواتر صاحب شریعت سے ثابت ہوں صرف ان کا مخالف کافر ہوتا ہے" (اور حدوث عالم اُن کے خیال میں صاحب شریعت سے بطور تواتر ثابت نہیں ہے) شیخ ابن دقیق العید فرماتے ہیں یہ استدلال ساقط اور ناقابل التفات ہے یا بصیرت ایمانی سے محرومی اس کا محرک ہے یا جان بوجھ کر حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا اس کا باعث ہے اس لئے کہ حدوث عالم ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر امت کا اجماع بھی ہے اور از روئے سند متواتر بھی ہے (لہٰذا اس کا منکر یقیناً کافر ہے)"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (صفحہ ۱۸۰ ج ۱۲) اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ "اجماع کا مخالف مفارق للجماعۃ میں داخل (اور کافر) ہے"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورۂ بالا اقتباسات سے جو امور منقح ہوتے ہیں

اُن کا بیان اور مصنف رحمہ اللہ کی ان پر تنبیہ اور دوسرے مآخذ سے مزید تائید

اوّل: خوارج و ملحدین کی تکفیر کے بارے میں امام بخاریؒ کی رائے

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خوارج کے ان بعض فرقوں کی تکفیر کی جانب مائل ہیں جو مستحق تکفیر ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب خلق افعال العباد میں اس کی تصریح کرتے ہیں نیز حق کو منوا دینے اور توبہ کرانے کے بعد (بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو) ان کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ اور یہ اُن سے منوانا بھی واجب اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ان کو حق کے قبول کرنے پر مجبور و مضطر کر دیا جائے یعنی انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ کسی منکر حق کے دل میں اسطرح یقین و ایمان پیدا کر دے اور حق کو دل میں اُتار دے کہ اس کے بعد بس عناد اور سینہ زوری کے علاوہ اور کوئی مرتبہ باقی نہ رہے جیسا کہ ان سطحی عقل والوں کا زعم ہے جو ائمہ دین کے اقوال و کتب کے علم و مطالعہ سے محروم ہیں اور انھوں نے اپنے اس خیال کی بنیاد صرف اس زمانہ کی رائج آزادیٔ فکر و رائے[۱] اور عقلی حسن و قبح پر رکھی ہے (یعنے ان کے نزدیک حق و باطل

---

[۱] اسی نظریہ کی بنا پر آج ہر معمولی اُردو داں بھی علی الاعلان فہم قرآن کا مدعی ہے اور اپنی عقل و فہم کے معیار پر قرآن کی مراد متعین کرنے میں مصروف اور مصر ہے اور دین کے قطعی اور یقینی احکام میں نہایت آزادی کے ساتھ تاویلیں اور تحریفیں کر رہا ہے نہایت بے باکی سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رہا ہے اور مدعی ہے کہ اسلام یہی ہے جو میں نے سمجھا ہے اور میں کہتا ہوں حالانکہ علوم قرآن و حدیث اور اصول دین و مذہب سے بالکل کورا اور جاہل محض ہے قرآن و حدیث اور علوم دینیہ کی زبان عربی تک سے قطعی ناآشنا ہے اور علماء اگر اس کے خلاف لب کشائی کرتے ہیں تو برملا کہتا ہے کہ قرآن صرف علما کے لئے نہیں اُترا ہے اور مولوی ہی دین کے ٹھیکہ دار نہیں ہیں ہم ان کی پیروی کیوں کریں ہمیں بھی خدا نے عقل و فہم دی ہے "غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اعجاب کل ذی رأی برأیہ اس زمانہ میں پوری پوری صادق آرہی ہے اعاذنا اللہ منہ" مترجم

کا معیار عقل انسانی ہے جس کو انسان کی عقل حق کہے وہ حق ہے اور جس کو باطل کہے وہ باطل اور آزادی فکر و رأی کی بنا پر کوئی کسی کا پابند نہیں اور نہ کوئی کسی کو اسلام سے خارج و کافر قرار دے سکتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک کسی منکر حق کو جتنک کہ وہ خود قائل نہ ہو جائے اسلام سے خارج، کافر اور مستحق قرار دینا درست نہیں)

چنانچہ مرتد کے بارے میں علماء مذاہب اربعہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مرتد سے توبہ کرائی جائے اس کے شبہ کو (جو باعث ارتداد ہے) دور کیا جائے یعنے اس کے سامنے ایسے دلائل بیان کئے جائیں جو اس کے شبہ کو دور کرنے کے لئے کافی ہوں نہ یہ کہ کوئی خواہی نخواہی اس کے دل میں حق کا یقین اُتار دے اور اس کے ماننے پر اس کو مجبور کر دے اس کے بعد بھی اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو کفر کی بنا پر قتل کر دیا جائے۔

شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ مسایرہ میں (ص ۲۰۸ طبع جدید مصر) پر ایسے امر قطعی کے انکار کے بارے میں جو ضروری (متواتر) نہ ہو فرماتے ہیں۔

مگر یہ کہ اہل علم اُس منکر کو سمجھائیں اور بتلائیں کہ یہ قطعی (یقینی) امر ہے، اس پر بھی اگر وہ (انکار پر) اُڑا رہے (تو اس کو کافر قرار دے کر قتل کر دینا جائز ہے)

حموی نے کتاب الجمع والفرق میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور بحر الرائق میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول فرقہ جاہلہ کی تعلیم کے ذیل میں اور فتاوی ہندیہ (عالمگیری) میں ج ا ص ۲۶۹ پر کتاب الیتیمہ سے نماز کے متعلق جو قول نقل کیا ہے ان تمام اقوال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ (کہ مخالف کے سامنے دلائل بیان کر دینا اور اس کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دینا کافی ہے اس کے دل میں حق کو اُتار دینا اور منوا دینا ضروری نہیں کہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے)

اب آپ صحیح بخاری کے تراجم لیجئے اور دیکھئے کہ ہم نے امام بخاری کے جس رجحان کا دعویٰ کیا ہے وہ کس طرح ظاہر و ثابت ہے) صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴ پر امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

باب قتل الخوارج والملحدين	خارجیوں اور ملحدوں پر حجت قائم کردینے کے بعد ان
بعد اقامة الحجة عليهم	کے قتل کردینے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے
وقوله تعالیٰ وما كان الله	اس کا ثبوت "اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ
ليضل قوما بعد اذ هدٰهم	کسی قوم کو وہ ہدایت کردینے (اور راہ حق دکھا دینے) کے
حتى يبين لهم ما يتقون	بعد گمراہ کردے یہاں تک کہ اُن پر وہ طریقے واضح فرادے
	جن سے وہ (گمراہی سے) بچ سکیں۔

اس کے بعد وہ دوسرا باب ص ۱۰۲۴ ج ۲ پر اُن "اعذار" کو بیان کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں جن کی بنا پر ان لوگوں کے قتل کو ترک کیا گیا جہاں بھی ترک کیا گیا اور فرماتے ہیں

باب من ترك قتال الخوارج	خوارج سے جنگ ترک کرنے کا بیان تالیف قلب کی
للتألف ولئلا ينفر الناس	غرض سے، اور اس لئے کہ لوگ اسلام سے نفرت نہ
عنه	کرنے لگیں،

اس کے بعد تیسرا باب ص ۱۰۲۵ پر "تاویل" پر قائم کرتے ہیں (کہ کونسی تاویل معتبر اور موثر ہے اور کونسی نہیں) فرماتے ہیں۔

باب ماجاء فى المتأولين	تاویل کرنے والوں کا بیان

واضح ہو کہ اس تاویل سے خوارج کی تاویلوں جیسے تاویلیں مراد نہیں ہیں اس لئے کہ خوارج کے متعلق تو باب پہلے قائم ہی کر چکے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک خوارج متأولین میں داخل ہی نہیں اور ان کی تاویل معتبر نہیں یعنے ان کو کفر اور قتل سے نہیں بچا سکتی) بلکہ صاحب فتح الباری کے الفاظ میں "ان سے وہ تاویلین مراد ہیں جن کی کلام اہل عرب میں گنجائش ہو اور از روئے علم دین ان کے لئے وجہ جواز وصحت موجود ہو" (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۷۰) چنانچہ حافظ ابن حجر کے شاگرد رشید شیخ الاسلام زکریا انصاری تحفۃ الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

ولا خلاف ان المتأول	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تاویل کرنے والا اپنی
معذور بتاویلہ اذا کان	تاویل کی وجہ سے معذور (اور جاہل) سمجھا جائے گا
تاویلہ سائغا	بشرطیکہ کلام عرب میں اس تاویل کی گنجائش ہو

لہذا معلوم ہوا کہ اس سے مطلق تاویل (چاہے کلام عرب میں اس کی گنجائش ہو چاہے نہ ہو) مراد نہیں ہو سکتی اس لئے کہ محض تاویل (خواہ کیسی ہی ہو) مؤول کو قتل سے نہیں بچا سکتی بلکہ کفر سے بھی نہیں بچا سکتی (جیسا کہ حکم خوارج سے ظاہر ہے)

ثانی: کسی بھی قطعی (یقینی) امر کا انکار کفر ہے اگرچہ منکر اس کے قطعی ہونے کو نہ بھی جانتا ہو

کسی بھی قطعی (یقینی) امر کا انکار کفر ہے اور یہ بھی شرط نہیں کہ اس کے قطعی ہونے کو وہ جانتا ہو اور پھر انکار کرے اور تب ایک قطعی امر کا (جان بوجھ کر) انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جیسا کہ بعض وہم پرستوں کا توہم ہے بلکہ اس امر کا فی الواقع قطعی ہونا شرط ہے (خواہ منکر کو اس کا علم ہو یا نہ ہو) ایسے واقعی امر قطعی کا جو شخص بھی انکار کرے گا (کافر ہو جائے گا) اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اگر توبہ کر لی تو فبہا ورنہ کفر کی بنا پر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور بقول شاعر

ولیس وراء اللہ للمرء	انسان کے لئے اللہ (پر ایمان لانے اور اس سے ڈرنے
مذہب	کے سوا کوئی راہ نہیں۔

(ایک کافر و مرتد کے لئے بھی توبہ کے سوا اور کوئی راہ (نجات) نہیں) یہ تنقیح شیخ تقی الدین سبکی کے بیان سے بھی جس کو حافظ نے صفحہ ۲۶۷/۱۲ پر نقل کیا ہے مستنبط ہوتی ہے

ثالث: کسی اہل قبلہ کے اسلام سے خارج اور کافر ہونے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد ضروری نہیں

حافظ ابن حجرؒ کا مذکورہ بالا بیان ان لوگوں کے قول کی بھی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد کسی اہل قبلہ مسلمان کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جبتک کہ وہ خود جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے (اور مذہب تبدیل کرنے) کا

ارادہ نہ کرے،،

یہ تنقیح حافظ رح کے صفحہ ۲۶۷ پر نقل کردہ طبری کے بیان سے نیز قرطبی کے بیان کے آخری حصہ سے بھی نکلتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مذکورہ ذیل بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ الصارم المسلول کے ص ۳۶۸ پر (مرتد کی توبہ کے معتبر نہ ہونے کے ذیل میں) فرماتے ہیں۔

غرض یہاں یہ ہے کہ جیسے ارتداد سب وشتم کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے اسی طرح تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے (یعنے کسی بھی موجب ارتداد قول وفعل کا ارتکاب انسان کے مرتد ہو جانے کے لئے کافی ہے قصد وارادہ کا مطلق دخل نہیں) جیسے کہ ابلیس "انکار ربوبیت" کا قصد کئے بغیر محض آدم کو سجدہ کرنے سے انکار واستکبار کی وجہ سے) کافر ہو گیا (حالانکہ یا رب کہہ رہا ہے) اگر چہ اس قصد (تبدیل مذہب وارادہ تکذیب رسول) کا نہ ہونا اس شخص کے لئے ایسا ہی مفید نہیں جیسے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے قصد کفر کا نہ ہونا مفید نہیں (یعنے جیسے کلمہ کفر کا زبان سے کہنا ہی موجب کفر ہے خواہ کہنے والا کافر ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کا قصد وارادہ کرے یا نہ کرے ایسے ہی محض زبان سے موجب ارتداد کلمہ کا کہنا ہی مرتد ہونے کے لئے کافی ہے تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کی نہ ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ)

اس کے بعد فرماتے ہیں

(علاوہ ازیں) اس شخص نے (موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب کر کے) محض اعتقاد کی تبدیلی کا اظہار نہیں کیا کہ دوبارہ اس عقیدہ کی جانب رجوع کر لینے (اور توبہ کرنے) سے اس کی جان ومال محفوظ ہو جائے (اور بپاداش ارتداد یعنے قتل سے بچ جائے بلکہ یہ توہین دین اور ایذاء مسلمین کا مرتکب

ہوا ہے (اس کی سزا اس کو ضرور دی جائے گی) اور یہ قول (یعنے زبان سے کلمہ ارتداد کہنا) تغیر اعتقاد کے لئے لازم بھی تو نہیں (ہو سکتا ہے کہ اعتقاد نہ بدلا ہو اور محض ایذاء مسلمین کے لئے یہ کلمہ کہتا ہو یا اعتقاد بدل جائے اور زبان سے اظہار نہ کرے) تا کہ اس قول (کلمہ ارتداد) کا حکم تغیر اعتقاد کے حکم کے مانند ہو جائے (اور توبہ قبول کر لی جائے۔ درحقیقت موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب بجائے خود ارتداد ہے اور اس کی پاداش میں قتل کا موجب ہے اعتقاد کی تبدیلی کا اس میں کچھ دخل نہیں)

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

اور اس جہت سے کہ اس شخص کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے یا کہا جا سکتا ہے کہ "اعتقاد برقرار ہونے کے باوجود ایسا کلمہ زبان سے نکل جاتا ہے" تو پھر ایسے شخص سے بھی یہ کلمہ ارتداد سرزد ہو سکتا ہے جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونے کا ارادہ نہ کرے (تو اس کو بھی مرتد اور واجب القتل نہ کہنا چاہئے) اور ظاہر ہے کہ اس کا فساد قصداً تبدیل مذہب کے فساد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تبدیل مذہب کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ کفر ہے لہٰذا کفر کے نتائج بد اسکو تبدیل مذہب سے باز رکھیں گے اور اس (زبان سے کلمہ کفر و ارتداد کہنے) کو وہ اس وقت تک کفر (وارتداد) نہیں سمجھتا جبتک حلال جان کر سرزد نہ ہو بلکہ اس کو وہ صرف معصیت سمجھتا ہے، حالانکہ یہ سب سے بڑا کفر ہے (حاصل یہ ہے کہ اگر زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے والے کی تکفیر و حکم ارتداد لگانے میں تبدیل مذہب کے قصد و ارادہ کی شرط کو معتبر مان لیا جائے گا تو ایک عظیم تر کفر یعنے توہین دین و ایذاء مسلمین کا دروازہ کھل جائے گا اور زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے کا خوف دلوں سے نکل جائے گا)

حافظ ابن تیمیہؒ کی اس تحقیق کو نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہٗ حافظ ابن حجرؒ کے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا احادیث میں لفظ مروق کا مطلب یہی ہے کہ وہ دین سے نکل جائیں گے اور ان کو پتہ بھی نہ چلے گا اس لفظ کے لغوی معنی کا تقاضہ اور حق بھی یہی ہے (یعنی مروق اور خروج میں فرق ہی یہ ہے کہ مروق ایسے نکل جانے کو کہتے ہیں کہ نکلنے کا احساس نہ ہو اور نکل جائے بخلاف خروج کے کہ اس میں یہ شرط معتبر نہیں ہے لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خروج کے بجائے مروق سے تعبیر کرنے میں اسی کی جانب اشارہ ہے کہ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ ہم دین سے خارج ہو گئے، چنانچہ مروق سھم کی تمثیل اور اس کی تفصیل بھی اسی امر کی نشاندہی کرتی ہے لہذا ثابت ہوا کہ دین سے نکل جانے اور کافر ہو جانے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد یا اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے)

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

اور جو لوگ تکفیر میں قصد وارادہ کا اعتبار کرنے کے قائل ہیں ممکن ہے وہ اس کے بھی قائل ہوں کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اگر معاند نہ ہوں تو ہلاک (یعنی مخلد فی النار) نہ ہوں گے (اس لئے کہ وہ اسلام کی تکذیب کا قصد نہیں کرتے) چنانچہ بعض علما کی جانب یہ قول منسوب بھی ہے، حالانکہ قاضی ابوبکر باقلانی فرماتے ہیں کہ "یہ قول سراسر کفر ہے" جیسا کہ قاضی عیاض شفا میں ذکر فرماتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (قصد وارادہ کا اعتبار کرنے والے) قائل کی دلیل اگر بالفرض ثابت ہو جائے تو یقیناً عام ہو گی اور ان تمام لوگوں کو شامل ہو گی جو معاند نہ ہوں خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم (حالانکہ یہ قطعاً غلط اور باطل ہے اس لئے کہ غیر مسلم خواہ معاند ہو خواہ نہ ہو یقیناً کافر اور مخلد فی النار ہے جیسا کہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے لہذا کلمہ کفر کہنے والے کی تکفیر میں قصد وارادہ کا اعتبار کرنا

سراسر غلط ہے)

رابع وخامس: تکفیر خوارج کے متعلق مصنفؒ کا فیصلہ اور "خوارج" کا مصداق

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ رحمہ اللہ کا ان لوگوں کے دلائل کا جواب دینا جو خوارج کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں اور اس کے بعد خود ان کو دو قسموں پر تقسیم کرنا ایک وہ جو کافر ہیں اور ایک وہ جو کافر نہیں ہیں اور وسیط سے امام غزالی کا بیان اس کی تائید میں نقل کرنا ثابت کرتا ہے کہ اگر حافظ مطلقاً تکفیر خوارج کے قائل نہ بھی ہوں تب بھی وہ عدم تکفیر کے دلائل کا جواب دے رہے ہیں (جس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ دلائل عدم تکفیر کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں)

مصنف علیہ الرحمہ خود فیصلہ کرتے ہیں:

حق یہ ہے کہ جو لوگ کسی امر متواتر کا انکار کریں ان کی تکفیر کی جائے گی اور جو کسی امر متواتر کا انکار نہ کریں ان کو کافر نہ کہا جائے گا نیز یہ بھی حق ہے کہ یمرقون والی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فرقہ مارقہ (دین سے غیر محسوس طریق پر نکل جانے والا فرقہ) ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب[لہ] ہے۔ اور اس (تکفیر خوارج کے) مسئلہ میں صریح تر روایت جو مجھے ملی ہے وہ سنن ابن ماجہ کی ابو امامہ سے روایت ہے جس میں تصریح ہے

قد کان ھؤلاء مسلمین فصاروا کفارا — یہ لوگ مسلمان تھے اس کے بعد کافر ہو گئے

راوی کہتا ہے "میں نے کہا: اے ابو امامہ یہ تمہاری اپنی رائے ہے"؟ ابو امامہ نے کہا نہیں بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے"

حافظ محمد بن ابراہیم یمانی ایثار الحق ص ۴۲۱ پر فرماتے ہیں "اس حدیث کی سند صحیح ہے" امام ترمذی نے بھی اس روایت کو مختصراً روایت کیا ہے اور تحسین کی ہے۔ امام طحاوی اور ابن عابدین (علامہ شامی) وغیرہ بعض فقہا نے ۲۴ ج ۱ پر مسئلہ امامت کے ذیل میں خوارج کی تکفیر

لہ مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل آیات کے تحت موضح القرآن کی مراجعت کیجئے (۱) ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان (۲) ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم (۳) لو نعلم قتالا لاتبعناکم (۴) یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ ۱۲ مصنفؒ

ان لوگوں سے کی ہے جو اہل سنت کے عقائد سے خارج اور منکر ہیں (اور ان میں معتزلہ، شیعہ وغیرہ تمام فرق باطلہ کو شامل قرار دیا ہے)

"خوارج" کے مصداق کی تعمیم کو ثابت کرتے ہوئے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نسائی رح نے ابو برزہ اسلمی رض سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (صدقہ کا) کچھ مال آیا آپ نے اس کو تقسیم فرما دیا اس کے بعد (ابن ذی الخویصرہ کے اعتراض کرنے پر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم نمودار ہوگی (اس شخص کے قول و فعل سے ظاہر ہوتا ہے کہ) گویا یہ شخص بھی انہی میں سے ہے، جو قرآن پڑھتے ہوں گے مگر قرآن (صرف ان کی زبانوں پر ہوگا) ان کے حلقوم سے تجاوز نہ کرے گا (یعنے دل اس کے معانی و مطالب سے نا آشنا ہوں گے) آخر میں آپ نے فرمایا "یہ لوگ برابر نمودار ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان میں کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نمودار (اور اس کا ہمنوا) ہوگا (اس روایت سے خوارج کا کفر بھی ثابت ہوتا ہے اور ان کی تشخیص بھی ہوتی ہے کہ "وہ غیر محسوس طریق پر اسلام سے خارج ہو جائیں گے ان کی زبانوں پر قرآن کی آیات ہوں گی مگر دل تعلیمات قرآن سے کورے ہوں گے" لہذا جس طرح خوارج کافر اور دین سے خارج ہیں ایسے ہی جو بھی افراد یا فرقے ان صفات کے ساتھ متصف ہوں وہ کافر اور دین سے خارج ہیں نیز یہ کہ ایسے لوگ ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ دجال کے علمبردار بھی یہی لوگ ہوں گے)

حافظ ابن تیمیہ رح نے الصارم المسلول میں ص ۱۷۷ و ۱۷۸ پر سنۃ رابعہ عشر کے ذیل میں خوارج کے کافر ہونے کی تصریح فرمائی ہے اور وہاں ان تمام دلائل و اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں جو اس سلسلہ میں وارد ہوتے ہیں نیز "پندرہویں حدیث" کا بھی جواب دیا ہے (دیکھئے الصارم صفحہ مذکور)

نیز فرماتے ہیں کہ ابو برزہ اسلمی رض کی مذکورہ بالا روایت کے شواہد کنز العمال ج ۶ ص ۶۸ میں اور مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۴۶ میں موجود ہیں۔

سادس: خوارج کی طرح اس زمانہ کے ملحدین کی تکفیر بھی غیر مسلموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے

"مشرکین کی بہ نسبت خوارج کے ساتھ جنگ کرنا زیادہ اہم اور ضروری ہے" یہ ابن ہبیرہ کا بیان ہے فرماتے ہیں میرے نزدیک بالکل اسی طرح اس زمانہ میں معاندوں (اسلام کے کھلے دشمنوں یعنے غیر مسلموں) کی بہ نسبت ملحدوں اور باطل تاویلیں کرنے والوں کی تکفیر زیادہ اہم اور ضروری ہے اس لئے کہ مؤول کی تاویل کو تو لوگ عین دین قرار دے لیتے ہیں جیسا کہ اس لعین (دجال قادیان) کے پیروؤں نے اس کی باطل تاویلوں کو ہی دین سمجھ رکھا ہے (اور "مرزائیت" اس کا نام ہی) بخلاف اُس مخالف اسلام شخص کے جو علانیہ اور بالقصد اسلام کا مخالف اور دشمن ہے کہ اس کو سب دین کا مخالف اور دشمن جانتے ہیں اور اس کی کسی بات کو دین نہیں سمجھتے اس لئے ان سے دین کو اتنا نقصان نہیں پہونچتا جتنا نقصان ان بے دینوں سے پہونچتا ہے)

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں

امام بخاریؒ اس سے قبل ج ۲ ص ۱۰۲۳ پر بعض ضروریات دین کے انکار اور اس کے موجب ارتداد ہونے پر باب قائم کر چکے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

باب قتل من ابی	ان لوگوں کے قتل سے متعلق باب جو ضروریات دین کے
قبول الفرائض	ماننے سے انکار کریں اور ان کا ارتداد کی جانب منسوب
وما نسبوا الی الردۃ	یعنے مرتد ہونا۔

اور اس باب کے ذیل میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے اُن لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی حدیث بیان کی ہے جنھوں نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی تھی (اور کہا تھا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے) مگر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو مرتد قرار دیا حالانکہ وہ بھی تاویل کرتے تھے (کہ زکوٰۃ لینے کا حکم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور خذ من اموالھم صدقۃ الآیۃ سے استدلال کرتے تھے)، پس ثابت ہوا کہ ضروریات دین میں تاویل کرنا کفر سے نہیں بچا سکتا اور زیادہ سے زیادہ جو اس میں گنجائش نکل سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو (جاہل اور) معذور قرار دیا جائے اور (اس گمراہی کے نتائج بد سے ڈرایا جائے)

اور توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ قتل کردیا جائے گا۔

توبہ کرانا جبر واکراہِ مذموم نہیں ہے واضح ہو کہ یہ توبہ کرانا وہ جبر واکراہ نہیں ہے جو عقلاً وشرعاً مذموم ہے بلکہ یہ تو اس حق کے قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے جس کا حق ہونا اظہر من الشمس ہو لہذا یہ تو سرتاسر ہدایت وارشاد اور عدل وصواب اور خیر محض ہے (جیسے ایک بیمار کو زبردستی دوا پلانا اور پرہیز کرانا کہ یہ عین صواب اور سرتاسر خیر خواہی ہے) اسی طرح حق کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنا سراسر حق پرستی اور خیر خواہی ہے۔ جبر واکراہ مذموم وہ ہوتا ہے جو برائی اور بدی پر ہو (جیسے کوئی کسی کو کفر وشرک یا بدکاری پر مجبور کرے)

قاضی ابوبکر بن العربی تفسیر احکام القرآن کے اندر لا اکراہ فی الدین کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

المسئلة الثانية: قوله تعالى لا اكراه في الدين عموم في نفي اكراه الباطل فاما الاكراه على الحق فانه من الدين وهل يقتل الكافر الا على الدين؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله وهو ماخوذ من قوله تعالى وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله

دوسرا مسئلہ! لا اکراہ فی الدین کا مصداق ہر وہ اکراہ ہے جو امر باطل پر ہو، باقی حق کے قبول کرنے پر اکراہ تو عین دین ہے آخر کافر کو دین کے قبول نہ کرنے پر ہی قتل کیا جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں (اور دین میں داخل ہوجائیں) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول (حدیث) کا ماخذ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ تم کافروں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ بالکل باقی نہ رہے اور اطاعت صرف اللہ کی ہوجائے۔

سورۂ ممتحنہ کی تفسیر میں پھر اس تحقیق کا اعادہ کرتے ہیں اور اس کی تائید میں فرماتے ہیں:

فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عجب ربکم من قوم یقادون الی الجنۃ فی السلاسل	صحیح حدیث (قدسی) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارا رب ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتا ہے جو زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لائے جاتے ہیں (یعنے اللہ تعالیٰ زبردستی اُن سے ایسے کام کرالیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ جنت میں جائیں گے -)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ اُس حق کے قبول کرنے پر مجبور کرنا جس کا حق ہونا بدیہی ہو، اکراہ ہے ہی نہیں - علامہ آلوسی نے بھی روح المعانی میں اسی کو اختیار کیا ہے (ص ۱۲ ج ۳)

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: اکثر و بیشتر یہی (مذکورہ بالا) شبہات اس مسئلہ (تکفیر) پر غور کرنے والوں کی راہ میں حائل ہوا کرتے ہیں اگرچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تحقیقات نے ان کی کما حقہٗ بیخکنی کر دی ہے اور ان کا تار و پود بکھیر دیا ہے مگر تسامح پسند لوگ بھلا کب مانتے ہیں وہ تو اپنے وہی خیالی گھوڑے دوڑاتے رہیں گے اور فریب نفس کی بھول بھلیاں اور تمناؤں کی وادیوں میں سرگرداں رہیں گے - ہدایت بخشنے والا تو اللہ ہی ہے اور جس کو خدا ہی ہدایت سے محروم کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں -

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

منکرین تو نور الٰہی کا چراغ بجھا دینا چاہتے ہیں مگر اللہ تو اپنے نور (دین حق) کو کامل کئے بغیر نہ چھوڑے گا -

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیقوں کے بارے میں

ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مثلاً امام ابو یوسف امام محمد، امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے اقوال اور ان کی آراء

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیق مستحق قتل ہیں ان کی توبہ بھی معتبر نہیں،

حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

(۱) ابو بکر رازی رح احکام القرآن میں ج ۱ ص ۵۳ پر اور حافظ بدر الدین عینی رح عمدۃ القاری میں ج ۱ ص ۲۱۲ پر امام طحاوی سے بسند سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن ابی یوسف ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کو امام ابو یوسف نے نوادر کے ذیل میں اپنے امالی میں بھی شامل کیا ہے قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا چھپے ہوئے زندیق کو (جو اپنے کفر کو چھپاتا ہے) قتل کردو اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا (اس کی زبان کا کوئی اعتبار نہیں)

(۲) ابو مصعب امام مالک رح سے روایت کرتے ہیں کہ

کوئی مسلمان جب جادوگری کا پیشہ اختیار کرے تو اس کو قتل کردیا جائے اور اس سے توبہ بھی نہ کرائی جائے اس لئے کہ مسلمان جب باطنی طور پر مرتد ہو جائے (جس کا ثبوت امام مالک کے نزدیک عمل سحر ہے) تو زبان سے اسلام کا اظہار کرنے سے اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا۔ احکام القرآن ص ۱۷ ج ۱۱

مصنف رح فرماتے ہیں: مرتد کے متعلق امام مالک کا یہی فیصلہ (کہ مرتد کی توبہ معتبر نہیں) موطا میں باب القضاء فی من ارتد عن الاسلام بھی مذکور ہے۔

(۳) ابو بکر رازی احکام القرآن ص ۵۴ پر فرماتے ہیں:

زندیق کی توبہ نہ قبول کرنے کے بارے میں ائمہ دین کے فیصلہ کا تقاضہ یہ ہے

کہ اور تمام زندیقوں کی طرح فرقہ اسمٰعیلیہ اور ان تمام ملحدین کے فرقوں سے بھی توبہ نہ کرائی جائے جن کا اعتقادِ کفر سب کو معلوم و معروف ہے اور یہ کہ اظہارِ توبہ کے باوجود ان کو قتل کردیا جائے۔

ابوبکر رازیؒ نے احکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۶ تا ۲۸۸ پر اس مسئلہ کو از روئے روایت و درایت اس سے بھی زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

ایسے زندیقوں کے پیچھے نہ نماز جائز ہے نہ ان کی شہادت مقبول ہے نہ ان کا احترام کرنا درست ہے اور نہ سلام و کلام کرنا صحیح ہے نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے نہ اُن سے شادی بیاہ کیا جائے نہ اُن کا ذبیحہ کھایا جائے

اُستاذ ابومنصور بغدادی الفرق بین الفرق کے ص ۳۵۲ پر فرماتے ہیں:

ہشام بن عبید اللہ رازی نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے کہ "جس شخص نے کسی معتزلی کے پیچھے نماز پڑھ لی اسے اپنی نماز لوٹانی چاہیے" انہی ہشام نے بروایت یحیٰی بن اکثم قاضی ابویوسف سے روایت کیا ہے کہ "اُن سے معتزلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا" وہ تو زندیق ہیں" امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی کتاب القیاس میں معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کرنے سے رجوع کیا ہے (یعنی اس سے قبل امام شافعی مطلقاً گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کرنے کا فتویٰ دے چکے تھے مگر کتاب القیاس میں اس سے رجوع کیا ہے امام شافعی کا مفصل بیان آگے آتا ہے) امام مالک اور فقہاءِ مدینہ کا قول بھی یہی ہے (کہ گمراہ فرقوں کی شہادت نہ قبول کی جائے) اُستاذ ابومنصور فرماتے ہیں: پھر ائمہ اسلام کا قدریہ (معتزلہ) کو کافر کہنے کے باوجود ان کے احترام میں سواری سے اُترنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ذہبی نے کتاب العلو کے اندر بھی یہی لکھا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الام میں ج ۶ ص ۲۱۰ پر اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کی شہادت قبول کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں "میں کسی ایسے تاویل کرنے والے کی شہادت کو رد نہیں کرتا جس کی تاویل کے لئے گنجائش موجود ہو"

الیواقیت میں مخز ومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے یہ ان گمراہ فرقوں کی شہادت کے متعلق فرمایا ہے جن کی تاویل کے لئے (اور وسے عربیت) گنجائش موجود ہو۔

الفرق بین الفرق ص ۳۵۱ پر استاذ ابومنصور بغدادی فرماتے ہیں۔

ہشام بن عبید اللہ رازی امام محمد بن حسن رح سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جس شخص نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو اس کو نماز لوٹانی چاہئے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تو امام محمدؒ کا فتویٰ ہے اعادہ کے متعلق باقی فتح القدیر باب الامامہ کے ذیل میں خود امام محمدؒ ابو یوسفؒ اور امام ابوحلیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ "اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے پیچھے نماز جائز نہیں"

متاخرین صحابہ کا اجماع اور وصیت | مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفرق بین الفرق میں ص ۱۵ پر اور عقیدہ سفارینی میں ج ۱ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے کہ:

متاخرین صحابہ نے جن میں عبد اللہ بن عمرؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ انس بن مالکؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، عقبہ بن عامر جہنی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں اور ان کے ہمعصروں نے اہل اہواء (گمراہ فرقوں) سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان کیا ہے اور آنے والی نسلوں کو وصیت کی ہے کہ قدریہ (معتزلہ) کو نہ سلام کریں، نہ ان کے جنازہ پر نماز پڑھیں اور نہ ان کے بیماروں کی عیادت کریں (اس لئے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج اور کافر ہیں)

فرماتے ہیں: اس کے بعد مصنف الفرق نے تفصیل کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوع روایات نقل کی ہیں۔

کسی بھی حکم شرعی کا انکار لا الٰہ الا اللہ کی تردید ہے | مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سیر کبیر میں ج ۴ ص ۵۰۴ پر امام محمد رح کا قول منقول ہے کہ،

جو شخص کسی بھی (قطعی) حکم شرعی کا انکار کرتا ہے وہ اپنی زبان سے کہے ہوئے قول لا الٰہ الا اللہ کی تردید کرتا ہے

امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب خلق افعال العباد میں فرماتے ہیں:

میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ فرماتے تھے مجھ سے حماد بن ابی سلیمان نے کہا:

ابلغ ابا فلان المشرك،	تم "ابوفلان" مشرک کو میرا پیغام پہونچا دو کہ اس کے دین
فانی بریٔ من دینه وكان	سے میرا کوئی تعلق نہیں میں اس سے بالکل بری ہوں
يقول القرآن مخلوق	یہ ابوفلان قرآن کو مخلوق مانتا تھا

سفیان ثوری فرماتے ہیں، قرآن اللہ کا کلام ہے جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔

علی بن عبد اللہ بن المدینی فرماتے ہیں:

القرآن كلام الله من قال انه	قرآن اللہ کا کلام ہے جو اُسے مخلوق کہے وہ کافر ہے اس
مخلوق فهو كافر لا يصلي خلفه	کے پیچھے نماز جائز نہیں

امام ابو عبد اللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نظرت في كلام اليهود والنصارى	میں یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کے عقائد پر
والمجوس فما رأيت اضل في كفرهم	غور وفکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ خلق
منهم. واني لا ستجهل	قرآن کے ماننے والے ان سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں اس
من لا يكفرهم الا من لا يعرف	شخص کے علاوہ جو اُن کے کفر سے واقف نہ ہو اور جو کوئی
كفرهم	بھی ان کو کافر نہیں کہتا میں اس کو یقیناً جاہل سمجھتا ہوں

زہیر سختیانی فرماتے ہیں:

سمعت سلام بن مطيع	میں نے سلام بن مطیع سے سنا کہ جہمی (فرقہ والے) کافر
يقول الجهمية كفار	ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

ما ابالی صلیت خلف الجهمی	میں ایک جہمی یا رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں اور
والرافضی ام صلیت	کسی یہودی یا نصرانی کے پیچھے نماز پڑ لینے میں کوئی فرق
خلف الیہود والنصارٰی و	نہیں سمجھتا (اس لئے کہ یہ دونوں فرقے یہود ونصارٰی
لایُسلَّم علیھم ولا یعادون	کی طرح کافر ہیں اگرچہ یہ خود کو مسلمان کہیں) نہ ان کو
ولا ینا کحون ولا یشھدون	سلام کرنا چاہیے نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرنی
ولا توکل ذبائحھم	چاہیئے نہ اُن سے شادی بیاہ کرنا چاہیے نہ ان کی
	شہادت قبول کرنی چاہیے نہ ان کا ذبیحہ کھانا چاہیئے

مصنف فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی پہلی اور دوسری عبارت کتاب الاسماء والصفات میں بھی موجود ہے۔ اور دوسری عبارت کو حافظ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوٰی میں بھی نقل کیا ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ذہبی نے کتاب العلو میں بسند ذیل امام ابو یوسف رح کی ایک روایت نقل کی ہے

وقال ابن ابی حاتم الحافظ ثنا احمد بن محمد بن مسلم ثنا علی بن الحسن

الکلاعی قال قال ابو یوسف:	امام ابو یوسف فرماتے ہیں:
ناظرت ابا حنیفۃ ستۃ	میں نے کامل چھ ماہ تک امام ابو حنیفہ سے مناظرہ کیا
اشھر فاتفق رأینا علی ان	تب ہم دونوں اس پر متفق ہوئے کہ جو شخص قرآن کو
من قال القرآن مخلوق فھو کافر	مخلوق مانتا ہو وہ کافر ہے۔

اسی کتاب العلو میں امام محمد رح کی حسب ذیل روایت بھی موجود ہے فرماتے ہیں۔

احمد بن القاسم بن عطیہ فرماتے ہیں کہ ابو سلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد ابن الحسن رح سے سنا وہ فرماتے تھے۔

واللہ لا اصلی خلف من	بخدا میں قرآن کو مخلوق ماننے والے کے پیچھے نماز ہرگز
یقول القرآن مخلوق	نہیں پڑھوں گا اور اگر مجھ سے استفتا کیا جائے تو میں

ولا استفتی الا امرت بالاعادۃ　　　نماز کے لوٹانے کا حکم دوں گا۔

تنبیہ :- حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں :

قرآن کے مخلوق ہونے سے ان ائمہ کرام کی مراد یہ ہے کہ قرآن کو نہ اللہ کی صفت مانا جائے نہ اس کی ذات کے ساتھ قائم، بلکہ خدا سے الگ ایک علیحدہ مخلوق چیز قرار دیا جائے (تو یہ کفر ہے اور اس کا قائل کافر ہے) اسلئے کہ قرآن یقیناً اللہ کا کلام ہے اور دوسری صفات کی طرح اس کی ایک صفت ہے اور خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جیسے خدا اور اس کی تمام صفات قدیم اور ازلی وابدی ہیں اسی طرح قرآن بھی قدیم اور ازلی ابدی ہے - ہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کا نازل ہونا اور آپ کا اس کو اپنی زبان سے ادا کرنا بیشک حادث ومخلوق ہے) لہذا کلام لفظی (یعنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور اس کے اجزا) کا حادث اور مخلوق ہونا اس کے منافی نہیں ہے

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ مسایرہ میں ص ۴۲ پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (گمراہ فرقہ جہمیہ کے بانی) جہم بن صفوان کو خطاب کرکے فرمایا۔

اخرج عنی یا کافر　　　او کافر تو میرے پاس سے نکل جا

اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رسالہ تسعینیہ میں بسند امام محمد، امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (کسی موقعہ پر) فرمایا۔

لعن اللہ عمرو بن عبید　　　اللہ عمرو بن عبید پر لعنت کرے

شیخ ابن ہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے جہم کو کافر یا ابن عبید کو ملعون بطور تاویل کہا ہے (یعنے زجر و توبیخ کے طور پر کافر یا ملعون کہدیا ہے نہ یہ کہ امام کے نزدیک

جہم اسلام سے خارج اور کافر ہے اسی طرح ابن عبید)

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابن ہمام کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیسے ممکن ہے کہ امام ایک مسلمان کو کافر کہدیں درآں حالیکہ حدیث شریف میں کسی مسلمان کو کافر کہدینے پر شدید وعید آئی ہے اس لئے امام کی شان سے یہ قطعاً بعید ہے کہ جہم ان کے نزدیک کافر نہ ہو اور وہ اس کو کافر کہدیں

امام ابو عبداللہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان سے بسند حارث بن ادریس امام محمد فقیہ کی ایک روایت سنی ہے کہ امام محمد فرماتے ہیں۔

من قال ان القرآن مخلوق فلا تصل خلفه — جو قرآن کو مخلوق کہتا ہو تم اس کے پیچھے نماز مت پڑھو (وہ مسلمان نہیں ہے)

نیز امام بخاری فرماتے ہیں میں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم دقاق کی کتاب میں محمد بن سابق کی ایک روایت بسند قاسم بن ابی صالح الہمدانی عن محمد بن ایوب الرازی عن محمد بن سابق پڑھی ہے اس میں محمد بن سابق کہتے ہیں میں نے امام ابو یوسف سے دریافت کیا

اکان ابو حنیفة یقول القرآن مخلوق — کیا ابو حنیفہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے

امام ابو یوسف نے فوراً فرمایا

معاذ اللہ ولا انا اقوله — معاذ اللہ! (ابو حنیفہ اور قرآن کو مخلوق مانیں) اور نہ میں ہی قرآن کو مخلوق مانتا ہوں۔

محمد بن سابق کہتے ہیں میں نے پھر سوال کیا کہ:

اکان یری رأی جهم — کیا ابو حنیفہ جہمی مسلک کے قائل تھے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا:

معاذ اللہ ولا انا اقولہ — معاذ اللہ! (وہ تو جہم کو کافر کہتے ہیں) اور نہ میں ہی جہمی عقائد کا قائل ہوں

امام ابو عبد اللہ بخاری فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں

نیز امام بیہقی فرماتے ہیں مجھے ابو عبد اللہ الحافظ نے بطور اجازت بسند ذیل

قال انا ابو سعید احمد بن یعقوب الثقفی قال ثنا عبد اللہ بن احمد بن عبد الرحمن بن عبد اللہ الدشتکی قال سمعت ابی یعقوب سمعت ابا یوسف القاضی

بتلایا کہ قاضی ابو یوسف نے فرمایا:

کلمت ابا حنیفۃ سنۃ جرداء فی ان القرآن مخلوق ام لا فاتفق رأیہ و رأئ علی ان من قال القرآن مخلوق فھو کافر	کامل ایک سال تک میں امام ابو حنیفہ سے اس مسئلہ پر بحث کرتا رہا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں تب آخر ہم دونوں اس پر متفق ہوئے کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔

ابو عبد اللہ امام بخاری فرماتے ہیں اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں

قاضی عیاض شفا میں بیان فرماتے ہیں کہ ابن منذر امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں

لا یستتاب القدریہ	قدریہ (معتزلہ) سے توبہ نہ کرائی جائے۔

اور بیشتر علماء سلف قدریوں کو کافر کہتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں:

تمام کفریہ عقائد رکھنے والے فرقے اگرچہ تاویل کریں اور قرآن و حدیث سے استدلال کریں تب بھی کافر ہیں علماء امت اس پر متفق ہیں

ابن مبارک، اودی، وکیع، حفص بن غیاث، ابو اسحق فزاری، ہشیم اور علی بن عاصم اور ان کے علاوہ علما اور بیشتر محدثین، فقہا اور متکلمین جہمیہ قدریہ، خوارج اور تمام گمراہ عقائد رکھنے والے فرقوں اور باطل تاویلیں کرنے

والے ملحدوں کو کافر کہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول بھی یہی ہے

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الفرق بین الفرق کے مصنف استاذ ابو المنصور بغدادی نے اپنی کتاب الاسماء والصفات میں غالی (حد سے تجاوز کرنے والے) مبتدعین کی تکفیر پر بہت سیر حاصل بحث کی ہے جیسا کہ شرح احیاء ج ۲ ص ۲۵۲ پر مذکور ہے۔

تنبیہ | حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ تنبیہ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ بدعت اور ہوی وہی گمراہی کہلاتی ہے جو کسی شبہ پر مبنی ہو (یعنے ہر بدعت اور گمراہی کسی نہ کسی شبہ اور تاویل پر مبنی ہوتی ہے) لہذا ان ائمہ، محدثین، فقہا اور متکلمین کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ تاویل مؤول کو کفر سے نہیں بچا سکتی (یعنے مؤول تاویل کرنے کے باوجود کافر ہے)

سنت اور بدعت کا فرق اور معیار | محقق محمد بن وزیر الیمانی (کے مذکورہ ذیل بیان سے اسکی تائید واضح ہے وہ) ایثار الحق ص ۳۲۱ پر فرماتے ہیں۔

بیشک سنت وہی ہے جس کا ثبوت ائمہ سلف سے حد شہرت کو پہونچا ہوا ہو اور نصوص شرعیہ کے طریق پر احادیث صحیحہ سے ثابت ہو اور اگر سنت کا معیار یہ نہ ہوگا تو تمام بدعتیں (اور گمراہیاں) سنت کے تحت آجائیں گی اس لئے کہ ہر مبتدع (اور ملحد) اپنی بدعت (والحاد) کا ثبوت قرآن وحدیث کی کسی عام یا محتمل نص سے یا استنباطات سے ہی پیش کرتا ہے

قطعی اور یقینی ارکان اسلام اور اسماء وصفات الٰہیہ کی کوئی (نئی) تفسیر بھی جائز نہیں | یہی محقق اسی کتاب کے ص ۱۵۵ پر فرماتے ہیں۔

باقی تفسیر میں ہم اسلام کے قطعی ارکان اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تفسیر کی بھی اجازت نہیں دیں گے اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں ان کی مراد اور مصداق (امت کے نزدیک) متعین ہے (ہر مسلمان جانتا اور سمجھتا ہے) ان کی تفسیر وہی گمراہ لوگ کرتے ہیں جو ان میں تحریف کرنا چاہتے ہیں جیسے ملحد[۱] باطنیہ

---

[۱] یا جیسے ہمارے زمانے کے ملحد جو آیات قرآنیہ کے ایسے نو بنو معنی کرتے اور مرادیں بتلاتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۹۵ پر)

گمراہ فرقے کس قسم کی آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

یہی محقق اسی کتاب کے ص ۲۶۰ پر فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تم اس قسم کی عام یا محتمل آیات واحادیث سے اکثر و بیشتر گمراہ فرقوں کو استدلال کرتا ہوا پاؤ گے اور ہر باطل عقیدہ والا اپنی تائید کے لئے اسی قسم کی عام یا محتمل آیات واحادیث کا سہارا لیتا ہے حتیٰ کہ ضروریات دین کا انکار کرنے والا بھی، جیسے اتحادی فرقے کے غالی لوگ (یعنی وحدۃ الوجود کے غالی قائلین جو اللہ کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہیں مانتے اور کل شی ھالك الا وجھہ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ھالك" موجود نہیں معدوم ہوتا ہے)

احتیاط

یہی محقق ص ۴۲۰ پر فرماتے ہیں۔

جو گمراہ فرقہ غالی نہ ہو (مثلاً اپنے سوا اور مسلمانوں کو کافر یا گمراہ نہ کہتا ہو) اس کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہی صحیح ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ اس بدعت (فاسد عقیدہ) اور اس کے ماننے والوں کو قطعی طور پر گمراہ اور برا کہا جائے، دوسرے یہ کہ جن علماء نے ان میں سے بیشتر کو کافر کہا ہے ان کو بھی برا نہ کہا جائے۔ اس لئے کہ ان گمراہ فرقوں میں سے بعض فرقے وہ ہیں جن کی گمراہی حد سے زیادہ بری ہے ان کو کافر نہ کہنے کا بھی ہم قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے (جیسے کافر کہنے کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے بہرحال دونوں جانبین برابر اور غیر یقینی ہیں) بلکہ ہم اس سلسلہ میں توقف کرتے ہیں اور ان کے کافر ہونے یا نہ ہونے کے یقینی علم اور قطعی فیصلہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴ سے آگے) جن سے امت کے کان بالکل نا آشنا ہیں کہتے ہیں اطیعوا اللہ میں اللہ سے مراد "مرکز ملت"، یعنی حاکم وقت اور سربراہ مملکت ہے العیاذ باللہ)

کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رح کی رائے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی الصارم المسلول کے ص ۱۷۹ پر اسی رائے کو اختیار کیا ہے وہ پندرھویں حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

ان (خوارج) کے اس مسلک نے اُن پہ ایسے فاسد عقیدے لازم کر دیئے جن کے نتیجہ میں ان سے ایسے شنیع ترین اعمال و افعال سرزد ہوئے جنکی بناپر امت کے بیشتر علما نے ان کو کافر کہا ہے اور بعض علما نے (از راہ احتیاط) توقف کیا ہے (اور کافر کہنے سے احتراز کیا ہے)

ملحدین و مؤولین کے بارے میں

حضرات محدثین، فقہا، متکلمین اور کبار محققین نیز مصنفین کی ایک کثیر جماعت کے بیانات

حدیث خوارج کی تشریح اور اس کا مصداق | حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مُسوّی شرح موطا امام مالک رح کی ج ۲ ص ۱۰۹ پر فرماتے ہیں

یہ قوم (جس کے خروج کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیر بحث حدیث میں خبر دی ہے) وہی خارجی ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے خلاف بغاوت کی اور حضرت علی نے ان کی بیخکنی فرمائی۔

لا یجاوز حناجرھم کے معنی یہ ہیں کہ ان کے قلوب قرآن کو قبول نہ کریں گے اور اعمال صالحہ (عمل بالقرآن) کے لئے محرک نہ ہوں گے۔

یمرقون من الدین کے معنے یہ ہیں کہ وہ دین سے (غیر محسوس طریق پر) نکل جائینگے یہ ان کے کافر ہونے کی تصریح ہے۔ صحیحین کی دوسری روایت کے الفاظ اس سے زیادہ صریح ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فاین لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم — جہاں بھی وہ ہاتھ آئیں ان کو قتل کردو ان کو قتل کرنے میں قتل کرنے والے کے لئے اجر عظیم ہے

الرمیہ وہ شکار ہے جس کو نشانہ بنانے کا تم قصد کرو اور اس پر تیر مارو فتنظر الخ اس تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ تیر شکار کے جسم سے اتنی تیزی کے ساتھ نکل گیا کہ نہ اس پر ذرا سا خون لگا نہ لید، ایسی ہی تیزی سے یہ لوگ بھی اسلام میں داخل ہو کر فوراً اس سے نکل جائیں گے کہ اسلام سے ان کا کوئی علاقہ باقی نہ رہیگا

امام شافعیؒ کی خوارج کے بارے میں احتیاط کوشی اور اسکے دلائل | امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (خوارج کے بارے میں بہت محتاط ہیں) فرماتے ہیں:

اگر کوئی فرقہ خوارج کے سے عقائد اختیار کرلے اور مسلمانوں کی تمام جماعتوں سے علحدہ ہوجائے اور سب کو کافر کہنے لگے تب بھی اُن سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ہمیں حضرت علی رضؓ سے روایت پہونچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سُنا اِنِ الحکمُ اِلّا للہ (حکومت تو صرف اللہ ہی کی ہے) اس پر حضرت علی رضؓ نے فرمایا: یہ کلمہ تو حق ہے مگر جس غرض کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ باطل ہے،، اس کے بعد فرمایا: "تمہارے ہم پر تین حق ہیں (۱) تم کو اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں آنے اور اس کا ذکر کرنے (نماز پڑھنے) سے نہ روکیں (۲) جبتک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ رہیں (تم ہمارے دوش بدوش دشمنان اسلام سے جنگ کرتے رہو) تمکو مال غنیمت کے حصہ سے محروم نہ کریں (۳) تم سے جنگ

کرنے میں پہل نہ کریں"

شاہ صاحب فرماتے ہیں: اس کے برعکس حنبلی محدثین کا قول ہے کہ (یہ کافر ہیں) ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کے استدلال کا جواب

ازروئے روایت یعنی نقلی دلیل حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: یہ امام شافعی رح کی رائے ہے، میرے نزدیک ازروئے روایت بھی اور ازروئے درایت بھی محدثین کا قول ہی صحیح ہے ازروے روایت تو صحیح بخاری کی دوسری مرفوع روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف اور صریح الفاظ میں فرماتے ہیں این لقیتموھم فاقتلوھم باقی رہا حضرت علی کا اثر تو اس کا حاصل تو صرف یہ ہے کہ محض امام کی امامت (اور حکومت) پر اعتراض اور طعن و تشنیع کرنا اس وقت تک موجب قتل نہیں جبتک کوئی امام کی اطاعت سے دست کش نہ ہو، ہاں اگر اطاعت سے انکار کریگا تو باغی کھلائیگا یا رہزن (اور ضرور قتل کیا جائے گا) اسی طرح اگر "ضروریات دین" میں سے کسی امر کا انکار کرے گا تو اس انکار کی بنا پر ضرور قتل کیا جائے گا لیکن نہ اس وجہ سے کہ اس نے امام کی امامت پر اعتراض یا اس کی اطاعت سے انکار کیا ہے (بلکہ اس لئے کہ اس نے ضروریات دین کا انکار کیا ہے، حضرت علی کے قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ محض امام کی امامت پر اعتراض اور طعن و تشنیع موجب قتل نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضروریات دین کا انکار یا امام کی طاعت سے انکار اور بغاوت بھی ان کے نزدیک موجب قتل نہیں)

تمثیل اس کی مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ ایک مفتی کے سامنے جب کسی شخص مثلاً زید کے کسی خاص فعل و عمل کا ذکر کر کے فتویٰ دریافت کیا جائے تو وہ اس پر جائز ہونے کا حکم لگاتا ہے، لیکن اُسی شخص (زید) کے کسی دوسرے فعل و عمل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر فاسق ہونے کا حکم لگاتا ہے اور جب کسی تیسرے فعل کے متعلق فتویٰ

دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتا ہے (ان تینوں فتوؤں میں کوئی تضاد نہیں، اپنی اپنی جگہ تینوں صحیح ہیں اس لئے کہ ہر فعل کا حکم الگ ہے، جس کے متعلق استفتا کیا گیا مفتی نے اسی کا حکم بیان کر دیا ہو سکتا ہے کہ یہ شخص تینوں قسم کے افعال کا مرتکب ہو تو اس کے حق میں تینوں فتوے درست ہوں گے)

مذکورہ بالا واقعہ میں اس خارجی نے حضرت علیؓ کے سامنے صرف مسئلہ "تحکیم" پر اعتراض کیا تھا آپ نے اسی کا حکم بیان فرما دیا اگر وہ خارجی ان کے سامنے قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکار کرتا یا حوض کوثر کا انکار کرتا یا اسی قسم کے کسی اور قطعی ویقینی عقیدہ یا حکم کا انکار کرتا تو آپ یقیناً اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتے (لہذا امام شافعی رحمہ اللہ کا حضرت علیؓ کے اس اثر سے خارجیوں کے کافر نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہو سکتا)

باقی اُولٰئك الذین نہانی اللہ عنہم والی حدیث منافقین کے حق میں ہے نہ کہ زندیقوں اور ملحدوں کے حق میں (جیسا کہ عنقریب آتا ہے)

کافر، منافق اور زندیق کا فرق | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دین حق کا مخالف اگر سرے سے حق کا اقرار ہی نہیں کرتا اور نہ ظاہراً حق کو قبول کرتا ہے نہ باطناً، تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر دل سے اس کا منکر ہے تو وہ منافق ہے اور اگر بظاہر تو دین حق کا اقرار کرتا ہے لیکن ضروریات دین میں سے کسی امر کی ایسی تشریح وتعبیر کرتا ہے جو صحابہ وتابعین کی تعبیر وتشریح کے نیز اجماعِ امت کے خلاف ہے تو وہ زندیق ہے مثلاً ایک شخص قرآن کے حق ہونے کا تو اقرار کرتا ہے اور اس میں جنت و دوزخ کا جو ذکر آیا ہے اس کو بھی مانتا ہے مگر کہتا ہے کہ جنت

سے مراد وہ فرحت و مسرت ہے جو مومنین کو اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کیوجہ
سے حاصل ہوگی اور نار جہنم سے مراد وہ ندامت و اذیت ہے جو کافروں کو اعمال
شنیعہ اور اخلاق ذمیمہ کی وجہ سے حاصل ہوگی اور کہتا ہے کہ اس کے سوا اور
جنت و دوزخ کی حقیقت کچھ نہیں تو یہ زندیق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اولٰئک الذین نہانی اللہ عنھم صرف منافقین کے حق میں فرمایا ہے
نہ کہ زندیقوں (یا کافروں) کے حق میں بھی۔

از روے درایت یعنے عقلی دلیل | باقی محدثین کا قول عقلاً اس لئے صحیح ہے کہ جس طرح شریعت
نے ارتداد کی سزا قتل اس لئے مقرر کی ہے کہ یہ سزا ارتداد کا قصد کرنیوالوں
کے لئے ارتداد سے مانع ہو اور اُس دین حق کی حفاظت وحمایت کا وسیلہ بنے جس
کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اسی طرح اس حدیث (خوارج) میں زندیق
کی سزا قتل تجویز کی ہے تاکہ یہ سزا زندیقوں کے لئے زندقہ (دین کی تحریف)
سے باز رکھنے کا وسیلہ بن سکے اور دین میں ایسی فاسد تاویلوں کا راستہ بند
کرنے کا ذریعہ بن سکے جن کو زبان پہ لانا بھی درست نہیں "

تاویل کی قسمیں اور اُن کا حکم اور زندقہ کی حقیقت | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔
یاد رکھئے تاویلیں دو قسم کی ہیں ایک وہ تاویل جو قرآن و حدیث کی کسی قطعی
نص کے اور اجماع امت کے مخالف نہ ہو دوسری تاویل وہ ہے جو کسی نص قطعی یا
اجماع اُمت کے منافی اور مخالف ہو۔ ایسی تاویل کرنا ہی الحاد و زندقہ ہے
چنانچہ ہر وہ شخص جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا یا عذاب قبر کا یا منکر
نکیر کے سوال و جواب کا یا صراط، حساب اور جزاء اعمال وغیرہ کا انکار کرے خواہ
یہ کہے کہ میں ان (احادیث کو صحیح اور) ان کے راویوں کو ثقہ نہیں مانتا خواہ
یہ کہے کہ راوی تو ثقہ ہیں مگر یہ احادیث مؤوّل ہیں اور تاویل ایسی بیان کرے

جو نہ صرف غلط اور فاسد ہو بلکہ اس سے قبل کبھی نہ سُنی گئی ہو تو وہ زندیق ہے۔ اسی طرح جو شخص مثلاً شیخین یعنے آبوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کہے کہ یہ "جنتی نہیں ہیں" حالانکہ ان دونوں حضرات کے حق میں بشارت جنت کی حدیثیں حد تواتر کو پہونچ چکی ہیں یا یہ کہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیا تو ضرور ہیں لیکن اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کے نام سے موسوم نہ کیا جائے (یعنے کسی کو نبی نہ کہا جائے، باقی نبوت کی حقیقت یعنے کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہونا، اس کی اطاعت کا فرض ہونا اس کا گناہوں سے معصوم ہونا اور اجتہادی امور میں غلطی پر قائم رہنے سے محفوظ ہونا اور اس کے علاوہ خصائص نبوت، تو یہ آپ کے بعد بھی اماموں کے لئے ثابت اور متحقق ہیں"، تو یہ شخص بھی قطعاً زندیق ہے اور تمام حنفی، شافعی علماء متاخرین ایسے شخص کے کفر اور قتل پر متفق ہیں واللہ اعلم بالصواب

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا بیان نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں :-

اس بیان سے "زندقہ" کی حقیقت اور اس کا حکم دونوں معلوم اور واضح ہوگئے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے خوارج کو کافر نہ کہنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ کی جو روایت پیش کی ہے صارم مسلول میں ص ۵۰۷ پر حافظ ابن تیمیہ رح نے السنۃ الرابعۃ عشر کے تحت پندرھویں حدیث کے ذیل میں اس پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے اور میرے نزدیک حافظ ابن تیمیہ کی تحقیق الصارم میں اس سے زیادہ صحیح اور درست ہے جو حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں اختیار کی ہے۔ ص ۱۹۲ پر فرماتے ہیں۔

وبالجملۃ فالکلمات فی ھٰذا الباب	غرض اس (شکوۂ رسول کے) سلسلہ میں تین قسم کے
ثلاثۃ احدھٰن ما ھو کفر مثل	الفاظ آتے ہیں ایک وہ کلمات جو یقیناً کفر محض ہیں
قولہ ان ھٰذہ لقسمۃ ما ارید بھا	جیسے ذی الخویصرہ کا یہ قول کہ "یہ تقسیم یقیناً لوجہ اللہ
وجہ اللہ "	نہیں کی گئی ہے " (اس لئے ذوالخویصرہ ضرور کافر ہی)

حضرت مصنف فرماتے ہیں اور جب خوارج کا یہ سرگروہ ان کلمات کی بنا پر کافر ٹھیرا ہے تو اس کے پیرو اور متبعین بھی یقیناً کافر ہیں۔ نیز فرماتے ہیں:۔ (یہ تو مخالفوں اور دشمنوں کے تکلیف دِہ اور توہین آمیز کلماتِ شکایت ہیں جنکا مقصد ہی ایذا رسانی اور توہین ہی باقی مذکورۂ ذیل کلماتِ شکوہ و شکایت

ان نساءك ينشدنك	بیشک آپ کی بیویاں آپ سے اللہ کے نام پر انصاف
الله العدل	چاہتی ہیں۔

(یہ تو ایک محبت و عظمت اور عقیدت و احترام سے لبریز قلب سے نکلی ہوئی التجا ہے[1] اس کو موذی ذی الخویصرہ کی ہرزہ سرائی اور زہر افشانی سے کیا نسبت) ان کا مقصد صرف ازواج مطہرات کے درمیان مساوات برتنے کی درخواست و استدعا ہے اور بس نہ کہ العیاذ باللہ حق سے انحراف اور ظلم وجور کا آپ پر الزام۔

قاضی عیاض رح نے شفاج ۲ ص ۲۲۳ پر فصل فان قلت لم لم یقتل الخ کے ذیل میں یہی فرق بتایا ہے۔

"حدیث مروق کی محدثانہ تحقیق اور خوارج کے مرتد و کافر ہونے پر استدلال" مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

یاد رکھئے اُن اُمور سے متعلق حدیث جن کی بنا پر ایک مسلمان کو قتل کرنا مباح ہی صحیح بخاری

---

[1] اس لئے کہ یہ محبت بھرے الفاظ اُس شخص کی زبان سے نکلے ہیں جس کا باطن ایمان ولیقین کے نور سے روشن اور دل محبت و احترام سے لبریز ہے اس لئے یہ یقیناً ایک ایسے امر کی استدعا ہے جو آپ پر واجب نہیں یعنے تقسیم اور بیویوں کے درمیان مساوات اس کے برعکس ذی الخویصرہ کے زہریلے کلمات اس کے خبث باطن اور ظلمت قلب کے ترجمان ہیں اور اس کا مقصد صرف ایذاء و توہین رسول ہے۔ ازمترجم علہ یہ حاشیہ ضمیمہ میں دیکھئے)

کتاب الدیات میں باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس کے تحت صحیح بخاری کے اکثر و بیشتر نسخوں میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے[1]

لا یحل دم امرا مسلم	جو مسلمان لا الٰہ الا اللہ کی اور میرے رسول اللہ
یشھد ان لا الٰہ الا اللہ	ہونے کی شہادت دیدے اس کا خون بہانا حلال
وانی رسول اللہ الا باحدی	اور جائز نہیں بجز ان تین صورتوں کے (جرموں کے
ثلاث (۱) النفس بالنفس	جو موجب قتل ہیں) (۱) جان کے بدلے میں جان
(۲) والثیب الزانی	(مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کیا جائے گا)
(۳) والمارق من الدین	(۲) شادی شدہ ہو کر زنا کرے (سنگسار کیا جائیگا)
التارک للجماعۃ	(۳) دین سے نکل جائے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے (زندیق و مرتد ہے قتل کیا جائیگا)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: حافظ ابن حجرؒ اس المفارق لدینہ التارک للجماعۃ کا اوّلی مصداق مرتد کو قرار دیتے ہیں اور اس کی تائید میں احادیث سے شواہد پیش فرماتے ہیں لیکن بالکل یہی عنوان المروق من الدین والاسلام اور بعینہ یہی لفظ یمرقون من الدین خوارج کی مشہور احادیث میں آئے ہیں لہٰذا ان خوارج کا حکم بھی وہی ہونا چاہیئے جو مرتدین کا ہے یعنے کفر اور قتل (نہ کہ باغی مسلمانوں کا)

---

[1] حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں ج ۱۲ ص ۱۷۰ پر کشمیہنی سے بروایت ابوذر اسی حدیث کو المفارق لدینہ التارک للجماعۃ کے الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کشمیہنی کے علاوہ باقی حضرات امام بخاری سے اس کے بجائے المارق من الدین روایت کرتے ہیں نسفی سرخسی، اور مستملی اسی روایت کو المارق لدینہ کے الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں (بالفاظ دیگر یہ حدیث امام بخاری سے تین طریق سے مروی ہے (۱) کشمیہنی کے طریق میں المفارق لدینہ کے الفاظ ہیں (۲) نسفی سرخسی اور مستملی کے طریق میں المارق لدینہ کے الفاظ ہیں (۳) اور بخاری کے عام نسخوں میں المارق من الدین کے الفاظ ہیں درحقیقت ایک روایت کے الفاظ دوسری روایت کے الفاظ کی شرح کرتے ہیں فرق صرف الفاظ کا ہے معنی اور مراد ایک ہے ۱۲۔

خوارج کے متعلق حافظ ابن تیمیہؒ کی تحقیق (حافظ ابن تیمیہ رح اپنے فتاویٰ میں چنگیزی تاتاریوں اور ان کے اعوان و انصار مسلمانوں کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب کے تحت اُن تمام فرق باطلہ و زائغہ کے معتقدات و احکام مع دلائل بیان فرماتے ہیں جو خود کو مسلمان کہتے یا کہلاتے ہیں، مصنف رحمہ اللہ اس طویل و مبسوط بیان سے اپنے موضوع سے متعلق مذکورہ ذیل اقتباسات پیش فرماتے ہیں)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ج ۳ ص ۲۸۵ پر اول، خوارج کے متعلق علماء اُمت کے دو قول نقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

تمام امت خوارج کی مذمت اور ان کو گمراہ کہنے پر متفق ہے اختلاف صرف ان کو کافر کہنے یا نہ کہنے میں ہے۔ اس سلسلہ میں امام مالک رح اور امام احمد کے مذہب میں دو قول ہیں (یعنے مالکیہ اور حنابلہ کے مستقل دو قول ہیں بعض کافر کہتے ہیں اور بعض نہیں) امام شافعی کے مذہب میں بھی ان کی تکفیر کے بارے میں ایسا ہی اختلاف ہے (بعض شوافع کافر کہتے ہیں بعض نہیں)، اس لئے امام احمد وغیرہ ائمہ مجتہدین کے مذہب میں اِن خوارج کے بارے میں پہلے طریق کار کی بنا پر (کہ تمام باغی فرقے یکساں ہیں اور ان کا حکم بھی ایک ہے) دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ایک یہ کہ یہ باغیوں کی طرح مسلمان ہیں (۲) دوسرے یہ کہ مرتدین کی طرح کافر ہیں ان کو ابتداءً بھی (یعنے آمادۂ جنگ ہوئے بغیر بھی) قتل کرنا جائز ہے اسی طرح ان کے قیدیوں کو قتل کرنا بھی درست ہے، بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کرنا کرنا بھی جائز ہے اور جو قبضہ میں آجائیں ان سے مرتد کی طرح توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ جیسا کہ اُن زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق جو امام سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں امام احمد کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ وجوب زکوٰۃ کا اقرار کرنے کے باوجود محض امام کو زکوٰۃ ادا کرنے

سے انکار کرنے کی بنا پر ان کو کافر و مرتد قرار دیا جائے دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان کہا جائے۔

اس کے بعد ص ۳۰۰ پر حافظ ابن تیمیہ اپنی رائے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ (چنگیز خانی ترک، تاتاری) تاویل کرنے والے باغیوں میں سے نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے پاس کوئی قابل قبول تاویل جس کی لغتاً گنجائش ہو قطعاً نہیں ہے یہ تو یقیناً دین سے نکل جانے والے خارجیوں، زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدوں، مسلمان ہونے کے باوجود سود کو حلال کہنے والے اہل طائف، فرقہ خرمیہ اور اسی نوع کے بے دین فرقوں کے قبیل سے ہیں جن سے اسلام کے احکام شرعیہ سے نکل جانے (اور کافر ہو جانے) کی بنا پر ہمیشہ جنگیں کی گئی ہیں۔

تکفیر خوارج کے باب میں فقہا کا اشتباہ اور وجہ اشتباہ،

اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ فقہا کو جس چیز سے (خوارج کے بارے میں) دھوکہ لگا ہے (اور انھوں نے ان پر باغی مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہی) اس پر متنبہ فرماتے ہیں:

یہ ایک مقام ہے جس میں اکثر و بیشتر فقہا نے دھوکہ کھایا ہے صرف اس لئے کہ مؤرخین و مصنفین نے باغیوں سے جنگ کرنے کے ذیل میں مانعین زکوٰۃ اور خوارج کی جنگ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل بصرہ اور حضرت معاویہ اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ جنگ کو، ایک قرار دے کر قتال بغاۃ کے تحت دونوں کو جمع کر دیا اور ان تمام جنگوں کو یکساں، اور شرعاً مامور بہ قرار دے دیا اور اسطرح کے احکام و مسائل متفرع کئے جیسے یہ تمام لڑائیاں سب یکساں اور ایک نوع کی ہیں اور یہ ان مصنفین کی بہت بڑی غلطی ہے اس سلسلہ میں صحیح رائے (اور فیصلہ) وہی ہے جو امام اوزاعی، ثوری، مالک، احمد وغیرہ ائمہ حدیث وسنت

اور اہل مدینہ کی ہے کہ ان دونوں قسم کی لڑائیوں میں فرق کرنا چاہئے (پہلی قسم کے لوگ کافر و مرتد ہیں اور ان سے لڑائیاں قتال کفار کے ذیل میں آنی چاہئیں اور اُن پر کفار کے احکام مرتب کرنے چاہئیں اور دوسری قسم کے لوگ مسلمان باغی ہیں ان سے لڑائیاں قتال بغاۃ کے ذیل میں آنی چاہئیں اور اُن پر مسلمان باغیوں کے احکام مرتب کرنے چاہئیں۔

(دیکھئے حافظ ابن تیمیہ کے اس بیان سے خوارج کا ان کے نزدیک کافر ہونا محقق ہوگیا)

روزہ نماز کی پابندی کے باوجود مسلمان مرتد ہوجاتا ہے،

حافظ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۹۱ پر اُن نام نہاد مسلمانوں کے متعلق جو تاتاریوں کا ساتھ دے رہے تھے فرماتے ہیں۔

اور ان (چنگیزیوں کے اعوان و انصار مسلمانوں) میں احکام شرعیہ اسلامیہ سے اتنا ہی ارتداد موجود ہے جتنا اس (چنگیز خاں نے) احکام شرعیہ اسلامیہ سے انحراف کیا ہے اور جبکہ سلف صالحین (صحابہ و تابعین) نے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کا نام مرتد رکھا حالانکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے اور عام مسلمانوں سے جنگ بھی نہیں کرتے تھے (تو ان کو کیوں نہ مرتد کہا جائے (یہ تو صریح کفریہ و شرکیہ اعمال و افعال کے مرتکب ہیں معلوم ہوا حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک موجب ارتداد قول و فعل کا ارتکاب اور ضروریات دین سے انکار کرنے والے، روزہ نماز کی پابندی کے باوجود کافر و مرتد ہوجاتے ہیں)

کلمہ شہادت پڑھنے اور خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود انسان کافر و مرتد ہوجاتا ہے،

ص ۲۸۲ پر الطریقۃ الثانیۃ (کہ دونوں قسم کی لڑائیوں کو الگ الگ رکھا جائے) کے تحت فرماتے ہیں

بحث ان تاتاریوں کے متعلق ہے جو آئے دن شام پر خونریز حملے کرتے اور بے قصور مسلمانوں اور ان کے بیوی بچوں کا خون بہاتے رہتے ہیں حالانکہ زبان سے کلمہ شہادت بھی پڑھتے ہیں خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور اُس پہلے کفر سے

کنارہ کش بھی ہو گئے ہیں جس پر پہلے قائم تھے (یعنی مسلمان ہو گئے ہیں، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کے جان و مال کو مباح اور لوٹ مار کو حلال سمجھتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو کیا کہا جائے؟ مسلمان باغی یا کافر و مرتد؟ ظاہر ہے کہ جو مسلمانوں کے جان و مال کو اپنے لئے حلال سمجھے وہ کافر ہے)

ص ۲۴۲ پر (ان لوگوں کی تردید و تجہیل کرتے ہوئے جو جمل و صفین کی جنگوں کو اور خوارج و حروریہ کی جنگوں کو یکساں قرار دیتے ہیں) فرماتے ہیں جیسا کہ دین سے نکل جانے والے خارجیوں کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے (کہ وہ بھی رافضیوں اور معتزلیوں کی طرح جمل و صفین میں جنگ کرنے والے صحابہ کو کافر یا فاسق کہتے ہیں) اس لئے سلف صالحین (صحابہ و تابعین) اور ائمہ دین کے ان کی تکفیر کے متعلق بھی دو قول مشہور ہیں (جن کا تذکرہ سابقہ اقتباسات میں آچکا ہے)

انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تذلیل کرنے والا مسلمان کافر و مرتد ہے۔	ص ۲۳۶ پر باطنی فرقہ کے شاہان مصر (فاطمین) کے کفر و ارتداد پر بحث

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پھر ان باطنیوں نے حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کو خاص طور پر ہدف طعن و تشنیع بنایا اور ان کو یوسف نجار (بڑھئی) کی جانب منسوب کیا (کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے) ان کو عقل و تدبر سے کورا اور بیوقوف بتلایا اس لئے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ آگئے یہاں تک کہ انھوں نے ان کو سولی پر چڑھا دیا لہٰذا یہ لوگ حضرت مسیح علیہم السلام پر سب و شتم اور طعن و تشنیع کرنے میں یہودیوں کے ہمنوا ہیں (اس لئے کہ انبیا علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنا اور ان کو بدنام و رسوا کرنا ہمیشہ سے یہودیوں کا

شیوہ رہا ہے) بلکہ یہ تو یہودیوں سے بھی زیادہ برے اور ضرر رساں ہیں کہ مسلمان اور قرآن کے متبع کہلا کر انبیا علیہم السلام پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تذلیل کرتے ہیں (اس لئے یہ یقیناً کافر و مرتد ہیں)

ص ۲۹۳ پر اس امر کی (کہ کفار کی بہ نسبت ایک مسلمان کے موجب کفر و ارتداد قول و فعل کی شناعت اور مضرت بہت زیادہ ہے) مزید وضاحت فرماتے ہیں:
اس لئے کہ اصلی مسلمان جب اسلام کے کسی بھی قطعی حکم یا عقیدہ سے منحرف و مرتد ہو جائے تو وہ اس کافر سے بدرجہا زاید ضرر رساں ہوتا ہے جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوا جیسے وہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدین جن سے حضرت ابوبکر صدیق نے (اور تمام کافروں اور مشرکوں کو چھوڑ کر) جنگ[۵] کی (اس لئے کہ اُن کا کفر و انحراف اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے والا تھا)

زندیقوں اور ملحدوں کا الحاد و زندقہ ظاہر ہو جانے اور منظرِ عام پر آجانے کے بعد ان کی توبہ بھی مقبول نہیں

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ زندیقوں اور ملحدوں کے کفر و ارتداد کو ثابت کرنے کے بعد ان کی توبہ کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فقہا کے اقوال نقل فرماتے ہیں) صاحب درمختار ان فرقوں کے ذیل میں جن کی توبہ مقبول نہیں فرماتے ہیں:

فتح القدیر میں ہے کہ وہ منافق جو (دل میں) کفر کو چھپاتا اور (زبان سے) اسلام

---

[۵] فتاویٰ ابن تیمیہ رح کے مذکورہ بالا اقتباسات سے قطعی طور پر واضح و محقق ہو گیا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ تمام افراد اور فرقے جو مسلمان کہلانے اور اہل قبلہ میں سے ہونے کے باوجود اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام سے انحراف و انکار کریں یا انبیا علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر سب و شتم یا توہین و تذلیل کریں وہ نہ صرف کافر و مرتد اور واجب القتل ہیں بلکہ اور تمام کافروں اور غیر مسلموں سے زیادہ اسلام کے دشمن اور مضرت رساں ہیں ان کی بیخکنی سب سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے، نیز یہ کہ ان کی کوئی تاویل بھی مسموع و معتبر نہیں (از مترجم)

کا اظہار کرتا ہے اس زندیق (بیدین) کی طرح ہے جو کسی دین کو بھی نہ مانتا ہو
(اور جیسے اُس کی توبہ مقبول نہیں ایسے ہی اس کی بھی توبہ مقبول نہیں)
اسی طرح اُس شخص یا فرقہ (کی توبہ بھی مقبول نہیں) جس کے متعلق معلوم
ہو کہ وہ (ظاہر میں مسلمان کہلانے کے باوجود) باطن میں کسی بھی ضروریات
دین کا انکار کرتا ہے مثلاً شراب کی حرمت، کہ ظاہر میں تو اُس کے حرام ہونے
کے اعتقاد کا اظہار کرے (مگر باطن میں شراب کو حلال جانتا اور سمجھتا ہو)
پوری بحث فتح القدیر میں ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے زندیق کی توبہ کا
اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ خدا کو مانتا ہی نہیں ایسے ہی اس منافق کی توبہ
پر بھی اطمینان نہیں)

علامہ شامی رح ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۷ و ص ۳۱۴ طبع جدید ۱۳۲۴ھ پر درمختار کی مذکورہ
بالا عبارت کے ذیل میں فرماتے ہیں

نورالعین میں تمہید کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ایسے گمراہ فرقے جن کی گمراہی اس
طرح ظاہر ہو جائے اور منظر عام پر آ جائے کہ (اس کی بنا پر) ان کی تکفیر واجب
ہو جائے اگر وہ اس گمراہی سے باز نہ آئیں یا توبہ نہ کریں تو ان سب کا قتل
کر دینا جائز ہے ہاں اگر توبہ کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو ان کی توبہ قبول
کر لی جائے گی بجز رافضیوں میں سے اباحیہ، غالیہ اور شیعہ فرقوں کے
اور فلاسفہ میں سے قرامطہ اور زنادقہ کے کہ ان کی توبہ کسی حال قبول نہ ہوگی
توبہ کریں یا نہ کریں، توبہ کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بہر حال ان کو
قتل کر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ لوگ خالق عالم تو کسی کو مانتے ہی نہیں پھر توبہ
و استغفار کس سے کریں گے اور ایمان کس پر لائیں گے

اس کے بعد علامہ شامی اس کی مزید تشریح اور اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اپنے گمراہ عقیدوں کا راز فاش ہونے (اور مسلمان حاکم تک معاملہ پہونچنے) سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں تو ان کی توبہ قبول ہو جائے گی ورنہ نہیں فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے قول کا تقاضہ بھی یہی ہے اور یہی بہترین فیصلہ ہے علامہ شامی ص ۲۸۶ ج ۳ باب کے ذیل میں زندیق کی توبہ مقبول نہ ہونے کے ثبوت کے لئے فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زندیق کی طرح اس شخص کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی جو بار بار مرتد ہوتا رہا ہو" امام مالک امام احمد اور امام لیث رحمہم اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے بار بار ایسا کیا (یعنے بار بار توبہ کی اور بار بار منحرف و مرتد ہوتا رہا ہو) تو اس کو دھوکہ سے قتل کر دیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی گھات میں لگے رہیں جونہی کسی وقت زبان سے کلمہ کفر کہے فوراً اسے قتل کر دیں اس سے پہلے کہ وہ توبہ کرے اس لئے کہ اس شخص کے طرز عمل سے توبہ و استغفار کے ساتھ استہزاء ظاہر ہو چکا[۵] (اور ایسے شخص کی توبہ ہی کیا جو توبہ و استغفار کے ساتھ بھی استہزاء کرے)

ضروریات دین کی طرح ہر قطعی امر کا انکار بھی موجب کفر ہے، ضروری اور قطعی کا فرق

علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ رد المحتار ص ۲۸۴ ج ۳ پر فرماتے ہیں۔

بظاہر شیخ ابن ہمام رح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر کا حکم صرف ان امور کے انکار کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریات دین میں سے ہوں (یعنے بطور تواتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں) حالانکہ ہمارے

---

۵ مذکورہ بالا اقتباسات سے محقق ہو گیا کہ ملحد اور زندیق کی توبہ کسی کے نزدیک بھی اور کسی صورت میں بھی مقبول نہ ہو گی (از مترجم)

(احناف کے) نزدیک تو تکفیر کے لئے صرف قطعی الثبوت ہونا شرط ہے اگرچہ ضروریات دین میں سے نہ بھی ہو بلکہ ہمارے نزدیک تو ایسے قول وفعل پر بھی کافر کہا جا سکتا ہے جو موجب توہین واستخفاف نبی ہو اسی لئے شیخ ابن ہمام نے مسایرہ میں فرمایا ہے

ما ینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فھو کفر	ہر وہ (قول وفعل) جو تسلیم واطاعت کے منافی ہو یا تکذیب (نبی) کے لئے موجب ہو، وہ کفر ہے۔

چنانچہ وہ تمام موجب توہین امور جو ہم حنفیہ کی جانب سے نقل کر چکے ہیں رجن میں قتل نبی سب سے اہم ہے کہ اس میں دین کی توہین سب سے زیادہ واضح ہے (پہلی شق میں داخل ہیں یعنے) اطاعت وتسلیم دین کے منافی ہیں (اس لئے کہ توہین واستخفاف تسلیم واطاعت کے قطعاً منافی ہے) اور ہر اس امر کا انکار جو قطعی اور یقینی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو (دوسری قسم میں داخل ہے یعنے) تکذیب (نبی) کا موجب ہے۔ باقی ان قطعی امور کا انکار جو ضروریات دین کے تحت نہیں آتے (یعنے ان کا ثبوت رسول اللہ سے قطعی ویقینی نہیں ہے) مثلاً متوفی کی لڑکی کے ساتھ اس کی پوتی کو بھی چھٹے حصہ کا مستحق قرار دینا جو اجماع سے ثابت (اور یقینی) ہے تو حنفیہ[۱] کے بیان کے مطابق

---

[۱] حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کا انکار تو متفقہ طور پر موجب کفر ہے ہی باقی حنفیہ دین کے ان قطعی امور کے انکار کو بھی موجب کفر کہتے ہیں جو اگرچہ ضروریات دین میں سے تو نہ ہوں یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ثبوت تو قطعی نہ ہو مگر قطعی دلائل مثلاً اجماع وغیرہ سے وہ ثابت ہوں۔ اس بیان سے ضروریات دین اور امور قطعیہ کا فرق بھی واضح ہو گیا قطعی ہر اس امر کو کہتے ہیں جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہو اور ضروری ہر اس امر کو کہتے ہیں جس کا ثبوت رسول اللہ سے قطعی ہو یعنے بطور تواتر رسول اللہ سے ثابت ہو۔ دلائل قطعیہ چار ہیں کتاب اللہ، خبر متواتر، اجماع، قیاس جلی بالفاظ دیگر ہر امر ضروری قطعی ہے لیکن ہر امر قطعی کے لئے ضروری ہونا شرط نہیں۔ قطعی عام ہے اور ضروری خاص یہی ضروری اور قطعی میں فرق ہے۔ از مترجم

ان کا انکار بھی موجب کفر ہے (اس لئے کہ یہ انکار اطاعت وتسلیم دین کے منافی ہے) اس لئے کہ حنفیہ نے تکفیر کے لئے صرف ثبوت من الدین کے قطعی ہونے کی شرط لگائی ہے (ضروریات دین میں سے ہونا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے)

نیز فرماتے ہیں: اور یہ بھی ضروری ہے کہ منکر کو اس کے قطعی ہونے کا علم بھی ہو۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک جن دو چیزوں پر تکفیر کا مدار ہے یعنے ایک تکذیب نبی اور دوسرے استخفاف وتوہین دین یہ اسی وقت متحقق ہوں گے جبکہ منکر کو اس بات کا علم بھی ہو (کہ میں اس امر قطعی کا انکار کرکے تکذیب نبی یا توہین دین کا ارتکاب کر رہا ہوں) اور جب اس کو اس بات کا علم ہی نہ ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا اِلّا یہ کہ اہل علم اس کو بتلائیں (کہ تم اس امر قطعی کا انکار کرکے تکذیب نبی یا توہین دین کے مرتکب ہو رہے ہو) اور اس کے باوجود (باز نہ آئے) اور اپنی بات پر اڑا رہے (تو بیشک اس کو کافر کہا جائے گا)

تکفیر کا ایک کلیہ قاعدہ کسی بھی حرام قطعی کو حلال کہنے والا کافر ہے

(حضرت مصنف رحمہ اللہ تنبیہ کے عنوان سے شامی کا مذکورہ ذیل اقتباس نقل فرماتے ہیں اور ان بیباک لوگوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بے دھڑک حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہہ دیتے ہیں) فرماتے ہیں۔

تنبیہ علامہ شامی بحر الرائق کے حوالہ سے رد المحتار ص ۲۸۴ ج ۳ پر فرماتے ہیں۔

بحر الرائق میں مذکور ہے کہ (تکفیر کے باب میں) قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کسی بھی امر حرام کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو اگر وہ امر حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) نہیں ہے تو اس کے حلال کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا مثلاً غیر کا مال (یعنے کوئی شخص لوگوں کے مال کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہو) اور اگر وہ حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) ہے تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر کہا جائے گا۔ بشرطیکہ قطعی دلیل سے اس کی حرمت ثابت ہو (جیسے کہ شراب وخنزیر) ورنہ نہیں (یعنے اگر اس حرام لعینہ

کی حرمت کسی قطعی دلیل ثابت نہ ہو تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر نہ کہا جائے گا) بعض علما کی رائے ہے کہ (صاحب بحر الرائق کی بیان کردہ) یہ تفصیل (اور فرق) اس شخص کے حق میں تو درست ہے جو (حرام لعینہ اور حرام لغیرہ اور اس کے فرق کو) جانتا ہو لیکن جو شخص اس سے ناواقف ہے اس کے حق میں یہ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کا فرق معتبر نہ ہوگا بلکہ اس کے حق میں صرف قطعی ہونے یا نہ ہونے پر مدار ہوگا اگر امر قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں مثلاً اگر کوئی کہے کہ شراب حرام نہیں ہے تو اس کو کافر کہا جائیگا تفصیل کے لئے بحر الرائق کی مراجعت کیجئے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: علامہ شامی نے زکوٰۃ غنم کے ذیل میں ج ۲ ص ۳۵ پر تصریح کی ہے کہ تکفیر کا مدار قطعی[۵] ہونے پر ہے اگرچہ حرام لغیرہ ہی ہو (یعنے اگر حرام لغیرہ کو ہی حلال کہے اور ہو اس کی حرمت قطعی تو کافر کہا جائیگا) فرماتے ہیں: مسئلہ نماز بدوں طہارت کے ذیل میں ص ۴۷ ج ۱ پر بھی کچھ اس کا بیان آیا ہے۔

اصول دین اور امور قطعیہ کا منکر متفقہ طور پر کافر ہے (علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۰ (و ص ۴۲۸ طبع جدید) (باب البغاۃ) میں ترک تکفیر خوارج سے متعلق فتح القدیر کی وہ عبارت جس کا حوالہ صاحب در مختار نے دیا ہے نقل کرنے کے بعد بطور استدراک فرماتے ہیں)۔

سلہ اسی زمانہ میں جو لوگ ربوا (سود) جیسی حرام قطعی چیز کو حلال کہہ رہے ہیں حالانکہ اس کی حرمت قرآن میں منصوص ہے احل اللہ البیع وحرم الربوا ان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے دراں حالیکہ قرآن کریم میں صرف اسی تحلیل ربوا پر اہل طائف سے اعلان جنگ کیا گیا ہے حالانکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور روزہ نماز کے قائل تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ یہ آیت انہی اہل طائف کے حق میں نازل ہوئی ہے اور سود کو حلال کہنے پر ہی اُن سے جنگ کی گئی ہے (مراجعت کیجئے فتاوی ابن تیمیہ ص ۸۲ و ۲۶۸ ج ۴) از مترجم ۱۲۔

لیکن شیخ ابن ہمام نے مسایرہ میں تصریح کی ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین کا مخالف (منکر) متفقہ طور پر کافر ہے مثلاً جو شخص عالم کو قدیم مانے یا حشر جسمانی کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو (وہ متفقہ طور پر کافر ہے) اختلاف ان (اصول وضروریات دین) کے علاوہ عقائد واحکام میں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے مبادی کا انکار (یعنے صفات الٰہیہ کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم وقدیم ہونے کا انکار) یا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے (خیر وشر دونوں کے لئے) عام ہونے کا انکار (یعنے صرف خیر کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل ماننا اور شر کو اس کے ارادہ ومشیت سے خارج کہنا) قرآن کو مخلوق کہنا (یعنے اس قسم کے نظری اور تفصیلی عقائد کے متعلق اختلاف ہے بعض علماء ان کے منکر کو بھی کافر کہتے ہیں اور بعض علما کافر نہیں کہتے بلکہ فاسق ومبتدع کہتے ہیں)

علامہ شامی شیخ ابن ہمام کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔
اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں بیان کیا ہے کہ کسی شبہ (اور تاویل) کی بنا پر شیخین (ابوبکر وعمر) رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر اور اُن پر (العیاذ باللہ) سب وشتم کرنے والے کو بھی کافر نہیں کہا جائے گا (بلکہ فاسق ومبتدع کہا جائیگا) بخلاف اس شخص کے جو حضرت علی کے خدا ہونے کا مدعی ہو (جیسے حلولیہ فرقہ کا عقیدہ ہے) اور یہ کہ حضرت جبرئیل نے (حضرت علی کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے جانے میں) غلطی کی ہے (جیسے غالی شیعہ کا عقیدہ ہے) ایسے لوگوں کو ضرور کافر کہا جائے گا اس لئے کہ یہ عقیدہ یقیناً کسی شبہ (تاویل) اور تلاش حق کی کاوش وجستجو پر مبنی نہیں ہے (بلکہ محض کفر اور خباثت نفس ہی) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والا کافر ہے (اس کے بعد علامہ شامی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگائے یا ان کے والد بزرگوار (حضرت ابوبکر صدیق) کے صحابی ہونے کا منکر ہو اس لئے کہ یہ قرآن عظیم کی کھلی ہوئی تکذیب ہے جیسا کہ اس سے پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما قطعاً کافر ہے | حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ منکر خلافت شیخین کے بارے میں شرح منیۃ المصلی کے مذکورہ بالا بیان سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں)

اکثر فقہا منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کو مطلقاً کافر کہتے ہیں چنانچہ در منتقی میں شرح وھبانیہ سے اس کے ثبوت میں ذیل کا شعر نقل کیا ہے

وصح تکفیر نکیر خلافۃ الـ عتیق وفی الفاروق ذالک اظھر

(خلافت عتیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر صحیح یہ ہے کہ کافر ہے اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور یہی بات قوی ہے)۔

فرماتے ہیں: بلکہ خلاصۃ الفتاویٰ اور صواعق میں تو نقل کیا ہے کہ:

اصل (مبسوط) میں امام محمد بن الحسن نے اس کی تصریح کی ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے) اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ فتاویٰ ھندیہ (عالمگیری) میں مذکور ہے

علامہ شامی کا تساہل | فرماتے ہیں: لہٰذا علامہ ابن عابدین شامی نے مذکورہ بالا بیان میں بحوالہ شرح منیۃ المصلی "شبہ کی بنا پر منکر خلافت شیخین کو کافر نہ کہنے میں" تساہل سے کام لیا ہے۔

چنانچہ خزانۃ المفتیین میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے (کہ منکر خلافت شیخین مطلقاً کافر ہے) جیسا کہ فتاویٰ البزازیہ میں مذکور ہے

اسی طرح فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۴۹ پر برھان سے اور فتاویٰ بدیعیہ سے اور اس کے علاوہ دیگر کتب فتاویٰ سے نیز بعض شوافع اور حنابلہ سے بھی نقل

کیا ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے) برھان کی عبارت حسب ذیل ہے۔
ہمارے علما (احناف) اور امام شافعی رحمہم اللہ نے فاسق کی امامت کو اور اس مبتدع (گمراہ) کی امامت کو جس کی بدعت (گمراہی) پر کفر کا حکم نہ لگایا گیا ہو مکروہ کہا ہے نہ کہ فاسد جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ فاسد فرماتے ہیں لہٰذا ہمارے نزدیک تمام اہل بدعت (گمراہ فرقوں) کے پیچھے اقتدا جائز ہے بجز جہمیہ، قدریہ غالی رافضی، خلق قرآن کے قائلیں، حطابیہ اور مشبّہ کے (کہ ان کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اس لئے کہ یہ تمام فرقے کافر ہیں)
فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان اہل قبلہ غالی نہ ہو اور اس کے کافر ہونے کا حکم نہ لگایا گیا ہو اس کے پیچھے نماز جائز تو ہے مگر مکروہ ہے اور جو شفاعت، رویت الٰہی، عذاب قبر، کراماً کاتبین وغیرہ متواترات کا انکار کرے اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اس لئے کہ یہ منکر یقیناً کافر ہے کیونکہ ان امور کا ثبوت صاحب شریعت سے حد تواتر کو پہونچ چکا ہے ہاں جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی وجہ سے نظر نہیں آسکتے وہ مبتدع ہے (کافر نہیں اس لئے کہ یہ نفس رویت کا منکر نہیں بلکہ اپنے قصور فہم کی وجہ سے رویت الٰہی کو ناقابل حصول سمجھتا ہے) اس کے برعکس جو شخص "خفین پر مسح" کا منکر ہو یا ابوبکر صدیق یا عمر فاروق یا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں (اس لئے کہ یہ امر متواتر و مجمع علیہ کا منکر اور کافر ہے) ہاں جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (خلفاء ثلاثہ سے) افضل مانتا ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی مبتدع ہے (کافر نہیں)۔
فرماتے ہیں: باقی امام محمد رح تو امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے مطلقاً نماز جائز نہیں۔

وہ تمام خوارج کافر ہیں جو حضرت علیؓ کو کافر کہتے ہیں

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی مصنف تحفہ اثنا عشریہ نے تحفہ کے آخر میں ان تمام خوارج کی تکفیر کو ترجیح دی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں چنانچہ باب التولی والتبری کے مقدمہ سادسہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ لیکن مصنف تحفہ نے اس مقام پر کفر و ارتداد میں فرق کیا ہے لیکن کتب فقہ میں یہ فرق اس شخص کے حق میں جو مسلمان ہونے کا مدعی ہو معروف نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قصداً تبدیل مذہب کو ارتداد اور تبدیل مذہب کے قصد کے بغیر ترک دین کو کفر کہتے ہیں باقی ان کے بیان سے دونوں کے حکم میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا بجز اس کے کہ مرتد کا قتل واجب ہے اور کافر کا قتل جائز۔

فتاوی عزیزیہ میں حضرت شاہ صاحب کے بیشتر بیانات سے بھی خارجیوں اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر ہی ظاہر ہوتی ہے باقی فتاوی کے صفحہ ۱۹/۱ پر جو ان کا بیان ہے وہ خود ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۲/۱ و صفحہ ۱۱۹/۱ پر خود انھوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے

التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں

حضرت شاہ صاحب فتاوی عزیزیہ کے صفحہ ۹۵/۱ پر فرماتے ہیں کہ "امور یقینیہ میں التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں (یعنے جو شخص کسی بھی قطعی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب کرے گا وہ بہر صورت کافر ہو جائے گا خواہ جان بوجھ کر ارتکاب کرے خواہ نہ جانتا ہو خواہ قصد کفر کرے خواہ نہ کرے) چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ میں کید (۹۱) کے ذیل میں اور باب امامت کے عقیدہ نمبر (۶) کے ذیل میں آیت کریمہ یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ الآیہ کے تحت اس کا بیان موجود ہے اور کچھ اس کا بیان باب تولی و تبری کے پانچویں مقدمہ کے اندر بھی آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ موجب کفر و ارتداد ہے

علامہ شہاب خفاجی شرح شفا نسیم الریاض ج ۴ فصل الوجہ الثالث کے ذیل میں ص ۳۰۳ پر اور ص ۵۰۹ پر فرماتے ہیں :

اسی طرح ابن قاسم مالکی نے اس شخص کو مرتد کہا ہے جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ سحنون مالکی کا قول بھی یہی ہے ابن قاسم نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد کہا ہے خواہ وہ پوشیدہ طور پر اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہو خواہ علانیہ طور پر جیسے مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ علیہ گذرا ہے۔ اصبغ بن الفرج الکی کہتے ہیں وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں میرے پاس وحی آتی ہے وہ مرتد کی مانند ہے (یعنے اس کا حکم وہی ہے جو مرتد کا ہے) اس لئے کہ وہ کتاب اللہ (آیت خاتم النبیین) کا بھی انکار کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تکذیب کرتا ہے اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ "میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے رسول بنایا ہے۔ اشہب اس یہودی کے متعلق جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو اس کے احکام پہونچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں "یا یہ کہے کہ تمہارے نبی کے بعد ایک اور نبی شریعت لے کر آئے گا" اشہب فرماتے ہیں کہ اگر یہ یہودی علانیہ یہ دعویٰ کرتا ہے اور کھلم کھلا سب کے سامنے کہتا ہے تو اس سے مرتد کی طرح توبہ کرائی جائے گی (اگر چھپاتا ہے تو نہیں) اگر توبہ کرے اور باز آجائے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کی تکذیب کرتا ہے اور نبوت و رسالت کا دعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت پر نکتہ چینی اور عیب گیری موجب کفر ہے

(علامہ شہاب خفاجی شرح شفا ج ۴ ص ۴۳۱ پر فصل "الوجہ الثالث" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

سحنوں کے رفیق احمد بن ابی سلیمان جن کے حالات اس سے قبل بیان ہو چکے ہیں۔ فرماتے ہیں: جو شخص یہ کہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ سیاہ تھا اس کو قتل کر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ شخص (ایک تو) رسول اللہ پر جھوٹ بولتا ہے (دوسرے) سیاہ رنگ معیوب بھی ہے (اس لئے رسول اللہ کی توہین و تحقیر بھی کرتا ہے) اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ فام نہ تھے بلکہ آپ کا رنگ گلاب کی طرح سرخ و سفید اور شگفتہ تھا جیسا کہ حلیہ مبارکہ سے متعلق طویل حدیث میں اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات اور حلیہ مبارکہ میں کسی قسم کی کذب بیانی بھی موجب کفر ہے

خفاجی فرماتے ہیں :۔

بعض علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ ابن ابی سلیمان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات میں سے کسی بھی صفت میں کذب بیانی کفر اور موجب قتل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کذب کے ساتھ تحقیر و توہین کا شائبہ ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ مذکورہ بالا صورت میں ہے اس لئے کہ سیاہ رنگ ناپسندیدہ اور معیوب ہے، خفاجی فرماتے ہیں: حالانکہ تم جانتے ہو کہ اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا (موجب نقص وعیب ہو یا نہ ہو) اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات مقدسہ اور حلیہ مبارکہ میں سے کسی بھی صفت کے بیان میں (کذب اور) خلاف واقعہ صفت کو آپ کی طرف منسوب کرنا شائبہ توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ ایسی کامل ترین صفات کے مالک تھے کہ ان سے کامل تر صفات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے خلاف جو صفت بھی آپ کی طرف منسوب کیجائیگی ضرور اس میں آپ کی تنقیص ہوگی (لہٰذا آپ کی صفات قدسیہ کے باب میں کوئی بھی غلط بیانی اور

کذب توہین وتحقیر سے خالی نہیں ہوسکتا، لہٰذا ایسی صورت میں علماء متاخرین کا مذکورہ بالا اعتراض بے محل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کو حادث یا مخلوق ماننا موجب کفر ہے | ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ص ۲۹ (طبع پاکستان سعیدی) پر صفات الٰہیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام تر صفات حقیقیہ ازلی ہیں نہ حادث ہیں نہ مخلوق لہٰذا جو شخص بھی ان کو مخلوق یا حادث کہتا ہے یا توقف کرتا ہے (نہ قدیم کہتا ہے نہ حادث) یا ان میں شک وشبہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ (کی صفات) کا منکر اور کافر ہے۔

اللہ کے کلام کو مخلوق ماننا موجب کفر ہے۔ | کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں:

جو شخص اللہ کے کلام کو مخلوق کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ (کی صفت کلام) کا منکر اور کافر ہے۔

صفت کلام کے متعلق ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ص ۳۰ پر فرماتے ہیں

امام فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رح سے بسند صحیح مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابو حنیفہ رح سے (مدت دراز تک) خلق قرآن کے مسئلہ پہ مناظرہ کیا آخر ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے۔ یہی قول امام محمد رح سے (بسند صحیح) مروی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم یا آپ کی توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، | قاضی ابو یوسف رح کتاب الخراج[1] میں فرماتے ہیں۔

جو مسلمان شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ (العیاذ باللہ) سب وشتم کرے یا آپ کو جھوٹا کہے یا آپ میں عیب نکالے یا کسی بھی طرح آپ کی توہین وتنقیص کرے وہ کافر ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔

---

[1] صفحہ ۱۸۲ فصل "الحکم فی المرتد عن الاسلام"

قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے والا کافر ہے اور جو کوئی اس کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے

شاتم رسول کی توبہ بھی مقبول نہیں | مجمع الانہر، درمختار، بزازیہ، دُرَرْ اور خیریہ میں لکھا ہے کہ:

"انبیا علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو سب وشتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اس کے کافر اور معذب ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

دنیوی احکام کے اعتبار سے تو اس کی توبہ کے قبول اور معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے (بعض کہتے ہیں شاتم رسول کی توبہ مقبول نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے اور بعض اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں بعض کے نزدیک کچھ تفصیل ہے) مگر فیما بینہ وبین اللہ اس کی توبہ مقبول ہی (یعنے اگر صدق دل سے اس نے توبہ کی اور اس پر زندگی بھر قائم رہا تو آخرت میں انشاء اللہ سب وشتم رسول کے عذاب اور کفر سے بچ جائے گا) لیکن خلاصۃ الفتاوٰی میں منقول محیط کی عبارت کی مراجعت کرنی چاہیے کہ اس میں مشائخ حنفیہ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ "عنداللہ بھی شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہو گی" یہ قول مجھے سوائے محیط کی عبارت کے اور کہیں نہیں ملا ہو سکتا ہے کتابت کی غلطی ہو

ضروری اور قطعی امور دین کا منکر اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو کافر ہے نیز اہل قبلہ کے معنی اور مراد | ملا علی قاری رح شرح فقہ اکبر میں ص ۱۹۵ (سعیدی) پر فرماتے ہیں

مواقف میں لکھا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر صرف اسی قول وفعل پر کی جائے گی جس میں ایسے امر کا انکار پایا جائے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت

یقینی طور پر معلوم ہو یا مجمع علیہ ہو (یعنے امت کا اس پر اجماع ہو) مثلاً محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) کو حلال جاننا اور کہنا، اسکے بعد قاضی عیاض فرماتے ہیں: مخفی نہ ہے کہ علماء احناف کے اس قول کا مطلب کہ لا یجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب (کسی بھی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں) یہ نہیں ہے کہ جو بھی کوئی نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرتا ہو اس کو کافر کہنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ غالی رافضی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی کے پہونچانے میں غلطی کی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس وحی بھیجی تھی انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا دی یا جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی (العیاذ باللہ) خدا تھے ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں اگرچہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (جو اس اصطلاح کا ماخذ ہے)

من صلی صلوٰتنا واستقبل	جو شخص ہماری (طرح) نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا
قبلتنا واکل ذبیحتنا	استقبال کرے اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال سمجھے اور) کھائے
فذلك المسلم	وہ مسلمان ہے۔

کی مراد بھی یہی ہے (کہ تمام دین کو مانتا ہو اور کسی بھی موجب کفر عقیدہ اور قول و فعل کا مرتکب نہ ہو، نہ یہ کہ ہر وہ شخص جو یہ تین کام کرے وہ مسلمان ہے اگرچہ کیسے ہی کفریہ عقائد و اعمال کا مرتکب ہو)

رافضی اور غالی شیعہ | غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

رافضی یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نبی تھے (اور تمام کفریہ عقائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اس کی تمام مخلوق قیامت تک اُن پر لعنت کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی آباد بستیوں

کو ویران کردیں اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیں اور روئے زمین پر ان میں سے کسی متنفس کو زندہ نہ رہنے دیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے غلو میں انتہا کو پہونچ گئے ہیں اور پھر اپنے کفریہ عقائد پر مصر ہیں اسلام کو انھوں نے بالکل خیر باد کہدیا ہے اور ایمان سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا اور اللہ (کی ذات وصفات) کا نبیوں (کی تعلیمات) کا اور قرآن (کی نصوص) کا انکار کردیا ہے اللہ تعالی ہمیں ان لوگوں سے اپنی پناہ میں رکھیں

تحقیر کی نیت سے نبی کے نام کی تصغیر بھی کفر ہے | تحفہ شرح منہاج میں فرماتے ہیں:

یا کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے یا کسی بھی طرح ان کی تحقیر وتوہین کرے مثلاً تحقیر کی نیت سے بصورت تصغیر ان کا نام لے یا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی کی نبوت کو جائز کہے ایسا شخص کافر ہے۔ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آپ سے پہلے نبی بنایا گیا ہے (آپ کے بعد نہیں) لہٰذا ان کا آخر زمانہ میں آسمان سے اترنا باعث اعتراض نہیں ہوسکتا۔

رافضی قطعاً کافر ہیں | عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی شرح فرائد میں فرماتے ہیں:

ان رافضیوں کے مذہب کا فساد اور بطلان ایسا بدیہی اور مشاہد ہے کہ اس کے لئے کسی بیان ودلیل کی بھی ضرورت نہیں (یہ عقائد) بھلا کیسے (صحیح اور درست ہوسکتے ہیں) جبکہ ان کی بنا پر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یا بعد میں کسی اور کے نبی ہونے کا جواز نکلتا ہے اور اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن تو صاف وصریح لفظوں میں اعلان کررہا ہے کہ آپ خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں اور خدا کا رسول کہہ رہا ہے

انا العاقب لا نبی بعدی | میں (سب کے) پیچھے آنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اور اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن وحدیث کے ان الفاظ کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا اور جانتا ہے یہ مسئلہ (تکذیب قرآن وحدیث) بھی ان مشہور مسائل میں سے ایک ہے جن کی بنا پر ہم نے فلسفیوں کو کافر کہا ہے (پھر رافضیوں کو کیوں نہ کافر کہیں) خدا ان پر لعنت کرے

کافر و مبتدع کا فرق، کن امور پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جاتی ہے | عقائد عضدیہ میں فرماتے ہیں:

ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر صرف ان عقائد کی بنا پر کہتے ہیں (۱) جن سے خالق مختار کا انکار لازم آئے (۲) یا جن میں شرک پایا جائے (۳) یا جن میں نبوت و رسالت کا انکار پایا جائے (۴) یا کسی مجمع علیہ قطعی امر کا انکار پایا جائے (۵) یا کسی حرام کو حلال مانا جائے ان کے علاوہ باقی عقائد فاسدہ کا ماننے والا مبتدع (گمراہ) ہے

جو شخص کسی مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے | ابو شکور سالمی تمہید میں فرماتے ہیں:

رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کبھی بھی نبی کے وجود سے خالی نہیں ہوسکتا ۔ یہ عقیدہ کھلا ہوا کفر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین کے لقب سے یاد فرمایا ہے اب جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو کوئی (بارادۂ تصدیق) اُس سے معجزہ طلب کرتا ہے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ معجزہ طلب کرنا عقیدۂ ختم نبوت میں شک کی دلیل ہے (اور امکان نبوت کا غمّاز ہے) رافضیوں کے علی الرغم یہ عقیدہ رکھنا بھی فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کوئی نبوت میں آپ کا شریک نہ تھا اس لئے کہ رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور یہ صریح کفر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو امت نے قتل کر کے سولی پر لٹکایا ہے

قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے (عبرت کیلئے) سولی پر لٹکایا تھا اسی طرح اور بہت سے خلفا اور سلاطین نے ایسے تمام مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے اور علماء امت نے اس قتل کی تصویب و تائید کی ہے۔ اور جو کوئی ان تصویب کرنے والے علما کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سورۂ احزاب کی تفسیر کے تحت بحر محیط میں اس پر عملاً اجماع امت نقل کیا ہے۔

متواتر اور مجمع علیہ امور کا منکر کافر ہے نماز کے ارکان و شرائط یا اس کی صورت و ہیئت کا منکر کافر ہے

قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں۔

اسی طرح اس شخص کو بھی قطعی طور پر کافر کہا جائے گا جو شریعت کے کسی بھی اصول کی اور ان عقائد و اعمال کی تکذیب یا انکار کرے جو نقل متواتر کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ہر زمانہ میں ان پر امت کا اجماع رہا ہے مثلاً جو شخص پانچوں نمازوں کی فرضیت کا یا ان کی رکعتوں اور رکوع و سجود کی تعداد کا انکار کرے اور کہے اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر مطلقاً نماز فرض کی ہے یہ کہ پانچ ہوں اور اس مخصوص صورت میں ہوں اور ان شرائط کے ساتھ ہوں (جیسا کہ دقیانوسی ملا کہتے ہیں) اس کو میں نہیں مانتا اس لئے کہ قرآن میں تو اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث خبر واحد ہے (ثبوت کے لئے کافی نہیں) ایسا شخص قطعاً کافر ہے۔

کن لوگوں کو کافر کہا جائے

شفا کی شرح خفاجی ج ۴ از ص ۴۲ ۵ تا ۳ ۵ فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر اور شرح شفا ملا علی قاری کے چند اقتباسات (جن میں ان لوگوں

کی تعیین کی گئی ہے جن کو کافر کہا جائے گا

(۱) جو حضور علیہ السلام کے بعد کسی کو نبی مانتا ہو

خفاجی فرماتے ہیں: اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے جو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے مثلاً مسیلمہ کذاب کو یا اسود عنسی کو یا کسی اور کو نبی مانتا ہو یا آپ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کا دعویٰ کرے (جیسے مرزائی مرزا غلام احمد علیہ ماعلیہ کی نبوت کے مدعی ہیں) اس لئے کہ آپ قرآن و حدیث کی نصوص و تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں لہٰذا ان عقائد اور دعوؤں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے جو صریحاً کفر ہے مثلاً عیسویہ[1] فرقہ

(۲) جو شخص خود اپنی نبوت کا مدعی ہو

یا جو شخص ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خود اپنے نبی ہونے کا مدعی ہو جیسے مختار ابن ابی عبید ثقفی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے (یا ہمارے زمانہ میں مرزائے قادیان علیہ ماعلیہ نے اپنے نبی اور موحی الیہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے) خفاجی فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ہر اس شخص کا کافر ہونا بھی واضح ہے جو ایسے مدعی نبوت کی تصدیق کے ارادہ سے اس سے معجزہ طلب کرے اس لئے کہ یہ شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی کے نبی ہونے کو جائز سمجھ کر ہی اس سے معجزہ طلب کرتا ہے درآں حالیکہ آپ کے بعد کسی کا نبی ہونا دلائل قطعیہ شرعیہ کی رو سے قطعاً محال ہے (جو اس کو جائز اور ممکن سمجھے وہ کافر ہے) ہاں اگر کوئی شخص اس مدعی نبوت کی تحمیق و تجہیل اور اس کے جھوٹ کو طشت ازبام کرنے کی غرض سے اس سے معجزہ طلب کرتا ہے تو یہ اور بات ہے (ایسا شخص معجزہ طلب کرنے سے کافر نہ ہوگا)

---

[1] عیسیٰ بن اسحاق یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ ہے جو عیسیٰ بن اسحاق کو نبی مانتا ہے مروانیوں کے عہد میں اس عیسیٰ بن اسحاق نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف عرب قوم کا نبی کہتا تھا۔ دولت عباسیہ کے آغاز میں اس کو قتل کیا گیا ہے۔ از مترجم

(۳) جو نبوت کے اکتسابی ہونے کا مدعی ہو | خفاجی فرماتے ہیں: اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو نبوت کو اکتسابی، اور صفاء قلب کے ذریعہ مرتبہ نبوت تک پہونچنے کو ممکن اور قابل حصول مانتا ہو جیسا کہ فلاسفہ اور غالی صوفی (اس کے مدعی ہیں)

(۴) جو شخص وحی آنے کا مدعی ہو | فرماتے ہیں: اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ "میرے پاس وحی آتی ہے"، اگرچہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ بھی کرے۔ فرماتے ہیں: یہ تمام مذکورہ بالا اشخاص (اور ان کے ماننے والے) سب کافر ہیں اس لئے کہ یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی تصریحات کے خلاف دعوے کرتے ہیں حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ کے بذریعہ وحی آپ کو آگاہ کر دینے کے بعد، امت کو خبر دیتے ہیں کہ" میں خاتم انبیا (آخری نبی) ہوں اور یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" قرآن حکیم بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے اور قیامت تک تمام نوع انسانی کے لئے رسول مبعوث ہونے کی خبر دیتا ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں (ان میں کوئی مجاز واستعارہ یا تقیید وتخصیص نہیں ہے) کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور آپ کی بعثت عام ہے اور ان آیات واحادیث کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو ان کے لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ تخصیص کی۔ لہٰذا امت کے مستند ومعتمد علما کے نزدیک کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع کی روسے اِن تمام لوگوں کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور اُن گمراہ فرقوں کا کوئی اعتبار نہیں جو اس کے مخالف ہیں یا اجماع کے حجت ہونے میں اُنہیں کلام ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔

---

(۵) جو آیاتِ قرآن اور نصوص حدیث کو ان کے ظاہری اور مجمع علیہ معانی سے ہٹاتے ہیں

فرماتے ہیں: اسی طرح علماء امت کا اجماع ہے ہر اس شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی صریح آیات کو رد کرے یعنے انکے ظاہری معنی کا انکار کرے اور نہ مانے جیسے بعض باطنی فرقے جو آیات قرآنیہ کے صاف اور صریح معنے کو چھوڑکر ایسے عجیب عجیب معنی اور مراد بیان کرتے ہیں جو قطعاً ظاہر کے خلاف (اور تحریف کا مصداق) ہیں یا کسی ایسی حدیث میں تخصیص کرے جس کا مفہوم عام ہے اور اس کی صحت اور راویوں کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے اور صریح مراد پر اس کی دلالت قطعی اور یقینی ہو (یعنے باتفاق علماء وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے) نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ تخصیص کی، نہ ہی وہ منسوخ ہے۔ ایسے لوگ اس لئے کافر ہیں کہ صریح آیات واحادیث میں اس قسم کی تاویل وتخصیص کرنا قرآن وحدیث کو کھیل بنا لینے کے مرادف ہے۔ جیسا کہ علماء امت نے خارجیوں کو شادی شدہ زانی مرد وعورت کو سنگسار کرنے سے انکار کرنے کی بنا پر کافر کہا ہے اس لئے کہ اس حکم پر امت کا اجماع ہے اور یقینی طور پر یہ حکم ضروریات دین میں سے ہے یعنے صاحب شریعت سے اس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے

(۶) جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب والوں کو کسی بھی وجہ سے کافر نہ کہے،

فرماتے ہیں: اسی لئے (یعنے صریح اور مجمع علیہ نصوص میں تاویل وتحریف کرنے والے کی تکفیر کے یقینی ہونے کی وجہ سے) ہم ہر اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو کافر نہ کہے یا ان کو کافر کہنے میں توقف (وتردد) کرے یا ان کے کفر میں شک وشبہ کرے یا ان کے مذہب کو درست کہے اگرچہ یہ شخص اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو اور اسلام کے علاوہ ہر مذہب کو باطل بھی کہتا ہو، تب بھی یہ غیر مذہب والوں کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے۔

اس لئے کہ یہ شخص ایک مسلّم کافر کو کافر کہنے کی مخالفت[ف۵] کر کے خود اسلام کی مخالفت کرتا ہے اور یہ دین پر کھلا ہوا طعن اور اس کی تکذیب ہے (مختصر یہ ہے کہ کسی بھی دین اسلام کے نہ ماننے والے کو کافر نہ کہنا دین اسلام کی مخالفت اور تکذیب کے مرادف ہے لہذا یہ شخص کافر ہے)

(۷) جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے جس سے اُمت کی تضلیل یا صحابہ کی تکفیر ہوتی ہو

فرماتے ہیں: اسی طرح ہر اس شخص کی تکفیر بھی قطعی اور یقینی ہے جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے جس سے اس کا مقصد تمام امت مسلمہ کو دین اور صراط مستقیم سے منحرف اور گمراہ ثابت کرنا ہو اور اس کا قول تمام صحابہ اور سلف صالحین کی تکفیر کا موجب ہو، جیسے رافضیوں میں کمیلیہ فرقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام امت کو صرف اس لئے کافر مانتا ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا اور خود حضرت علی کو بھی کافر کہتا ہے کہ وہ خود (خلافت حاصل کرنے کے لئے) آگے نہیں بڑھے اور اپنے حق کو طلب نہیں کیا (العیاذ باللہ) یہ لوگ متعدد وجوہ سے کافر ہیں اس لئے کہ انھوں نے تمام تر مذہب وملت کا صفایا کر دیا۔

(۸) جو مسلمان کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو خاص کفر کا شعار ہے،

فرماتے ہیں: اسی طرح (یعنے مذکورہ بالا لوگوں کی طرح) ہم ہر اس مسلمان شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو کسی ایسے کفریہ فعل کا ارتکاب کرے جس کے متعلق مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے اور حقیقتاً اس کو کافر ہی کر سکتا ہے اگرچہ خود یہ شخص مسلمان ہی ہو اور اس کفریہ فعل کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ اپنے

ف۵ اس زمانہ میں جو لوگ کسی بھی غیر مسلم کو کافر کہنے سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں وہ اپنے ایمان کی فکر کریں کہیں ان کا ایمان اس کا فرانہ وسعت نظر، تہذیب پرستی اور احساس کمتری پر قربان نہ ہو جائے

مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا ہو

کسی کفریہ قول کے قائل کی تائید تحسین کرنے والا بھی کافر ہے | حضرت مصنف علیہ الرحمۃ خفاجی رح کے آخری قول کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں :

بحرالرائق ج ۵ ص ۱۳۴ پر اور اس کے علاوہ کتب فقہ میں لکھا ہے : جس شخص نے کسی گمراہ عقیدہ والے شخص کے قول کی تحسین کی یا یہ کہا کہ یہ (عام فہموں کی سطح سے بلند) معنوی کلام ہے (ہر شخص اس کی مراد نہیں سمجھ سکتا) یا یہ کہا کہ اس کلام کے صحیح معنی بھی ہو سکتے ہیں (اور اس کی کوئی خلاف ظاہر تاویل کی) تو اگر اُس قائل کا وہ قول کفریہ (موجب کفر) ہے تو اُس کی تحسین کرنے والا (یا اس کو صحیح کہنے والا یا تاویل کرنے والا) بھی کافر ہو جائے گا

فرماتے ہیں ابن حجر رح مکی بھی الاعلام کی فصل "الکفر المتفق علیہ" کے ذیل میں حنفیہ کی کتابوں کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

"جس شخص نے زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہا اس کو کافر کہا جائے گا اور جو شخص اس کی تحسین کرے یا اسے پسند کرے اس کو بھی کافر کہا جائے گا"

بالقصد کلمہ کفر کہنے والے کے قول کی کوئی تاویل معتبر نہیں | ردالمحتار (شامی) میں ج ۳ ص ۲۹۳ پر بحوالہ بحرالرائق بزازیہ سے نقل کرتے ہیں :

مگر جب (زبان سے کلمہ کفر کہنے والا) تصریح کرے کہ میری مراد وہی ہے جو موجب کفر ہے تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتی)

کلمۂ کفر کہنے والے کی نیت کا اعتبار کس صورت میں ہے اور کہاں سے | فتاویٰ ھندیہ (عالمگیری) میں محیط وغیرہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں :

اگر کسی مسئلہ کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہوں ان میں سب صورتیں تو موجب

کفر ہوں اور ایک صورت ایسی ہو جو کفر سے بچاتی ہے تو مفتی کو وہی ایک صورت اختیار کرنی چاہئے (اور کفر کا حکم نہ لگانا چاہے) بجز اس کے کہ وہ خود صراحتاً کہے کہ میری مراد یہ (موجب کفر) صورت ہی ہے تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہ ہوگی (کفر سے نہ بچا سکے گی)
نیز فرماتے ہیں: پھر اگر (کلمہ کفر) کہنے والے کی نیت وہ صورت ہے جو کفر سے بچاتی ہے تو وہ مسلمان ہے (اور اس کی تاویل کو تسلیم کر لیا جائے گا) اور اگر اس کی نیت وہ ہی صورت ہے جو موجب کفر ہے (تو وہ کافر ہے) کسی مفتی کا فتویٰ اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتا، حاصل یہ ہے کہ کسی قول کی صحیح تاویل فی نفسہ ممکن ہو اس پر مدار نہیں بلکہ قائل کے ارادہ اور نیت پر مدار ہے کفر کا قصد کرے گا تو یقیناً کافر ہو جائے گا اگرچہ صحیح تاویل ہو سکتی ہو واضح ہو کہ یہ اسی تاویل کے متعلق بحث ہے جو از روئے عربیت صحیح ہو اور اصول شریعت کے منافی نہ ہو جیسا کہ سابقہ بیانات سے واضح ہے)

نف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حموی کی کتاب الاشباہ والنظائر کے حاشیہ میں بھی بحوالہ نیہ یہی لکھا ہے اور درمختار میں بھی بحوالہ درر وغیرہ یہی مذکور ہے۔

دل لگی اور کھیل تفریح کے طور پر کلمہ کفر کہنے والا قطعاً ۔ہ نہ اس کی نیت کا اعتبار ہے نہ عقیدہ کا،

ردالمحتار (شامی) میں ج ۳ ص ۲۹۳ پر علامہ شامی بحوالہ بحر فرماتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ جو شخص زبان سے کوئی کلمہ کفر کہتا ہے خواہ ہنسی مذاق کے طور پر یا کھیل تفریح کے طور پر یہ شخص سب کے نزدیک کافر ہے اس میں اس کی نیت یا عقیدہ کا کوئی اعتبار نہیں (اس لئے کہ یہ دین کے ساتھ استہزاء ہے جو بجائے خود موجب کفر ہے) جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں اس کی تصریح کی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ نیت کا اعتبار اسی صورت میں ہے کہ کلمہ کفر ہنسی دل لگی

کے طور پر نہ کہا ہو ورنہ تو استہزاء وتلاعب بالدین کی بناپر کافر کہا جائے گا اور
نیت وعقیدہ کا اعتبار ہوگا)

فتاویٰ ھندیہ میں ج ۲۳۲ پر اور جامع الفصولین میں لکھا ہے
جو شخص اپنی مرضی سے کلمہ کفر زبان سے کہتا ہے وہ کافر ہے اگرچہ اس کے دل
میں ایمان ہو اور عند اللہ بھی وہ مومن نہ ہوگا فتاویٰ قاضی خان میں بھی
یہی لکھا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں خلاصۃ الفتاویٰ میں اس مقام پر ناسخ (کاتب) سے غلطی ہوئی
ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہئے

نیز فرماتے ہیں: عمادیہ میں اس مسئلہ کو محیط کی جانب منسوب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے اس قول سے بھی اس کی[له] تائید ہوتی ہے۔

ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا	بیشک اُن لوگوں نے کفریہ کلمہ کہا ہے اور (اس کی وجہ
بعد اسلامھم	سے) وہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے

جو لوگ وحی، نبوت، حشر جسمانی، جنت و دوزخ وغیرہ کے اہل اسلام کی طرح قائل نہ ہوں وہ کافر ہیں

علامہ شامی ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۶ پر فرماتے ہیں۔

وہ (فلاسفہ) وحی کے فرشتہ کے ذریعہ آسمان سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہیں
اور (اسی طرح اور) بہت سے عقائد کا انکار کرتے ہیں جن کا ثبوت انبیا
علیہم السلام سے قطعی و یقینی ہے مثلاً حشر جسمانی، جنت و دوزخ وغیرہ حاصل یہ
ہے کہ اگرچہ وہ (فلاسفہ) انبیا و رسل کو مانتے ہیں مگر اس طرح نہیں مانتے جیسے

[له] حالانکہ ان لوگوں نے یہی ہنسی دل لگی کا عذر پیش کیا تھا کنا نخوض و نلعب مگر اللہ پاک نے اسکو رد فرمادیا ابا للہ وآیاتہ تستہزءون اور مذکورہ بالا آیت میں کافر ہونے کا حکم لگا دیا اسی لئے کہ استہزاء بالدین خود موجب کفر ہے ۱۲۔ از مترجم

اہل اسلام مانتے ہیں لہٰذا ان کا انبیا کو ماننا نہ ماننے کے مانند ہے

جو انبیاء کے معصوم ہونے کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے | الاشباہ والنظائر ص ۲۹۶ باب الردۃ میں فرماتے ہیں:

جس شخص کو نبی کے سچا ہونے میں شک ہو یا نبی کو سب وشتم کرے یا عیب جوئی کرے یا توہین وتحقیر کرے وہ کافر ہے اسی طرح جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب بدکاریوں کی نسبت کرے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب قصد زنا کی نسبت کرے اس کو بھی کافر کہا جائے گا اس لئے کہ یہ انبیا علیہم السلام کو توہین ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ "انبیا نبوت کے زمانہ میں اور اس سے پہلے بھی (گناہوں سے) معصوم نہیں ہوتے" تو اس کو بھی کافر کہا جائے گا اس لئے کہ یہ قول وعقیدہ صریح نصوص شرعیہ کی تردید ہے۔

محرمات شرعیہ قطعیہ کو جو شخص اپنے لئے حلال سمجھے وہ کافر ہے اور اس کا جہل عذر نہیں ہے | اسی الاشباہ والنظائر کے فن الجمع والفرق میں اور الیتیمہ کے آخر میں مذکور ہے۔

جس شخص نے اپنی جہالت کی بنا پر یہ گمان کر لیا کہ جو حرام وممنوع فعل میں نے کئے ہیں وہ میرے لئے حلال وجائز ہیں تو اگر وہ (افعال واعمال) ان امور میں سے ہیں جن کا دین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہے (یعنے ضروریات دین میں سے ہیں) تو اس شخص کو کافر کہا جائیگا ورنہ نہیں۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث اور قدرت باری تعالیٰ کے اعتقاد سے متعلق ایک اشکال اور اس کا حل | (حضرت مصنف علیہ الرحمہ اسی بحث کے ذیل میں کہ "جہل شرعاً عذر ہے یا نہیں" بخاری کی مذکورہ ذیل حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں امم سابقہ کے ایک شخص کی حدیث کے تحت — جس نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میری لاش کو جلا دینا اور کہا تھا کہ

فواللہ لئن قدر اللہ علی لیعذبنی — خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہوگیا تو
عذابا ما عذبہ احدا — دے گا جو کسی کو نہ دیا ہوگا۔

حافظ فرماتے ہیں (فتح الباری ج ۶ باب ماذکر عن بنی اسرائیل حدیث ا... (ج ا ص ۴۹۵)
من طریق معمر عن الزہری ج ۶ ص ۴۰۷

وردہ ابن الجوزی — ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو رد کیا ہے اور
وقال جحدہ صفۃ — موضوع کہا ہے، اور کہا ہے کہ اس شخص کا
القدرۃ کفر اتفاقا — کا انکار اتفاقاً کفر ہے (لہذا یہ حدیث صحیح نہیں

لیکن بخاری ج ۲ ص ۹۵۹ پر باب الخوف من اللہ عزوجل کے ذیل میں
شخص مذکور کی حدیث کے تحت) حافظ رح عارف ابن ابی جمرہؒ سے نقل کرتے ہیں۔

واما ما اوصٰی بہ فلعلہ کان — باقی رہی اس کی وصیت تو ممکن ہے کہ ان کی
جائزا فی شرعھم ذالک لتصحیح — میں توبہ کی صحت کے لئے یہ (نعش کو آگ میں
التوبۃ فقد ثبت فی شرع بنی — جائز ہو جیسا کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں
اسرائیل قتلھم انفسھم — کیلئے قتل نفس (مجرموں کا قتل کرنا) ثابت
لتصحیح التوبۃ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۶۴)

(گویا حافظ رح کے نزدیک اگر حدیث صحیح مان لی جائے تو لاش کو آگ میں جلا...
کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے، لیکن ابن جوزیؒ کے اعتراض "انکار قدرت کا جواب"
باقی رہ جاتا ہے حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ لئن قدر اللہ علی کی ایسی
لطیف توجیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نہ ابن جوزیؒ کا اعتراض باقی رہتا
ہے اور نہ عارف ابن ابی جمرہ کی توجیہ (جو احتمال محض ہے)، کی ضرورت
باقی رہتی ہے اور یہ حدیث مسئلہ زیر بحث یعنی "جہل شرعاً
ہے کے تحت آجاتی ہے" مصنف علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں۔

میرے نزدیک لئن قدر اللہ علی سے اس شخص کی مراد یہ ہے کہ بخدا اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے عذاب دینے کا فیصلہ کر لیا اور مجھے توبہ سے پہلے صحیح سالم موجود پالیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو وہ عذاب نہ دیا ہوگا (اس لئے تم میری لاش کو جلاکر اور راکھ کو خاک میں ملاکر اور خاک کو ہوا میں اُڑاکر اسطرح نیست ونابود کر دینا کہ میرا نام ونشان ہی باقی نہ رہے لہذا اس کا قول اور وصیت شدت خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت علی الاحیاء سے ناواقفیت اور جہل پر مبنی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر کے عذاب سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی۔ اسی جہل کی بنا پر اللہ نے اسے معاف فرمادیا) نہ یہ کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی تردد ہے (جیسا کہ ابن جوزی نے سمجھا ہے)۔

فرماتے ہیں: اسی جہل عن صفات اللہ پر اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت کریمہ میں یہود کی مذمت کی ہے اور ان کی عقل وخرد پر ماتم فرمایا ہے۔

وما قدروا اللہ	اور ان یہود نے جیسی اللہ کی قدر کرنی چاہئے تھی،
حق قدرہ	نہیں کی۔

چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول یہی واقعہ ہے ایسی صورت میں آیت کریمہ کے آخر میں

سبحانہ وتعالیٰ	پاک ہے اللہ اور برتر ان تمام شرکیہ امور سے جو وہ اللہ
عما یشرکون	کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

میں یہودیوں کے اسی فعل کو شرک قرار دیا ہے کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی ناقص عقل وفہم کے پیمانوں سے ناپا تھا اور اپنی ذہنی اور خیالی صورتوں پر قیاس کر رکھا تھا (یعنے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس

کر رکھا تھا جیسا کہ اس شخص نے لاش کو جلا کر خاک کر دینے کو اللہ کی گرفت سے بچ جانے کی تدبیر سمجھ کر مذکورہ بالا وصیت کی تھی)

برنا ء جہل حرام کو حلال سمجھ لینا کن صورتوں میں اور کن لوگوں کیلئے عذر ہے ، (حضرت مصنف علیہ الرحمۃ " جہل عن الاحکام الشرعیہ " کے عذر ہونے سے متعلق صحیح بخاری ص ۳۰۵

ج ۱ میں باب الکفالہ کی ایک اور روایت پیش فرماتے ہیں :)

باقی صحیح بخاری میں ایک شخص کے اپنی بیوی کی مملوکہ کنیز سے جماع کر لینے کا جو واقعہ مذکور ہے کہ حمزہ بن عمر اسلمی (عامل حضرت عمر رض) نے اس شخص سے (بارگاہ خلافت میں پیش ہونے پر) ضامن لے لئے اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور اس شخص اور ضامنوں کو پیش کیا) حضرت عمرؓ اس سے پہلے اس شخص کو سو کوڑے لگا ہی چکے تھے لہذا انھوں نے ان ضامنوں کے بیان کی تصدیق فرمائی اور اس شخص کو (مسئلہ شرعی سے) ناواقف ہونے کی بنا پر معذور قرار دیا (فتح الباری ج ۴ ص ۳۷۰) تو ظاہر یہ ہے کہ اس (جہل) سے مراد (جس کی بنا پر حضرت عمر نے اسکو رجم نہیں کیا تھا) صرف " شبہ فی الفعل " ہے (یعنے اس شخص نے اپنی بیوی کی کنیز سے جماع کرنے کو اپنی بیوی سے جماع کرنے کی طرح حلال سمجھ لیا تھا) جو باب رجم میں (حنفیہ کے نزدیک بھی) معتبر ہے (یعنے حنفیہ بھی شبہ فی الفعل کو سقوط حد میں موثر مانتے ہیں باقی اس کے باوجود حضرت عمر نے اس شخص کو سو کوڑے بطور تعزیر لگائے تھے تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ بنا لیں)

فرماتے ہیں : اس مسئلہ میں کہ اپنی بیوی کی کنیز کو اپنے لئے حلال سمجھ کر جماع کر لینا سقوط حد کا موجب ہے) سنن ابی داؤد میں (باب جماع الرجل جاریۃ

امرأته کے تحت) اور طحاوی وغیرہ میں ایک (مرفوع) روایت بھی موجود ہے (لہٰذا اس واقعہ میں حد زنا سے بچ جانے کا سبب یہ شبہ ہے) نہ اس کے علاوہ اور کسی قسم کا جہل (یعنے یہ "حد" کا معاملہ ہے جو شبہ کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسائل شرعیہ سے ناواقفیت کی بنا پر فی نفسہ کوئی حرام چیز کسی کے لئے حلال ہو سکتی ہے) فرماتے ہیں: کسی شخص کا نو مسلم (اور مسائل شرعیہ سے ناواقف) ہونا ہمارے فقہا کے نزدیک بھی عذر معتبر ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رح بغیۃ المرتاد ص ۵۱ پر فرماتے ہیں۔

بیشک وہ مقامات اور زمانے جن میں نبوت (اور احکام شرعیہ کے پہونچنے) کا سلسلہ منقطع رہا ہو اُن میں اس شخص کا حکم جس پر نبوت کے آثار (اور احکام شرعیہ) مخفی رہے ہوں یہاں تک کہ اس نے (ناواقفیت کی بنا پر) آثار نبوت (اور احکام شرعیہ) میں سے کسی امر کا انکار کر دیا ہو اس پر خطا (اور گمراہی) کا حکم اس طرح نہیں لگایا جا سکتا جیسے ان زمانوں اور مقامات کے لوگوں پر لگایا جا سکتا ہے جن پر نبوت کے آثار (اور احکام شرعیہ) ظاہر ہو چکے ہوں (یعنے جو شخص نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہے یا جس ملک میں نیا نیا اسلام پہونچا ہے صرف اس شخص اور اس ملک کے لئے احکام شرعیہ سے ناواقفیت عذر ہے)

اتمام حجت سے کیا مراد ہے | حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی تصانیف میں تکفیر سے پہلے (منکرین پر) اقامت حجت کا جو تذکرہ فرماتے ہیں اس کی مراد صرف اَدِلّہ واحکام شرعیہ کی تبلیغ ہے (نہ کہ ان کو منوا دینا اور لاجواب کر دینا) جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں (جو صفحہ ۲۰۱ پر آتی ہے) فائدہ کے

الفاظ سے ظاہر ہے (کہ مرتد کو صرف اسلام کی دعوت دینا کافی ہے اگر قبول نہ کرے تو اس کو قتل کردو) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کے[1] یہودیوں کو صرف دعوت اسلام دینے پر اکتفا کرتے ہیں چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسی اکتفاء تبلیغ اخبار الاحاد کے ذیل میں ایک باب قائم کیا ہے حضرت مصنف رح فرماتے ہیں سورہ انعام کی آیت کریمہ واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ سے بھی اس استدلال کیا جا سکتا ہے۔

ضروریات دین سے ناواقفیت اور جہل عذر نہیں ہے

الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں۔

جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری[2] نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔

حموی اس کی شرح میں ص ۲۶۷ پر فرماتے ہیں۔

یعنے موجبات کفر کے باب میں ضروریات دین سے (ناواقفیت اور) جہل عذر نہیں ہے بخلاف ضروریات دین کے علاوہ اور امور دینیہ کے کہ "مفتی بہ" قول کے مطابق ان میں ناواقفیت عذر ہے جیسا کہ اس سے پہلے آچکا ہے۔

واللہ اعلم۔

یہ کہنا کہ علماء محض ڈرانے دھمکانے کے لئے کافر کہدیا کرتے ہیں حقیقت میں کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا سراسر جہالت ہے

حضرت مصنف رح فرماتے ہیں: (اس مقام پر) مسئلہ تکفیر سے متعلق نہایت مفید امور پر متنبہ کیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ "کسی شخص کو کافر کہدینا صرف ڈرانے دھمکانے پر مبنی ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ شخص فیما بینہ وبین اللہ کافر ہو جاتا ہے" (یعنے فقہاء کے کافر کہدینے سے حقیقت میں کوئی کافر نہیں ہو جاتا) یہ قول سراسر ان کہنے والوں کی جہالت کی دلیل ہے چنانچہ فتاویٰ

[1] مراجعت کیجئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۶ باب غزوۃ خیبر من حدیث سہل بن سعد ۱۲ [2] اجم... میں تیمم داری کے تذکرہ (حالات) کے ذیل میں تو قبر میں بھی خاتم الانبیاء کے متعلق سوال کرنا ثابت ہے ۱۲ مصنف

سے وہ اس قول کی تردید نقل کرتے ہیں۔ اور فتاویٰ بزازیہ فقہ وافتاء کی معتبر کتابوں میں سے ہے چنانچہ فقہانے مولی ابی السعود سے جو دس پاسر ومیہ کے مفتی بھی ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف بھی جن میں ان کی تفسیر (خاص طور پر قابل ذکر) ہے اس فتاویٰ بزازیہ کی تعریف وتوصیف نقل کی ہے حموی کہتے ہیں بزازیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

بعض ایسے لوگوں سے — جنہیں علم سے کوئی واسطہ نہیں — منقول ہے وہ کہتے ہیں: کتب فتاویٰ میں جو یہ لکھا ہوتا ہے کہ "فلاں قول یا فعل پر کافر ہو جائے گا اور فلاں پر"، یہ محض ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ہوتا ہے نہ یہ کہ حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے"، یہ قول قطعاً باطل ہے حق یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین سے بروایت صحیح (جن اقوال وافعال پر) تکفیر مروی ہے اس سے مراد حقیقتاً کفر ہے (یعنی ان کا ارتکاب کرنے والا حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے) باقی ائمہ مجتہدین کے علاوہ اور علماء سے جو تکفیر منقول ہے اس پر مسئلہ تکفیر میں (اعتماد نہ کیا جائے اور) کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بحر الرائق میں بھی یہی مذکور ہے اور الیواقیت اور منحۃ الخالق میں بھی بزازیہ کی یہی عبارت بتمامہ نقل کی ہے اور الیواقیت میں اس پر خطابی رح کے قول کا بھی اضافہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

اگر کسی زمانہ میں کوئی ایسا مجتہد پایا جائے جس میں ائمہ اربعہ کی طرح شرائط اجتہاد کامل طور پر پائی جائیں اور اس پر کسی قطعی دلیل سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ تاویل میں غلطی کافر ہو جانے کا سبب ہے (یعنی ضروریات دین میں غلط تاویل کرنے والا کافر ہے) تو ہم ایسے مجتہد کے قول کی بنا پر ان لوگوں کو کافر کہیں گے۔

ختم نبوت پر ایمان | علامہ تفتازانی رح شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں (ص ۱۲۵ مطبوعہ بنگال):

اور سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کتاب اللہ کی اُن آیات سے ثابت ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو اوامر ونواہی الٰہیہ کا مکلف (اور پابند) بنایا گیا ہے اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہ تھا لہٰذا یہ احکامات ان کو یقیناً وحی کے ذریعہ دیئے گئے ہیں (لہٰذا وہ صاحب وحی والہام نبی ہوئے) اسی طرح احادیث صحیحہ سے بھی حضرت آدم کی نبوت ثابت ہے اور اُمت کا اس پر اجماع بھی ہے (کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں) لہٰذا ان کی نبوت سے انکار جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے، یقیناً موجب کفر ہے (اور منکر کافر)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اسی طرح صفحہ ۷۰ ج ۲ پر المواھب اللدنیہ للقسطلانی میں نوع اول مقصد سادس کے تحت مذکور ہے اور بحر الرائق میں بھی یہی لکھا ہے۔

توحید ورسالت کی طرح ختم نبوت پر ایمان بھی ضروری ہے

فرماتے ہیں: حاکم مستدرک میں زید کے باپ حارثہ بن شرجیل کے اپنے بیٹے زید کو طلب کرنے کے لئے آنے کی روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حارثہ سے فرمایا:

اسئلکم ان تشھد ان لا الٰہ	میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم لا الٰہ الا اللہ
الا اللہ وانی خاتم انبیاۂ	پر اور اس پر کہ میں اس کا آخری نبی اور رسول ہوں
ورسلہ وارسلہ معکم	شہادت دو (اور ایمان لے آؤ) تو میں زید کو تمہارے
الحدیث	ساتھ بھیجدوں گا الخ

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید ورسالت کے ساتھ ہی ختم نبوت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے)

ختم نبوت پر ایمان کا ہر نبی سے عہد لیا گیا ہے اور اعلان کرایا گیا ہے

فرماتے ہیں علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں آیت کریمہ واذ اخذنا میثاقهم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اور حضرت قتادہ رض کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرنے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کا (اپنی اپنی امت میں) اعلان کرنے پر اور رسول اللہ کے اس اعلان پر کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا عہد و پیمان لیا ہے (اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کی رسالت کیطرح ختم نبوت پر بھی ایمان لانے کا تمام نبیوں سے عہد لیا گیا ہے)

ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرنے والے کی توبہ اسوقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک کہ وہ خاص اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے

فرماتے ہیں: ردالمحتار میں ج ۳ ص ۲۹۷ پر علامہ ابن عابدین شامی باب المرتد کے تحت فرماتے ہیں۔

پھر یاد رکھو مسئلہ عیسوی[۱] سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر مثلاً حرمت شراب کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہوا ہو اس کی توبہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ (مثلاً حلت شراب) سے بے تعلقی (اور توبہ) کا بھی اعلان کرے (صرف کلمہ شہادت دوبارہ پڑھ لینا کافی نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ شخص کلمہ شہادت کہنے کے باوجود شراب کو حلال کہتا تھا (لہٰذا اس کے کفر و ارتداد کا ازالہ اس عقیدہ سے توبہ کئے بغیر نہ ہوگا) جیسا کہ شوافع نے اس کی تصریح کی ہے اور (ہمارے

---

[۱] فرقہ عیسویہ عیسیٰ اصفہانی یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ ہے جو فی الجملہ توحید و رسالت کے قائل ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تمام نوع انسانی کے لئے عام ہونے کا منکر ہے صاحب بدائع کے بیان کے مطابق اس گروہ میں کچھ نصرانی بھی شامل ہیں، یہ فرقہ عراق میں اسی نام کے ساتھ معروف ہے مراجعت کیجئے (رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۰) از مترجم

نزدیک بھی، یہی ظاہر ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جامع الفصولین (ص ۲۹۸ ج ۲) میں لکھا ہے

پھر اگر اس (توبہ کرنے والے) نے حسب عادت کلمہ شہادت زبان سے پڑھ لیا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں جبتک کہ اس خاص کلمہ کفر سے توبہ نہ کرے جو اس نے کہا تھا (اور جس کی بنا پر وہ کافر ہوا) اس لیے کہ اس شخص کا کفر محض کلمہ شہادت سے رفع نہ ہو گا۔

رسول اللہ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہونا ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے کسی خاص شخص کو خدا یا خدا کا اوتار کہنا

ابن حزم رح کتاب الفصل کے ج ۳ ص ۲۴۹ پر فرماتے ہیں۔

جو شخص کسی خاص انسان کو کہے کہ وہ اللہ ہے یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں اللہ کے حلول کرنے کو مانتا ہو یا علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہو ایسے شخص کو کافر کہنے میں کوئی دو مسلمان بھی اختلاف نہیں کر سکتے اس لیے کہ ان میں سے ہر عقیدہ کے باطل اور کفر ہونے پر قطعی دلائل قائم ہو چکے ہیں۔

اسی کتاب الفصل کے ص ۱۸۰ ج ۴ پر فرماتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لا نبی بعدی سن لینے کے بعد کوئی بھی مسلمان کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی کو بھی نبی مانے بجز عیسےٰ علیہ السلام کے جن کا استثنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر زمانہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق صحیح اور مرفوع روایات میں فرمایا ہے۔

اسی کتاب کے ص ۲۵۵ اور ۵۶ پر فرماتے ہیں۔

وت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار
ی موجب کفر ہے جیسے خدا، رسول اور دین کے ساتھ استہزاء

اس پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی بھی ایسے امر کا انکار کرے جس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے نزدیک "مجمع علیہ" ہے وہ کافر ہے اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی بھی فرشتے یا انبیا علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی، یا قرآن کریم کی کسی بھی آیت یا دین کے فرائض میں سے کسی بھی فرض۔ اس لئے کہ یہ تمام فرائض آیات اللہ ہیں۔ کے ساتھ حجت واضح ہو جانے کے بعد جان بوجھ کر استہزاء کرے وہ کافر ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو بھی نبی مانے یا کسی ایسے امر کا انکار کرے جس کا اسے یقین ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے وہ بھی کافر ہے

ملا علی قاری رح شرح شفا کے ص ۳۹۳ ج ۲ پر فرماتے ہیں۔

کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
وسلم پر سب وشتم یا آپ کی ذات میں
چینی موجب کفر و ارتداد و قتل ہے

تمام علما کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی پر سب وشتم کرے (وہ مرتد ہے) اس کو قتل کر دیا جائے فرماتے ہیں: طبری نے بھی اسی طرح یعنے ہر اس شخص کے مرتد ہو جانے کو امام ابو حنیفہ اور صاحبین سے نقل کیا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب گیری کرے یا آپ سے بے تعلقی (اور بے زاری) کا اظہار کرے یا آپ کی تکذیب کرے (وہ مرتد ہے) نیز فرماتے ہیں: سحنون (مالکی) کا قول ہے کہ تمام علما کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب

دشنام کرنے والا اور آپ کی ذات مقدس میں عیب نکالنے والا کافر ہے اور جو کوئی اس کے کافر و معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ص ۴۴۶ پر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو اس کے فرشتوں کو، نبیوں کو، جو کوئی سب دشنام کرے اس کو قتل کر دیا جائے (کہ وہ مرتد ہے)

ص ۴۴۵ پر فرماتے ہیں: تمام انبیا علیہم السلام کی، تمام فرشتوں کی، توہین وتحقیر اور سب دشنام کرنے والے کا، یا جو دین وہ لیکر آئے اس کی تکذیب کرنے والے کا، یا سرے سے ان کے وجود یا نبوت کا انکار کرنے والے کا، حکم وہی ہے جو ہمارے نبی علیہ السلام کے انکار یا تکذیب یا توہین وتحقیر اور سب دشنام کرنے والے کا ہے (یعنے وہ مرتد اور واجب القتل ہے)

متواترات کا انکار کفر ہے اور تواتر سے عملی تواتر مراد ہے

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: شرح فقہ اکبر میں محیط کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

جو کوئی شریعت کی متواتر روایات کا انکار کرے وہ کافر ہے مثلاً جو شخص مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت کا انکار کرے، فرماتے ہیں: یاد رکھئے اس مسئلہ میں تواتر سے مراد معنوی تواتر ہے نہ کہ لفظی (جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے، یعنے محدثین کی اصطلاح کے مطابق جس کو "حدیث متواتر" کہتے ہیں وہ ضروری نہیں بلکہ شریعت میں جو حکم متواتر سمجھا جاتا ہے اس کا منکر کافر ہے اگرچہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق وہ متواتر نہ ہو چنانچہ حرمت لُبس حریر کی حدیث متواتر نہیں ہے، مگر شریعت میں مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت متواتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک امت اس کو حرام کہتی چلی آئی ہے اسی کو تواتر معنوی یا تواتر عملی کہتے ہیں)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں بھی فتاویٰ ظہیریہ کے حوالہ سے یہی نقل کیا ہے نیز تمام علماء اصول فقہ باب السنۃ میں اسی پر متفق ہیں کہ مسئلہ تکفیر میں تواتر معنوی معتبر ہے اور (اس کے ثبوت میں) امام ابو حنیفہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے

اخاف الکفر علی من لم یر المسح علی الخفین — جو شخص مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے مجھے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے

لہٰذا ان تصریحات و روایات کی بنا پر کسی بھی متواتر حکم کی مخالفت اور انکار کرنے والا کافر ہے فرماتے ہیں: یہی حکم اصول بزدوی ص ۳۶۷ ج ۲ اور الکشف ص ۳۶۳ اور ص ۳۳۰ ج ۳ میں مذکور ہے۔

قطعی اور یقینی امور کا منکر کافر ہے جو معتزلہ قطعیات کے منکر نہ ہوں ان کو کافر نہ کہنا چاہیئے

علامہ ابن عابدین ردالمحتار (شامی) باب المحرمات کے تحت لکھتے ہیں (ج ۲ ص ۳۹۸)

یہ حکم فتح القدیر سے ماخوذ ہے چنانچہ شیخ ابن ہمام رح فرماتے ہیں: باقی رہے معتزلہ تو دلائل کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے شادی بیاہ حلال ہونا چاہیئے اس لئے کہ حق یہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہئے۔ اگرچہ اہل حق ان کے عقائد پر بحث و نظر کے ذیل میں ان پر کفر لازم کر دیتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو دین کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام کی مخالفت کرے مثلاً عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات کا (ہر ہر چیز کے عالم ہونے کا) منکر ہو، ایسا شخص یقیناً کافر ہے جیسا کہ محققین نے تصریح کی ہے علامہ شامی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے فاعل مختار ہونے کا منکر ہو اور صدور کائنات کو اس کی ذات کا ایک اضطراری تقاضہ قرار دے وہ بھی قطعاً کافر ہے۔

کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے۔ | حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: شیخ ابن حجر مکی

صواعق محرقہ میں ص ۲۵۲ پر شیخ تقی الدین سبکی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے (اس لئے کہ خبر واحد پر عمل واجب ہے) اگرچہ خود کسی خبر واحد کا انکار کفر نہیں ہے اس لئے کہ خبر واحد ظنی الثبوت ہے اور ظنی الثبوت امر کا انکار کفر نہیں ہاں قطعی الثبوت امر کا انکار موجب کفر ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شیخ ابن حجر مکی کا اشارہ صحیح ابن حبان کی روایت ابوسعید خدری کی جانب ہے جیسا کہ منذری نے ترغیب و ترہیب میں ص ۲۴۲ ج ۳ پر ابوسعید خدری رض سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "جس آدمی نے دوسرے آدمی کو کافر کہا۔ ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوگیا (یعنے جس کو کافر کہا ہے اگر وہ فی الواقع کافر ہے تو فبہا ورنہ اس کو کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے خود کافر ہوگیا) اسی حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں فقد وجب الکفر علی احدھما (ان دونوں میں سے ایک پر کفر ضرور لازم ہوگیا)۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: قاضی شوکانی نے اسی حدیث کی بنا پر رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے جیسا کہ ریاض المرتاض کے ص ۲۰۹ پر مذکور ہے (اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ خبر واحد کی بنا پر تکفیر جائز ہے)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے شرح عمدہ کے باب "اللعان" میں ان لوگوں کے قول کی تائید کی ہے جو اس حدیث کے مضمون کے قائل ہیں (کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے) اور اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: علماء کبار کی ایک بڑی جماعت کی رائے بھی یہی ہے، جیسا کہ ابن حجر مکی نے اپنی دوسری کتاب الاعلام بقواطع الاسلام میں ذکر فرمایا ہے نیز فرماتے ہیں:

جامع الفصولین میں ص ۳۱۱ ج ۲ پر بھی یہی لکھا ہے

نیز مختصر مشکل الآثار میں ص ۳۷۰ ج ۱ پر امام طحاوی رح فرماتے ہیں: اس مقام (یعنے کسی مسلمان کو کافر کہنے کی صورت میں) کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ دین کفر ہے جس کا وہ معتقد ہے (بالفاظ دیگر کسی مسلمان کو کافر کہنا اسلام کو کفر کہنے کے مرادف ہے) تو اگر وہ شخص مومن ہوا اور (اس کا دین عین ایمان) تو اس کو کافر کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ کہنے والا ایمان کو کفر کہتا ہے لہٰذا وہ خود کافر ہو گیا کیونکہ جو ایمان کو کفر کہے وہ خدائے بزرگ و برتر کی تکذیب کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ (جو ایمان کا انکار کرے اس کے تمام اعمال برباد ہو گئے)

فرماتے ہیں: امام بیہقی رح نے کتاب الاسماء والصفات میں بھی خطابی کے حوالہ سے یہی نقل کیا ہے (کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے)

نیز فرماتے ہیں نکاح کے باب میں زیلعی کا جو قول شرح کنز میں ص ۱۲۹ ج ۲ پر منقول ہے کہ "پھر اگر خبر دینے والا خود ولی ہے" الی آخرہ اُس میں عقوبۃ[1] سے مراد دینا کی سزا ہے۔ فتح القدیر میں بھی ص ۴۰۰ ج ۲ پر باب ادب القضاء کے ذیل میں اس قول کو باختصار نقل کیا ہے اس کی مراجعت کیجئے

فرماتے ہیں کنز کے متن میں باب فتنی القضا کے ذیل میں بھی اس قول کو نقل کیا ہے اور اس پر رمز (اشارہ) اول کراہیت کی ہے (یعنے کتاب الکراھیۃ کے شروع میں بھی ص ۲۰۵ ج ۴ پر اشارتاً اس کا ذکر کیا ہے)

ایک شبہ کا ازالہ — حضرت مصنف رح[2] کی جانب سے تنبیہ، فرماتے ہیں:

جو لوگ مسئلہ تکفیر میں خبر واحد کو قابل عمل قرار دیتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ

لہ مسئلہ زیر بحث یعنے "خبر واحد کی بنا پر تکفیر جائز ہے" چونکہ سرسری نظر میں مسلمہ اصول دین کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ خبر واحد مسلمہ طور پر ظنی ہے اور تکفیر صرف امر قطعی پر کیجاتی ہے، حالانکہ یہ ایک التباس اور دھوکہ ہے اور قصور نظر کا نتیجہ اس لئے حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ اس التباس کا پردہ چاک کرنے کی غرض سے تنبیہ من الراقم کے عنوان سے نہایت وضاحت کے ساتھ مسئلہ کی حقیقت کو بیان کر کے قارئین کو اس دھوکہ سے بچنے کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنا چاہتے ہیں فرماتے ہیں (از مترجم)

لہ ۲ یہ حاشیہ ضمیمہ میں دیکھئے۔

حدیث اگر خبر واحد بھی ہو تب بھی وہ مفتی کے لئے مسئلہ تکفیر میں حکم کا ماخذ اور تکفیر کی بنیاد بن سکتی ہے (یعنے مفتی اس کی بنا پر کافر ہونے کا حکم لگا سکتا ہے) باقی خود وہ شخص جس کو کافر کہا گیا ہے وہ فی نفسہ کافر ہوا ہے کسی امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے نہ کہ امر ظنی کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ یہ فرق (کہ امر قطعی کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگا اور امر ظنی کے انکار سے کافر نہ ہوگا) اُس شخص کے حق میں ہے۔ باقی مفتی کے حق میں (کفر کا فتویٰ لگانے کے لئے) یہ ظن کافی ہے کہ فلاں شخص نے فلاں امر قطعی کا انکار کیا ہے اس کے لئے قطعی یقین کا ہونا ضروری نہیں ہے[1]۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے رجم کے مسئلہ میں خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے لیکن کسی شخص پر رجم کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاتا جب تک چار مرد زنا کی گواہی نہ دیں۔ ایسے ہی اس مسئلہ تکفیر میں بھی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر میں کسی شخص کے کفر کا موجب تو فی نفسہ صرف انکار امر قطعی ہے لیکن مفتی کو وجہ کفر (یعنے انکار امر قطعی) کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے والی خبر واحد بھی ہو سکتی ہے[2] یعنے اسکو بتلا سکتی ہے کہ فلاں امر قطعی کا انکار کفر ہے

---

[1] حاصل یہ ہے کہ ایک وجہ کفر ہے وہ صرف کسی امر قطعی کا انکار ہی ہو سکتی ہے ایک وجہ کفر کا ارتکاب ہے اس کیلئے ظن و گمانِ غالب کافی ہے یقین ضروری نہیں یعنے یہ بات نہیں کہ جبتک مفتی کو ارتکاب وجہ کفر کا علم، قطعی اور یقینی طور پر نہ ہو وہ کفر کا فتویٰ نہیں لگا سکتا اس لئے کہ خبر واحد اگرچہ ظنی ہے مگر مسلم طور پر واجب العمل ہے اس لئے مفتی پر واجب ہے کہ ارتکاب وجہ کفر کا ظن غالب ہونیکی صورت میں وہ کفر کا فتویٰ لگا دے اسی کا وہ مامور و مکلف ہے ۱۲۔ از مترجم

[2] چنانچہ اسلام کو کفر کہنا حق کو باطل کہنے کے مرادف ہے اور امر قطعی کا انکار ہے لہذا جو شخص اسلام کو کفر کہے گا وہ ایک امر قطعی کے انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً کافر ہوگا۔ لیکن اس بات کا علم کہ ایک مسلمان کو "کافر" کہنے والا اس کا مرتکب ہے یعنے اُس نے اسلام کو کفر کہا ہے اس کا علم ہمیں اس حدیث سے ہوا جو خبر واحد ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ایک مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر کا حکم لگائیں اس لئے کہ خبر واحد مسلمہ طور پر وجوب عمل کے لئے مفید ہے۔ ۱۲ از مترجم

لیکن وہ امر (جس کے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جائے) فی نفسہ صرف امر قطعی ہی ہو سکتا ہے (اس لئے کہ امر ظنی کے انکار سے انسان کافر نہیں ہوتا) فرماتے ہیں: اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عالم (ان) متواتر اور قطعی امور کو شمار کرے اور ان کی فہرست بنائے (جن کا انکار کفر ہے) اس شمار اور فہرست میں بعض متواتر اور قطعی امور سہواً شمار کرنے سے رہ جائیں اور اس فہرست میں نہ آئیں اور کوئی دوسرا عالم اس کو بتلائے کہ فلاں فلاں قطعی امور تو تم نے چھوڑ دیئے اور اس فہرست میں شمار ہی نہیں کئے اور وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے پر ان امور کو بھی فہرست میں داخل کرے تو اس صورت میں وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے سے ایک امر قطعی کی طرف متوجہ ہو گیا (جو اس کے ذہن میں نہ تھا یا سہواً رہ گیا تھا) تو دیکھو وہ امر بجائے خود قطعی ہے اُس شخص واحد کے کہنے سے قطعی نہیں ہوا، ہاں اس شخص نے اس عالم کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔

بالکل اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں وہ شخص کافر تو ہوگا صرف امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے لیکن اس کے کفر پر فتویٰ لگانے والا مفتی "خبر واحد" سے انکار امر قطعی پر متنبہ ہو جاتا ہے اور کفر کا فتویٰ لگا دیتا ہے اس فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو واللہ ولی التوفیق

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ فرماتے ہیں:

شرح فقہ اکبر کے بیان سے یہ متوہم ہوتا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں فقہا اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ فقہا تو امر ظنی کے انکار کی وجہ سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں بخلاف متکلمین کے (کہ وہ صرف امر قطعی کے انکار پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں)

یہ محض توہم ہے درحقیقت مسئلہ تکفیر میں فقہا اور متکلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ صرف ان کے فن اور موضوعِ بحث کا اختلاف ہے چنانچہ فقہا کا موضوع بحث "فعل مکلف" ہے اور ان کے بیشتر مسائل ظنی ہیں (اس لئے فقہا دلائل ظنیہ کی بنا پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں) اور متکلمین کا موضوع بحث عقائد قطعیہ" ہیں اور وہ سب دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں (اسلئے متکلمین دلائل قطعیہ کی بنا پر ہی حکم کفر لگاتے ہیں) یہی وہ نکتہ ہے جسکی بنا پر دونوں فریق کا دائرۂ بحث اور طریق کار مختلف اور الگ الگ ہو جاتا ہے ورنہ اصل مسئلہ تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور بدون تردد تکفیر کی بنیاد ظن پر قائم کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ ظن درحقیقت حکم کفر کا علم حاصل کرنے میں ہے نہ کہ اُس امر میں جو کسی شخص کی تکفیر کا موجب ہے (کہ وہ تو بے شک و شبہ سب کے نزدیک امر قطعی و یقینی ہی ہو سکتا ہے)

ایک اور فرق | حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں مسئلہ زیر بحث میں تکفیر کی جاتی ہے خبر واحد کے "مفہوم" و مضمون کی بنا پر نہ کہ اس کے ثبوت کے انکار کی بنا پر (چنانچہ اگر کوئی شخص کسی خبر واحد کے ثبوت کا انکار کرے اور کہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں اس لئے کہ یہ "خبر واحد" ہے تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا) اور بسا اوقات طریق ثبوت اور دلالت مفہوم و مضمون کے اختلاف کی وجہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں دیکھئے شوافع نے صرف مضمون خبر واحد کا اعتبار کر کے (فرض اور سنت کی تقسیم کے وقت) صرف فرض کو (سنت کے مقابل) رکھا اور واجب کو ترک کر دیا اسی لئے وہ خبر واحد سے فرض کو ثابت کرتے ہیں اس کے برعکس حنفیہ نے کیفیت ثبوت کو پیش نظر رکھا[۱] (اور تین قسمیں کیں فرض، واجب اور سنت اور

---

[۱] یہی زیر بحث اختلاف کا حاصل ہے کہ فقہا مضمون و مفہوم خبر واحد کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اس کے انکار
(باقی صفحہ ۱۵۱ پر)

خبر واحد سے صرف واجب کو ثابت کیا اور فرض کے ثبوت کے لئے خبر واحد کو ناکافی قرار دیا ثمرۂ اختلاف یہ نکلا کہ شوافع کے نزدیک خبر واحد سے فرض ثابت ہو سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے فرض نہیں ثابت ہو سکتا) فرماتے ہیں اسی دقتِ نظر کے ساتھ اس مقام کو سمجھنا چاہیئے۔ اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

کفریہ اقوال وافعال کے ارتکاب کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے اگرچہ دل میں ایمان موجود ہو

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ دوسری تنبیہ[۵۱] کے عنوان سے فرماتے ہیں۔

علماء بعض اعمال وافعال کے موجب کفر ہونے پر متفق ہیں حالانکہ ان کے ارتکاب کے وقت تصدیق قلبی (ایمان) کا موجود رہنا ممکن ہے اس لئے کہ ان اعمال و افعال کا تعلق ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ اعضاء جسم سے ہے نہ کہ قلب سے مثلاً ہنسی دلگی کے طور پر زبان سے کلمہ کفر کہہ دینا اگرچہ دل میں اس کا اعتقاد بالکل نہ ہو یا بت (وغیرہ غیر اللہ) کو سجدہ کر لینا یا کسی نبی کو مار ڈالنا یا نبی کے، قرآن کے، یا کعبہ کے ساتھ استہزاء کرنا (کہ ان تمام افعال کے ارتکاب کرنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۰ سے آگے) کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں اور متکلمین کیفیت ثبوت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ثبوت خبر واحد کے انکار پر تکفیر نہیں کرتے لہٰذا درحقیقت فریقین میں کوئی اختلاف نہیں جس چیز کی بنا پر فقہا تکفیر کرتے ہیں وہ اور ہے یعنی "مضمون خبر واحد" اور جس چیز کی بنا پر متکلمین تکفیر نہیں کرتے وہ اور ہے یعنی "انکار ثبوت خبر واحد" واللہ اعلم

[۵۱] عام طور پر کفریہ اقوال وافعال کے مرتکب لوگوں کی جب تکفیر کی جاتی ہے تو وہ خود بھی اور ان کے حمایتی یہ کہا کرتے ہیں کہ ایمان و کفر کا مدار تو دل پر ہے جب تک کسی کے دل میں خدا رسول پر ایمان موجود ہے اس کو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے اسی طرح قاصر النظر علما بھی یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ایمان تو تصدیق قلبی کا نام ہے جب تک یہ تصدیق قلبی موجود ہے کسی مسلمان کو کسی قول و فعل کی بنا پر کافر اور ایمان و اسلام سے خارج نہیں کہا جا سکتا اسلئے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ آخر کے عنوان سے علماء امت کی تصریحات پیش کر کے اس غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں فرماتے ہیں۔

سے متفقہ طور پہ انسان کافر ہوجاتا ہے اگرچہ ممکن ہے اس کے دل میں ایمان موجود ہو) فرماتے ہیں : (ان اعمال وافعال کے ارتکاب کرنے والے کے کافر ہونے پر تو سب متفق ہیں لیکن) کفر کی وجہ کیا ہے؟ اسمیں اختلاف ہے

(۱) بعض علما کہتے ہیں کہ صاحب شریعت علیہ السلام نے ایسی تصدیق وایمان کا ازروئے حکم اعتبار نہیں کیا (اور کالعدم قرار دیا ہے) اگرچہ حقیقتاً موجود بھی ہو (لہذا ایسے لوگ شرعاً کافر ہیں) حافظ ابن تیمیہ رح کتاب الایمان (طبع قدیم ۱۳۲۵ھ) کے ص ۶۰ پر امام ابوالحسن اشعری رح سے یہی وجہ کفر نقل کرتے ہیں۔

(۲) اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو قول وفعل توہین وتحقیر کا موجب ہو اس کے ارتکاب پر کافر کہا جائے گا اگرچہ توہین وتحقیر کا قصد نہ بھی ہو (گویا یہ قول و فعل عدم ایمان کی دلیل ہیں ایسی صورت میں اس شخص کا دعویٰ ایمان مسموع نہ ہوگا) علامہ شامی رح نے ردالمحتار میں یہی وجہ کفر بیان کی ہے۔

(۳) بعض علما کہتے ہیں کہ ایمان (صرف تصدیق قلبی کا نام نہیں ہے بلکہ اس) میں کچھ اور امور بھی معتبر ہیں (جنمیں خدا اور رسول وغیرہ کی عقیدت واحترام بھی شامل ہے) لہذا ایسے شخص کی تصدیق کو جو مذکورہ بالا اعمال وافعال کا مرتکب ہے ایمان نہیں کہا جائے گا۔

(۴) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شرعاً مومن ہونے کیلئے جو تصدیق معتبر ہے یہ اعمال وافعال قطعاً اس کے منافی ہیں (لہذا ایسا شخص شرعاً مومن نہیں ہے) علامہ قاسم نے مسایرہ کے حاشیہ میں اور حافظ ابن تیمیہ نے یہی وجہ کفر بیان کی ہے مختصر یہ ہے کہ انسان بعض اعمال وافعال اور اقوال کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے بھی متفقہ طور پہ کافر ہوجاتا ہے اگرچہ وہ تصدیق قلبی، لغوی اور ایمان سے

خارج نہ بھی ہوا ہو۔

کافروں کے سے کام کرنے والا مسلمان ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے:

چنانچہ شفا اور مسایرہ میں قاضی ابوبکر باقلانی کا مذکورہ ذیل قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کسی ایسے قول یا فعل کے ذریعہ معصیت کا ارتکاب کیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تصریح فرمائی ہو یا اُمت کا اجماع ہو کہ "یہ قول وفعل کسی کافر ہی سے سرزد ہو سکتا ہے" یا کوئی اور قطعی (دلیل) اس پر قائم ہو کہ یہ فعل ایک کافر ہی کر سکتا ہے) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

کفریہ اقوال واعمال

ابو البقا کلیات میں فرماتے ہیں۔

کبھی انسان قول سے کافر ہوتا ہے اور کبھی فعل سے موجب کفر قول کی صورت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے امر شرعی کا انکار کر دے جو مجمع علیہ ہو اور اس پر نص صریح بھی موجود ہو خواہ اس کا عقیدہ بھی یہی ہو خواہ عقیدہ تو وہ نہ ہو مگر محض عناد یا استہزاء کے طور پر انکار کرے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا (ہر صورت میں) کافر ہو جائے گا۔ اور موجب کفر فعل وہ "کفریہ عمل" ہے جو انسان عمداً کرے اور وہ دین کے ساتھ کھلا ہوا استہزاء ہو مثلاً بت کو سجدہ کرنا۔

بغیر کسی جبر واکراہ کے زبان سے کلمہ کفر کہنے والا کافر ہے اگرچہ اس کا وہ عقیدہ نہ بھی ہو

شرح فقہ اکبر میں ص ۱۹۵ پر علامہ قونوی کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

اگر کسی شخص نے اپنی خوشی سے (بغیر کسی جبر واکراہ کے) زبان سے عمداً کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ وہ اس کا عقیدہ نہ بھی ہو۔ اس لئے کہ (اس صورت میں) زبان سے کلمہ کفر کہنے پر اس کی رضا پائی گئی (اور رضا بالکفر کفر ہے) اگرچہ وہ اس کے حکم یعنی کافر بننے پر راضی نہ بھی ہو۔ اور ناواقفیت اور جہل کا عذر بھی مسموع نہ ہوگا، عام علما کا فیصلہ یہی ہے اگرچہ بعض علما اس کی مخالفت کرتے ہیں (اور

ناواقفیت کو عذر تسلیم کرتے ہیں) نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں "خلافت شیخین کا منکر کافر ہے۔

اسی شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رح خود فرماتے ہیں:

پھر یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص زبان سے کلمہ کفر کہے یہ جانتے ہوئے کہ اس کا حکم یہ ہے (کہ انسان کافر ہوجاتا ہے) اگرچہ وہ اس کا معتقد نہ بھی ہو لیکن کہے برضا و رغبت (بغیر کسی جبر و اکراہ کے) تو اس پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائیگا اس لئے کہ بعض علما کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے لہٰذا یہ کلمہ کفر کہنے کے بعد وہ اقرار انکار سے بدل گیا اور ایمان باقی نہ رہا)

ملا علی قاری رح کی شرح شفا ج ۲ میں ص ۴۲۹ پر اور کچھ حصہ صفحہ ۲۱۸/۲ پر بھی یہی تحقیق مذکور ہے۔

ناواقفیت کا عذر کس صورت میں مسموع ہے اور کس میں نہیں | اسی شرح فقہ اکبر کے آخر میں فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں پہلا قول (کہ جہالت عذر ہے) زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے الا یہ کہ ایسے امر کا انکار کرے جس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو، ایسی صورت میں اس انکار کرنے والے کو کافر قرار دیدیا جائے گا اور جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا۔

زبان سے کلمہ کفر کہنا بنص قرآن موجب کفر ہے | حافظ ابن تیمیہ رح الصارم المسلول کے ص ۵۱۹ پر فرماتے ہیں:

اسی لئے (کہ کلمہ کفر زبان پر لانے سے ہی انسان کافر ہوجاتا ہے) اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

لا تعتذروا قد کفرتم — تم کوئی عذر مت پیش کرو اس لئے کہ بیشک تم ایمان لانے

بعد ایمانکم — کے بعد (کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے) کافر ہو گئے"

فرماتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ نے (فقد کفراتم کے بجائے) یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے قول انما کنا نخوض ونلعب میں "جھوٹے ہو" یعنے ان کو اس عذر میں جھوٹا نہیں کہا بلکہ یہ تبلایا کہ تم اس ہنسی دل لگی اور کھیل کود کے طور پر کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے ہی ایمان کے بعد کافر ہو گئے" (پس بنص قرآن معلوم ہوا کہ ہنسی دل لگی کے طور پر کلمہ کفر کہنا بھی موجب کفر ہے اگرچہ قصد کچھ بھی ہو)

صفحہ ۲۲۵ پر اسکی مزید وضاحت کی ہے۔ اسی طرح امام ابو بکر جصاص نے احکام القرآن میں اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شارع علیہ السلام نے محض کلمہ کفر زبان سے کہنے کو موجب کفر قرار دیا ہے،

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ان تصریحات کے پیش نظر یہ کہنا کچھ بعید نہیں کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذکورۂ سابق حدیث (ابو سعید رض) میں ایسے مسلمان کے کافر کہنے کو ہی جس کا اسلام سب کو معلوم ہے کفر قرار دیا ہے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کو اس کا اختیار ہے (کہ وہ کسی بھی قول یا فعل کو کفر قرار دیدیں) نہ اس لئے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کے ضمن میں اسلام کو کفر کہنا لازم آتا ہے (کہ یہ بلاوجہ کا تکلف ہے) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

فلا وربک لا یومنون حتی	پس قسم ہے تیرے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہ
یحکموک فیما شجر بینھم	ہوں گے جبتک کہ تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم
ثم لا یجدوا فی انفسھم	با اختیار نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلوں سے اپنے دلوں
حرجا مما قضیت	میں ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور کلی طور پر (تجھکو حاکم
ویسلموا تسلیما	مختار) تسلیم کر لیں

(اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امت کے تمام احکام و معاملات میں کلی طور پر مختار بنا دیا ہے اور اسی اختیار کے تحت حضور نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے) اور اللہ تعالیٰ تو تمام امور کے مالک و مختار ہیں ہی؛ اسی لئے اُس نے اپنی نبی کو اُمت کے احکام و معاملات میں مختار بنا دیا ہے)

کفر کو کھیل بنا لینا کفر ہے | ایثار الحق میں ص ۴۳۲ پر امام غزالی رح کے حوالہ سے (اس تکفیر کی) وجہ یہ بیان کی ہے۔

کسی مسلمان بھائی کو کافر کہنے والا جبکہ اس کے اسلام کا معتقد ہے تو اس کے باوجود اس کو کافر کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ جس دین کا وہ پیرو ہے وہ کفر ہے اور وہ پیرو ہے اسلام کا تو گویا کہنے والے نے اسلام کو کفر کہا اور جو کوئی اسلام کو کفر کہے وہ خود کافر ہے اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تو دیکھو غزالی نے اِسے کفر کے ساتھ دل لگی (یعنے کفر کو کھیل بنا لینے کے مرادف) قرار دیا ہے (اور اسکو موجب کفر کہا ہے)

مرزا غلام احمد اور اُس کے ماننے والے تمام مرزائی کافر ہیں | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

یہ مردود (مرزا غلام احمد علیہ ما علیہ) اور اس کے متبعین یقیناً اس حدیث کا مصداق ہیں اس لئے کہ یہ لوگ عہد حاضر کی تمام امت مسلمہ کو (علی الاعلان) کافر کہتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ خود ان کو (بنص حدیث و قرآن) کافر قرار دیا جائے نہ کہ تمام عالم اسلامی کو اس لئے کہ حدیث مذکور کے مطابق یہ اُمت مسلمہ کی تکفیر خود اُن پر پڑی (اور بنص حدیث دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے یہ سب کافر ہو گئے۔ یہ خدائی مار ہے) اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو ارادہ کرتے ہیں اسکا حکم کر دیتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے انکو خود انکی زبان سے کافر بنا دیا)

بقول شاعر

فقد کان ھذا الھم لا لھم　　　فاولی لھم ثم اولی لھم

یہ تو اُن کی دلیل ہے نہ اِن کی　　　پس ان کے لئے ہلاکت ہو اور پھر ہلاکت ہو

چنانچہ حافظ ابن قیم رح زاد المعاد میں باب احکام الفتح کے تحت فرماتے ہیں۔

بخلاف مبتدعین اور اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے کہ یہ لوگ تو اپنے عقائد باطلہ کی مخالفت اور خود اپنی جہالت کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر اور مبتدع (گمراہ) کہتے ہیں حالانکہ وہ خود کافر اور مبتدع (گمراہ) کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت اُن مسلمانوں کے جن کو وہ کافر اور مبتدع کہتے ہیں (کیونکہ وہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے بنص حدیث خود کافر ہو گئے)

مسئلہ تکفیر کے مزید حوالے | مصنف علیہ الرحمہ بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تکفیر کا مسئلہ تحریر اور اس کی شرح تقریر میں مذکورہ ذیل عنوانات کے تحت مندرجہ ذیل صفحات پر مذکور ہے (مراجعت فرمائیے)

(۱) مسئلہ العقلیات الی آخرہ ج ۳ ص ۳۰۳ و ۳۱۸

(۲) ثم قال السبکی الی آخرہ آخر شرح میں

(۳) والفصل الثانی فی الحاکم ج ۲ ص ۹۰

(۴) والباب الثانی ادلۃ الاحکام ج ۲ ص ۲۱۵

(۵) ومسئلۃ انکار حکم الاجماع القطعی ج ۳ ص ۱۱۳ و ص ۳۰۵

(۶) وانما الھم القطع بالعمومات تخ ج ۳ ص ۴۰ و ص ۱۱۰

(۷) اجیب بان فائدتہ التحول تخ ج ۳ ص ۲۵

(۸) ومن اقسام الجھل تخ ج ۳ ص ۳۱۷

(۹) والھزل ج ۲ ص ۲۰۰

فرماتے ہیں تبلیغ سے متعلق مستصفی اور تقریر میں مذکورہ ذیل صفحات پر ہے۔

المستصفی ج ۱ ص ۱۳۳ و ۱۴۷ و ۱۵۱

التقریر ج ۲ ص ۳۱۶ و ۳۲۷

ضروریات دین کی مخالفت میں کوئی تاویل مسموع نہیں

اور اُن میں تاویل کرنے والا کافر ہے

ضروریات دین اور اُمور قطعیہ کے علاوہ امور حقہ میں تاویل مسموع ہے ضروریات اور قطعیات میں کوئی بھی تاویل مسموع نہیں[1] اور مؤول تاویل کرنیکے باوجود کافر ہے

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلیات ابوالبقاء میں ص ۵۵۳ و ۵۵۴ پر لکھا ہے۔

ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان نہ ہو وہ کافر ہے، اب اگر وہ صرف زبان سے ایمان کا اظہار (اور مسلمان ہونے کا دعویٰ) کرتا ہے تو وہ منافق ہے اور اگر ایمان لانے کے بعد کفر کو اختیار کرتا ہے تو وہ مرتد ہے اور اگر ایک سے زائد معبود مانتا ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر کسی منسوخ دین اور کتاب کا متبع ہے تو وہ کتابی ہے اور اگر زمانہ کو قدیم مانتا ہے اور حوادث عالم کو اسی کی جانب منسوب کرتا ہے (یعنی "زمانہ" کو ہی کائنات کا خالق اور اس میں متصرف مانتا ہے) تو وہ معطل ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تو اقرار کرتا ہے مگر اسی کے

---

[1] صریح کفریہ عقائد رکھنے والے اور کفریہ اقوال واعمال کا ارتکاب کرنے والے "نام نہاد" مسلمان افراد یا فرقوں پر جب علماء حق کفر کا حکم اور فتویٰ لگاتے ہیں تو احتیاط کوش اور تساہل پسند علماء ان کی تکفیر سے یہ کہکر احتراز کرتے ہیں کہ "مؤول کی تکفیر شرعاً جائز نہیں ہے" اور خود وہ لوگ بھی علماء حق کے مقابلہ پر اس فقرہ کو بطور سپر استعمال کرتے ہیں اس لئے حضرت مصنف قدس اللہ سرہ "تکفیر اہل قبلہ" کی طرح اس مسئلہ "تاویل" پر بھی ایک مستقل عنوان اور باب قائم کرکے علماء محققین کے اقوال و آراء پیش فرماتے ہیں اور اس مسئلہ کی مکمل تنقیح اور تحقیق فرماتے ہیں ۱۲ از مترجم

ساتھ باطنی طور پر ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو وہ زندیق ہے

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کس کا قول ہے اور اسکی صحیح تعبیر کیا ہے | نیز حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت صرف شیخ ابوالحسن اشعری رہ اور فقہا کا قول ہے مگر جب ہم ان (نام نہاد) مسلمان فرقوں کے عقائد کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں ہم ایسے عقائد موجود پاتے ہیں جو قطعی طور پر کفر ہیں لہٰذا ہم (اس مسئلہ کا عنوان یہ قرار دیتے ہیں کہ):

"ہم اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر قرار نہیں دیتے جب تک کہ وہ کسی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب نہ کریں"

اور یہ قول (لا نکفر اهل القبلة اگرچہ بظاہر عام ہے لیکن یہ) ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الله یغفر الذنوب جمیعا (بیشک اللہ تمام گناہوں کو معاف کردے گا) حالانکہ کفر و شرک[له] (وہ گناہ ہیں جو کسی کے نزدیک بھی بدون توبہ) معاف نہ ہوں گے

فرماتے ہیں: چنانچہ جمہور اہل سنت فقہا اور متکلمین "اہل قبلہ" میں سے اُن متبدع (گمراہ) فرقوں کی تکفیر سے منع کرتے ہیں جو (ضروریات دین میں نہیں بلکہ) ضروریات دین کے علاوہ عقائد و امور حقہ میں باطل تاویلیں کرتے ہیں اس

له اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں فرماتے ہیں ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء لہٰذا معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں ذنوب سے کفر و شرک کے ماسوا گناہ مراد ہیں بالکل اسی طرح یہ تمام علماء ایک طرف فرماتے ہیں "ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے" دوسری طرف انہی اہل قبلہ میں سے گمراہ فرقوں کے بعض عقائد و اعمال کو کفر صریح قرار دیتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کی مراد مذکورہ بالا قول سے یہ ہے کہ جبتک اہل قبلہ کسی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب نہ کریں ہم انھیں کافر کہتے اس لئے کہ کفریہ عقائد و اعمال اختیار کرلینے کے بعد تو وہ کافر ہوگئے اہل قبلہ رہے ہی نہیں لہٰذا ان کی تکفیر اہل قبلہ کی تکفیر ہے ہی نہیں ۱۲ از مترجم

لئے کہ ان کی یہ تاویلیں بھی ایک قسم کا "شبہ" ہیں (لہٰذا ان کا کفر یقینی نہ ہوا)۔

فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بیشتر معتبر کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

اجماع ضروریات دین میں سے ہے | اسی کلیات کے ص ۵۵۴ اور ۵۵۵ پر لکھا ہے:

اُس قطعی اور یقینی اجماع کی (مخالفت اور انکار) کرنا جو ضروریات دین میں سے ہو گیا ہو یقیناً کفر ہے اور ضروریات دین میں سے کسی بھی چیز کے منکر کو کافر کہنے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نزاع صرف اس منکر کو کافر کہنے میں ہے جو تاویل کی بنا پر (کسی ایسے) امر قطعی کا انکار کرے (جو ضروریات دین میں سے نہ ہو) چنانچہ فقہا و متکلمینِ اہل سنت میں سے بیشتر علماء کی رائے اور جمہور اہلسنت کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے اس مبتدع اور گمراہ فرقہ کو کافر نہ کہا جائے جو ضروریات دین کے علاوہ اور عقائد و مسائل میں تاویل کرتا ہے (اور اُس تاویل کی بنا پر مخالفت کرتا ہے) اس لئے کہ تاویل بھی ایک قسم کا "شبہ" ہے جیسا کہ خزانہ جرجانی محیط برہانی، احکام رازی اور اصول بزدوی میں مذکور ہے اور کرخی اور حاکم شہید نے امام ابو حنیفہ سے بھی یہی روایت کیا ہے نیز جرجانی امام حسن بن زیاد سے بھی یہی روایت کرتے ہیں اور شارح مقاصد، شارح مواقف اور آمدی نے امام شافعی سے بھی یہی روایت کیا ہے، نہ کہ مطلقاً (یعنے یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ کسی بھی "مؤول" اہل قبلہ کی تکفیر کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے بلکہ ضروریات دین کا سب استثناء کرتے ہیں لہٰذا ضروریات دین کا منکر سب کے نزدیک کافر ہے اور اُس کی کوئی تاویل مسموع نہیں)

امر قطعی کا انکار بہر صورت کفر ہے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فتح المغیث میں "مبتدعین" کی روایت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کی بحث کے ذیل میں ص ۱۴۲ پر لکھتے ہیں۔

یہ تمام تر نزاع ان "بدعتوں" (اور گمراہیوں کے) متعلق ہے جو موجب کفر نہیں

ہیں۔ رہی موجب کفر بدعتیں تو ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ ان کے موجب کفر ہونے میں کوئی تردد کیا ہی نہیں جا سکتا (ان کے ماننے والے یقیناً کافر ہیں ان کی روایت ہرگز مقبول نہ ہوگی) مثلاً وہ لوگ جو "اللہ تعالیٰ کے معدوم چیز سے واقف ہونے" کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد ہی جانتا ہے"، یا وہ لوگ جو "جزئیات کے علم" کے بالکل منکر ہیں یا وہ لوگ جو "حضرت علی کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے حلول کرنے کے قائل ہیں" یا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے "صاف اور صریح طور پر "جسم" ثابت کرتے ہیں اور اس کو "مجسّم (عرش پر چوکڑی مارے بیٹھا ہوا) مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں: لہٰذا صحیح فیصلہ یہ ہے کہ ہر اس راوی کی روایت رد کر دی جائے گی جو شریعت کے کسی ایسے متواتر امر کا انکار کرے جس کے ثبوت یا نفی کا "دین سے ہونا" یقینی طور پر معلوم و معروف ہو لیکن جو راوی ایسا نہ ہو (یعنے قطعیات اور ضروریات دین کا منکر نہ ہو) اور اسی کے ساتھ ساتھ حفظ و ضبطِ روایت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ موصوف ہو اور ثقہ راوی کی باقی تمام صفات اور صحت روایت کے تمام شرائط اس میں موجود ہوں، تو ایسے مبتدع کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق | صاحب فتح المغیث آگے چل کر فرماتے ہیں۔

دلائل و براہین سے ثابت ہے کہ کفر کا حکم اس شخص پر لگایا جائے گا جس کا قول صریح کفر ہو یا کفر صریح اس کے قول سے لازم آتا ہو اور اس کو تبلا دیا جائے (کہ تمہارے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) تب بھی وہ اسی پر مصر رہے، لیکن اگر وہ اس کو تسلیم نہیں کرتا (کہ میرے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) اور اس کفر کی مدافعت کرتا ہے (اور جواب دیتا ہے) تو وہ کافر نہ ہوگا اگرچہ (اہل حق کے

نزدیک) وہ امر جو لازم آتا ہے کفر ہو۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: صاحب فتح المغیث کے اس (دوسرے) بیان کو "امر غیر قطعی" (کے انکار) پر محمول کرنا چاہئے تاکہ یہ بیان ان کے پہلے بیان کے موافق ہو جائے (اور تضاد نہ پیدا ہو اس لئے کہ پہلے بیان سے ظاہر ہے کہ امر قطعی کا انکار بہر صورت موجب کفر ہے اس کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے پر مطلق مدار نہیں اور دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم کفر کو تسلیم کرنے کے باوجود مصر رہے تو کافر ہے ورنہ نہیں لہذا پہلا بیان امر قطعی کے انکار سے متعلق ہے اور دوسرا امر غیر قطعی کے انکار سے)

نیز فرماتے ہیں: صاحب فتح المغیث سے پہلے ابن دقیق العید اسی تحقیق کو بیان کر چکے ہیں وہ فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک محقق یہ ہے کہ ہم روایت کے معاملہ میں راویوں کے مذاہب (اور معتقدات) کا اعتبار نہیں کرتے اس لئے کہ ہم کسی بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اِلّا یہ کہ وہ شریعت کے کسی امر قطعی کا انکار کرے (تو بیشک اس کو کافر کہتے ہیں اور اس کی روایت بھی قبول نہیں کرتے)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: صاحب فتح المغیث کا پہلا قول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ماخوذ ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رح کے شاگرد رشید محقق ابن امیر حاج بھی تحریر کی شرح میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر کی یہی رائے نقل کرتے ہیں۔

لزوم کفر اور التزام کفر کے بارے میں قول فیصل

مصنف نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

لزوم کفر اور التزام کفر کے مسئلہ (میں محققین کی تحقیق) کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے کسی عقیدہ کی وجہ سے کفر لازم آتا ہو اور اس شخص کو اس کا پتہ نہ ہو اور جب اس کو تبلایا جائے (کہ تمہارے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) تو وہ اس کفر کے لازم آنے کا انکار کرے اور وہ (متنازع فیہ امر) ضروریات دین میں

سے نہ ہو اور اس کفر کا لازم آنا بھی واضح وظاہر نہ ہو (بلکہ محل بحث ونظر ہو) تو ایسا شخص کافر نہیں ہے اور اگر لازم آنے کو تو تسلیم کرتا ہو مگر کہتا ہو کہ" یہ (جو میرے قول پر لازم آتا ہے) کفر نہیں ہے" اور محققین کے نزدیک اس کا کفر ہونا مسلم ہو تو اس صورت میں بھی وہ کافر ہے۔

فرماتے ہیں یہی (تحقیق وتفصیل قاضی عیاض قاضی ابوبکر باقلانی اور شیخ ابوالحسن اشعری کے حوالہ سے نقل کی ہے چنانچہ وہ قاضی ابوبکر باقلانی کا قول مذکورہ ذیل نقل کرتے ہیں۔

جو علما" مبتدعین کے قول پر لازم آنے والے کفر پر مواخذہ جائز نہیں سمجھتے اور (اہل تحقیق کے نزدیک) ان کے عقیدہ کا جو تقاضہ (کفر) ہے وہ اُن پر لازم (عائد) نہیں کرتے"، وہ ان کو کافر کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان مبتدعین کو اس (لزوم کفر) سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ (مثلاً) اللہ تعالیٰ عالم نہیں ہے اور یہ جو نتیجہ تم نے ہمارے قول سے نکالا ہے (اور ہم پر الزام عائد کیا ہے) اس کا تو ہم بھی ایسے ہی انکار کرتے ہیں جیسے تم، اور تمہاری طرح ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ یہ (انکار صفت علم) کفر ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قول سے یہ (انکار صفت علم) لازم ہی نہیں آتا جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا" اس لئے ایسے لوگوں کو کیونکر کافر کہا جائے؟

نیز فرماتے ہیں: اور قاضی عیاض نے شیخ ابوالحسن اشعری سے اُس شخص کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت سے جاہل ہو نقل کیا ہے کہ "وہ کافر نہیں" اور اس کی وجہ شیخ نے یہ بیان کی ہے:

اس لئے کہ یہ جاہل شخص اس طرح اس (قول) کا معتقد نہیں ہے کہ اُس کے حق ہونے کا اسے قطعی یقین ہو اور اسی کو دین ومذہب سمجھتا ہو اور کافر صرف اُسی شخص کو کہا جاتا ہے جس کا قطعی اعتقاد یہ ہو کہ میرا قول ہی حق ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہی (تفصیل) ابن حزمؒ کے بیان سے بھی واضح ہوتی ہے۔

خاتمہ

کسی بھی امر مجمع علیہ کا منکر کافر ہے، مجمع علیہ سے کیا مراد ہے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شرح

جمع الجوامع میں ج ۲ ص ۱۳۰ پر فرماتے ہیں:

(۱) ہر ایسے "مجمع علیہ امر کا منکر قطعاً کافر ہے جس کا امور دین میں سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو لیتے ایسا امر جس کو ہر خاص و عام بغیر کسی شک و شبہ اور تردد کے "دین" سمجھتا اور جانتا ہو اور اسی لئے وہ ضروریات دین میں شامل ہو گیا ہو اور مثلاً نماز روزہ کی فرضیت اور شراب و زنا کی حرمت کے مرتبہ کو پہونچ گیا ہو۔ (یعنے فرضیت صوم و صلوٰۃ اور حرمت شراب و زنا کی طرح امت اس کو "دین" سمجھتی ہو) اس لئے کہ ایسے امر کے انکار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے اور ابن حاجب اور آمدی کے بیان سے جو متوہم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے (یہ قطعاً غلط ہے) ان دونوں محققوں کی مراد یہ[۵] نہیں ہے (جو متوہم ہوتا ہے)

چنانچہ محقق بنانی شرح جمع الجوامع کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

بلکہ ان دونوں حضرات کی مراد یہ ہے کہ جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو اس میں اختلاف ہے (کہ اس کے منکر کو کافر کہا جائے یا نہیں) باقی جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو اس کے منکر کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں

اس کے بعد شرح جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

سلہ ۵ ہر دو بزرگوں کے بیانات سے واضح ہے کہ "امر متنازع فیہ "ضروریات دین میں سے نہیں ہے تب ہی اتنی گنجکاوی اور قیل و قال ہو رہی ہے ورنہ ضروریات دین اور قطعیات کا انکار تو کھلا ہوا کفر ہے اسمیں اتنی بحث و تمحیص کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی۔ مترجم

(۲) اسی طرح وہ متفق علیہ اور (مسلمانوں میں) مشہور و معروف امور (جو اگرچہ ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہونچے ہوں مگر) اُن پر حدیث و قرآن کی نص صریح (موجود) ہو مثلاً بیع و شراء کا حلال (اور سود کا حرام) ہونا ان کا منکر بھی صحیح تر قول کے مطابق کافر ہے اس لئے کہ اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے مگر بعض علما فرماتے ہیں کہ اس صورت میں منکر کی تکفیر نہ کی جائے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس شخص کو قرآن و حدیث کی وہ نصوص معلوم نہ ہوں۔

(۳) اور ان مجمع علیہ مشہور و معروف امور کے منکر کے کافر ہونے میں تردد ہے جن پر قرآن و حدیث کی نص صریح موجود نہ ہو۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ ایسے مجمع علیہ امور کے منکر کو بھی کافر کہا جائے اس لئے (کہ اگرچہ نص صریح موجود نہیں مگر) ان کا دین ہونا مشہور و معروف ہے، لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ ایسے امر مجمع علیہ کے انکار پر تکفیر نہ کی جائے اس لئے کہ ممکن ہے اس شخص کو اس شہرت کا علم نہ ہو۔

(۴) اور وہ امر مجمع علیہ جو مخفی ہو کہ اس کو صرف "خواص اہل علم" ہی جانتے ہوں (عام لوگ اس سے واقف نہ ہوں) مثلاً حج میں وقوفِ عرفات سے پہلے "جماع" کر لینے سے حج کا فاسد ہو جانا (ایسے امر مجمع علیہ کا منکر کافر نہیں ہوتا اگرچہ اس مسئلہ میں نص شرعی موجود بھی ہو مثلاً حقیقی بیٹی کے موجود ہوتے پوتی کے چھٹے حصہ کے وارث ہونے کا استحقاق چنانچہ بخاری کی صحیح روایت میں آتا ہے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذکورہ پوتی کے وارث ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے (مگر چونکہ امر خفی ہے اس لئے مجمع علیہ ہونے کے باوجود اس کا منکر کافر نہ ہوگا)

(۵) اسی طرح اگر کوئی شخص (دینی امور کے علاوہ) کسی اور دنیوی متفق علیہ امر کا انکار کرے مثلاً دنیا میں "بغداد" کا وجود" تو اس کا منکر بھی کافر نہ ہوگا [سے ۵]

کبار محققین کے اقوال و حوالے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: (اجماع کی حجیت کے متعلق) یہی تحقیق عام کتب اصول میں مذکور ہے مثلاً آمدی کی کتاب الاحکام میں" المسئلۃ السادسۃ من الاجماع " کے تحت اور" ومن شرائط الراوی" کے ذیل میں۔ اسی طرح مختصر ابن حاجب میں اور التحریر اور اس کی شرح التقریر میں اسی طرح شرح مسلم میں مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رح فتاویٰ ابن تیمیہ میں الاختیارات العلمیہ کے تحت اور کتاب الایمان ص ۱۵۱ پر فرماتے ہیں:

یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ مومنین کا "اجماع" حجت ہے اس لئے کہ اجماع امت کی مخالفت سے مخالفت رسول علیہ السلام لازم آتی ہے (اور رسول کی مخالفت کفر ہے) نیز اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ہر مجمع علیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص (حدیث صریح) کا ہونا ضروری ہے لہذا ہر وہ مسئلہ جس کے متعلق قطعی یقین ہو کہ امت اس پر متفق ہے اور کوئی مسلمان اس کا مخالف نہیں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے قول (آیت کریمہ) کے مطابق وہی ہدایت

سے ۵ صاحب جمع الجوامع کے بیان کے مطابق مجمع علیہ (متفق علیہ) امور پانچ قسم کے ہیں (۱) وہ امور جن کا دین ہونا اس قدر مشہور و معروف اور یقینی ہو کہ ضروریات دین کے مرتبہ کو پہونچ گئے ہوں (۲) وہ مشہور و معروف امور جو اگرچہ ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہونچے ہوں مگر منصوص ہوں (۳) وہ مشہور و معروف امور جو صرف مشہور ہوں منصوص نہ ہوں (۴) وہ خفی امور جنکو صرف اہل علم ہی جانتے ہوں اگرچہ منصوص ہوں (۵) دنیوی امور۔ نمبر (۱) کا منکر قطعاً کافر ہے نمبر (۲) کا منکر راجح یہ ہے کہ کافر ہے اس لئے کہ وہ مشہور بھی ہیں اور منصوص بھی نمبر (۳) کے کافر ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال ہے خفی ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ منکر کو کافر نہ کہا جائے منصوص ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ کافر کہا جائے نمبر (۴) کا منکر یقیناً کافر نہیں ہے اسی طرح نمبر (۵) کا منکر بھی کافر نہیں ہے ۱۲

ہے اور اس کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسے کسی نص صریح کا منکر (کافر ہے)۔

لیکن جس مسئلہ میں "اجماع امت" کا گمان ہو قطعی یقین نہ ہو تو ایسی صورت میں تو بعض اوقات اِس کا یقین بھی نہیں ہوتا کہ یہ ان امور میں سے ہی ہے بھی جن کا حق ہونا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص سے ثابت ہے لہٰذا ایسے اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر نہیں کہا جا سکتا بلکہ (ایسی صورت میں تو) بعض مرتبہ اجماع کا گمان ہی غلط ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کرنا ہی صحیح ہوتا ہے [۱]

فرماتے ہیں: یہ اس مسئلہ (حجیت اجماع) کا واضح اور مفصل ترین بیان ہے کہ کونسا اجماع حجت ہے اور اس کا مخالف کافر ہے اور کونسے اجماع کا مخالف کافر نہیں ہے

زرقانی ج ۶ ص ۱۶۸ پر مقصد سادس کی نوع ثالث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے معتبر ہونے کے لئے یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ "بشر" تھے یا "عربی النسل" تھے حالانکہ یہ (تبلانا) مثلاً ماں باپ وغیرہ پر فرض کفایہ ہے چنانچہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی اگر اپنی ذی شعور اولاد کو یہ تبلا دیا (کہ آپ بشر تھے یا عربی النسل تھے) تو دوسرے سے یہ فرض ساقط ہو گیا (یہی فرض کفایہ ہونے کی دلیل ہے، تو کیا فرض کفایہ ہونے کے باوجود یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے)

فرماتے ہیں: شیخ ولی الدین حافظِ حدیث احمد بن حافظِ حدیث عبد الرحیم عراقی نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ "بیشک یہ جاننا شرطِ صحت ایمان ہے چنانچہ اگر

---

[۱] حاصل یہ ہے کہ "اجماع قطعی" حجت ہے اور اس کا مخالف و منکر کافر ہے اس کے برعکس "اجماع ظنی" میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اسی لئے اس کا مخالف و منکر کافر بھی نہیں ہے ۱۲

کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر تو میرا ایمان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن یا یہ کہے کہ "میں یہ نہیں جانتا کہ آپ عربی ہیں یا عجمی تو اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں اس لئے" کہ یہ قرآن کی تکذیب ہے، اللہ پاک فرماتا ہے،

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم دوسری آیت میں فرماتا ہے لا اقول لکم انی ملك پہلی آیت میں عربی النسل ہونا اور دوسری آیت میں بشر ہونا منصوص ہے لہٰذا اس شخص کا عربی النسل یا بشر ہونے سے انکار قرآن کا انکار و تکذیب ہے) نیز یہ شخص ایک ایسے امر یقینی اور مجمع علیہ کا انکار کرتا ہے جس کو اُمت روز اول سے ابًا عن جدٍ جانتی چلی آتی ہے اور ہر خاص و عام قطعی اور یقینی طور پر (آفتاب نصف النہار کی طرح) جانتا اور مانتا ہے۔ لہٰذا یہ (اجماع امت) ضروریات دین میں سے ہو گیا (جس کا انکار کفر ہے) اور ہمارے علم میں (امت میں) اس کا کوئی مخالف بھی نہیں ہوا (اس لئے اجماع قطعی ہو گیا) لہٰذا اگر کوئی ایسا جاہل اور غبی ہو کہ اس (اظہر من الشمس) امر کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو تبلانا اور آگاہ کرنا (ہر مسلمان کا) فرض ہے اس کے بعد بھی اگر وہ اس امر ضروری (بدیہی) کا انکار کرے تو ہم اس کو ضرور کافر قرار دیں گے اس لئے کہ کسی بھی امر ضروری (بدیہی) کا انکار کفر ہے باقی جو امر ضروری اور یقینی نہیں ہے اس کا انکار بیشک کفر نہیں ہے اگرچہ تبلانے کے باوجود بھی انکار کیا جائے (زرقانی کے اس طویل بیان سے بھی واضح ہو گیا کہ اجماع قطعی کا انکار کفر ہے) زرقانی فرماتے ہیں: شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ کی کتاب البہجۃ کے شارحین کے بیان کا حاصل بھی یہی ہے

ختم نبوت کا عقیدہ مجمع علیہ ہے اس میں کوئی بھی تاویل یا تخصیص مسموع نہیں اور اس کا منکر قطعاً کافر ہے،

امام غزالی علیہ الرحمہ کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

اُمت مسلمہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) ان الفاظ (انقطعت النبوۃ والرسالۃ فلا نبی بعدی ولا رسول) کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ آپ نے (اپنی امت کو) تبلایا ہے کہ میرے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول اور یہ کہ اس بیان میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ اب جو کوئی اس میں کوئی تاویل، یا تخصیص کرتا ہے اس کا قول از قبیل ہذیان وبکواس ہے ایسے شخص کو کافر کہتے میں کوئی امر مانع نہیں اس لئے کہ یہ شخص اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

قاعدہ کلیہ، کونسی بدعت (گمراہی) بلاشبہ موجب کفر ہے اور کونسی نہیں

علامہ شامی رسائل ابن عابدین میں ص ۳۶۰ پر فرماتے ہیں:

اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو ایسی قطعی دلیل کے مخالف ومنافی ہو جو علم یقینی یعنے اعتقاد وعمل کو واجب کرتی ہے اُس کے معتقد "مبتدع" کی تکفیر سے کوئی شبہ مانع نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ الاختیار میں تصریح کی ہے کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو ایسی قطعی دلیل کے خلاف ہو جو علم اور اس پر عمل کو قطعاً واجب قرار دیتی ہے وہ کفر ہے اور جو بدعت ایسی دلیل کے مخالف نہ ہو بلکہ صرف ایسی دلیل کے خلاف ہو جو ظاہری عمل کو واجب کرتی ہے وہ بدعت (گمراہی) کفر نہیں ہے۔

اسی رسائل ابن عابدین کے ص ۲۶۲ پر فرماتے ہیں۔

دوسرا قول جو محیط میں مذکور ہے وہی ہے جو ہم شرح اختیار اور شرح عقائد سے اس سے قبل نقل کر چکے ہیں۔ اس قول میں اور ابن المنذر کے بیان میں اس طرح

توفیق پیدا کی جاسکتی ہے کہ ابن المنذر کی مراد ان لوگوں سے جن کو کافر کہا گیا ہے وہ لوگ ہیں جو قطعی دلیل کا انکار کریں۔

ضروریات دین کا منکر بہرصورت کافر ہے، امور قطعیہ کا منکر اگر سمجھانے کے باوجود بھی انکار پر مصر رہے تو وہ بھی کافر ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بنایہ کے دستیاب نسخہ میں باب البغات کے ذیل میں لکھا ہے:

محیط میں مذکور ہے کہ اہل بدعت (گمراہ فرقوں) کو کافر کہنے میں علما کے درمیان، اختلاف ہے چنانچہ بعض علما تو کسی بھی مبتدع فرقہ کو کافر نہیں کہتے اور بعض علما ان میں سے بعض کو کافر کہتے ہیں (بعض کو نہیں) یہ علما کہتے ہیں کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو کسی قطعی دلیل کے خلاف ہو وہ کفر ہے (اور اس کا ماننے والا کافر ہے) اور جو بدعت کسی قطعی اور موجب علم ویقین دلیل کے خلاف نہ ہو وہ بدعت گمراہی ہے (اور اس کا ماننے والا گمراہ ہے کافر نہیں) علماء اہل سنت وجماعت کا اسی پر اعتماد ہے۔

فرماتے ہیں: باقی فتح القدیر میں جو اس (فرق) پر کلام کیا ہے کہ: صاحب محیط کی مراد (ان امور سے جن میں اختلاف ہے) وہ امور ہیں جو ضروریات دین میں سے نہ ہوں (یعنی یہ تفصیل اور فرق صرف غیر ضروریات دین میں ہے اور ضروریات دین کا منکر بہرصورت کافر ہے) اور ابن عابدین نے اسی پر اکتفا کیا ہے (کہ یہ فرق صرف غیر ضروریات دین میں ہے۔ تو محقق ابن ہمام نے فتح القدیر کے باب الامامۃ میں اس کے اندر تردد کا اظہار کیا ہے (کہ ضروریات دین میں یہ فرق معتبر ہے یا نہیں) چنانچہ فواتح الرحموت میں اس پر تنبیہ بھی کی ہے۔

فرماتے ہیں: لہٰذا محیط کا بیان نظر انداز کردینے کے قابل نہیں ہے خاص کر جبکہ وہ اس کو اکثر علما اہل سنت کا مسلک بتلاتے ہیں۔ ابن عابدین نے بھی باب البغاۃ میں اس فتح القدیر کے بیان پر استدراک

کیا ہے اور جبکہ ضروریات دین پر تکفیر کرنے میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں جیسا کہ تحریر میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور ایسے قطعی امور پر تکفیر کو جو ضروریات دین میں سے نہ ہوں صرف اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ خود منکر کو ان کے قطعی ہونے کا علم ہو یا اہل علم اس کو بتلائیں اس کے باوجود بھی وہ انکار پر قائم اور مصر رہے جیسا کہ مسایرہ میں ص ۲۰۸ پر اس کی تصریح کی ہے تو پھر مسئلہ بالکل صاف اور واضح[ف] ہو جاتا ہے اور بحث کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

موجب کفر بدعت (گمراہی) کے مرتکب شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بدائع وصنائع میں جو فقہ حنفی کی بلند پایہ اور مستند کتاب ہے ص ۱۵۷ پر لکھا ہے

مبتدع (گمراہ) اور فاسد العقیدہ شخص کی امامت مکروہ ہے امام ابو یوسف رح نے امالی میں اس کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں "میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ امام مبتدع اور فاسد العقیدہ ہو اس لئے کہ صحیح العقیدہ مسلمان ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے باقی رہا یہ کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں تو بعض مشائخ احناف تو فرماتے ہیں کہ مبتدع کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں چنانچہ منتقی میں تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ امام صاحب مبتدع کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر وہ بدعت موجب کفر ہے تو ایسے مبتدع کے پیچھے تو نماز ناجائز ہے اور اگر موجب کفر نہیں ہے

ف حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کے انکار پر تو منکر کی تکفیر متفق علیہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اسی طرح اور قطعی امور کے انکار پر بھی تکفیر متفق علیہ ہے اس شرط کے ساتھ کہ یا وہ ان کے قطعی ہونے کو جانتا ہو اور پھر انکار کرے یا بتلانے کے باوجود باز نہ آئے اور انکار پر مصر رہے صرف اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی جو ایسے قطعی امور کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے نہ ہوں اور منکر کو ان کے قطعی ہونے کا علم نہ ہو سو ایسے منکر کو ان امور کی قطعی ہونے سے آگاہ کیا جائے اگر باز آجائے تو فبہا ورنہ اس کو بھی کافر قرار دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

تو جائز تو ہے مگر مکروہ ہے

امام ابوحنیفہ رح کے مشہور قول ممانعت تکفیر اہل قبلہ کی حقیقت | حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ منتقی

جس کی روایت کا صاحب بدائع نے حوالہ دیا ہے وہی منتقی ہے جس کے حوالے مسایرہ میں

ص ۱۲۴ پر امام ابوحنیفہ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مشہور قول نقل کیا ہے (جس کا تذکرہ آچکا ہے)

لہٰذا منتقی کا یہ بیان اُس بیان کی وضاحت کرتا ہے (کہ امام صاحب کے نزدیک صرف اُس

صورت میں اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے کہ جس میں ضروریات دین کا انکار یا قطعی امر کی مخالفت نہ

ہو ورنہ اگر کوئی اہل قبلہ ضروریات دین یا امر قطعی کا انکار کرے گا تو اس کو ضرور کافر کہا جائے گا

اسی لئے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: باب الشہادۃ کے ذیل میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے

اور خلاصۃ الفتاوٰی میں تو تصریح کی ہے کہ (امام محمد نے) اصل (مبسوط) میں اس (نماز نہ ہونے) کی تصریح

کی ہے۔ صاحب بحر الرائق نے بھی خلاصۃ الفتاوٰی سے یہی نقل کیا ہے

مصنف علیہ فرماتے ہیں: فتح القدیر کے اس بیان کی بھی مراجعت کرنی چاہئے جو مطلقہ

ثلاث کی تحلیل کے حیلہ سے متعلق ہے

ضروریات دین اور امور قطعیہ دین کا منکر قطعاً کافر ہے اور کوئی تاویل مسموع نہیں | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیہ خیالی میں فرماتے ہیں۔

والتاویل فی ضروریات الدین	ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں
لایدفع الکفر	بچا سکتی۔

فرماتے ہیں: خیالی میں بھی یہی بیان کیا ہے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات امام ربانی کے ص ۳۸ ج ۳ پر اور ص ۹۰

ج ۸ پر فرماتے ہیں۔

چونکہ یہ مبتدع (گمراہ) فرقہ اہل قبلہ میں سے ہے اس لئے ان کی تکفیر اس وقت

تک نہ کرنی چاہئے جبتک کہ یہ ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور متواترات شرعیہ کو رد نہ کریں اور ان امور کو قبول کرنے سے انکار نہ کریں جن کا دین سے ہونا یقینی (اور بدیہی) طور پر معلوم ہے۔

تاویل باطل خود کفر ہے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فتوحات الٰہیہ میں ج ۲ ص ۸۵ پر فرماتے ہیں: تاویل فاسد (باطل) کفر کے مانند ہے۔ باب ۲۸۹ کی مراجعت کیجئے

لزوم کفر، کفر ہے یا نہیں | کلیات ابوالبقاء میں لفظ کفر کے تحت لکھتے ہیں:

ہر وہ قول موجب کفر ہے جس میں کسی مجمع علیہ اور منصوص امر کا انکار پایا جائے چاہے اس کا معتقد ہو چاہے ازراہ عناد کہا ہو (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)

امام شعرانی یواقیت میں فرماتے ہیں:

کمال الدین ابن ہمام فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ کسی کے مذہب سے جو امر لازم آئے وہ اس کا مذہب نہیں ہوتا اور محض کفر کے لازم آنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ لازم آجانا اور بات ہے اور اُس کا التزام (اختیار) کرنا اور بات ہے لیکن مواقف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (لزوم کفر کا کفر نہ ہونا) اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس صاحب مذہب کو اس لازم آنے کا اور اس کے کفر ہونے کا علم نہ ہو (اور اگر وہ جانتا ہے کہ میرے مذہب پر یہ لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے اس کے باوجود وہ اس پر قائم ہے تو یقیناً کافر ہو جائے گا اس لئے کہ رضا بالکفر کفر ہے) اس لئے کہ صاحب مواقف کے الفاظ یہ ہیں۔

من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ لیس بکافر	جس کو کفر لازم آجائے اور اس کو اس کا علم نہ ہو وہ کافر نہیں ہے

اس کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ جانتا ہے تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کفر کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم

کلیات ابو البقا میں فرماتے ہیں:

(کسی کے قول سے) ایسے کفر کا لازم آنا بھی کفر ہے جس کا کفر ہونا (سب کو) معلوم ہو اسلئے کہ جب لازم اور اس کا لزوم ظاہر و واضح ہو تو پھر وہ التزام (جان بوجھ کر اختیار کرنے) کے حکم میں ہے نہ کہ لاعلمی میں لازم آنے کے حکم میں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مواقف کی (مذکورہ بالا) عبارت میں لازم کے کفر ہونے کو جاننے کی قید نہیں ہے اس میں تو صرف اتنا ہے کہ لازم آنے کو جانتا ہو (یعنے امام شعرانی نے "لازم کے کفر ہونے کا علم" از خود اضافہ فرمایا ہے) صاحب مواقف کی عبارت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ لاعلمی میں جو کفر لازم آجائے وہ کفر نہیں ہے)

ضروریات دین میں تاویل کرنا بھی کفر ہے بلکہ تاویل انکار سے بھی بڑھ کر

مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی اپنی کتاب ایثار الحق علی الخلق کے ص ۱۴۱ پر فرماتے ہیں۔

اس لئے کہ ضروریات دین کا انکار یا ان میں تاویل کرنا کفر ہے

اسی کتاب کے ص ۴۳۰ پر فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں ان[1] پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ بعض اوقات کسی امر حرام کی حرمت کا اقرار کرتے ہوئے اسکو عمداً اختیار کرنے کی بہ نسبت اس امر حرام کو تاویل کرکے حلال بنا لینا زیادہ سخت (گمراہی کا موجب) ہوتا ہے اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں وہ تاویل سے حلال بنایا ہوا امر ایسا ہو کہ اس کی حرمت قطعی طور پر سبکو معلوم ہو مثلاً ترک صلوٰۃ (یعنے کسی تاویل کی بنا پر نماز کو ترک کرنا مثلاً یہ کہنا کہ نماز جاہل اور سرکش عربوں میں نظم و ضبط اور اتباع امیر کا شعور پیدا کرنے کے لئے تھی اور وضو انکو طہارت و نظافت کا عادی بنانے کے لئے اور ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے) چنانچہ جو شخص (اسی قسم کی کوئی) تاویل کرکے نماز چھوڑتا ہے وہ متفقہ طور پر کافر ہے اور جو شخص قصداً نماز نہیں پڑھتا مگر اس کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے اس کو کافر کہنے میں اختلاف ہے (بیشتر ائمہ وفقہا ...

---

[1] یعنے ان لوگوں پر جو "غلط تاویل" کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں ۱۲

اس کو گنہگار اور فاسق کہتے ہیں بعض علماءِ ظاہر اس کو کافر کہتے ہیں) تو دیکھئے مذکورہ مثال میں تاویل (کا حکم عمداً ترک کے مقابلہ میں) تحریم کے لحاظ سے کتنا سخت ہے (کہ تاویل کرکے نماز چھوڑنا متفقہ طور پر کفر ہے اور بغیر کسی تاویل کے عمداً نماز ترک نے کے کفر ہونے میں اختلاف ہے کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی نہیں)

بعض تاویلیں خود کفر ہوتی ہیں مثلاً جو تاویل ضروریات دین کے مخالف اور منافی ہو

اسی ذیل میں ص ۱۲۱ پر فرماتے ہیں :

نیز کبھی انسان ایسے امور میں تاویل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے جن میں تاویل کی مطلق گنجائش نہیں جیسے قرامطہ کی تاویلیں (کہ اللہ سے مراد امام وقت ہے) اور بعض تاویلوں سے ضروریات دین کی مخالفت لازم آجاتی ہے اور تاویل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا (اور کافر ہو جاتے ہیں) یہ وہ مقام ہے جس میں انسان علم الٰہی اور احکام آخرت کے اعتبار سے کفر کے خطرہ سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا اگرچہ ہمیں علم نہ ہو۔

صفحہ ۱۲۱ پر فرماتے ہیں :

اسی طرح علماء امت کا اس پر بھی اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کسی بھی قطعی امرِ مسموع (یعنے ایسا امر جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع ہونا یقینی ہو) کی مخالفت کفر اور اسلام سے نکل جانے کے مرادف ہے

اسلام خود متبوع ہے وہ کسی کے تابع نہیں

نیز صفحہ ۱۳۰ پر فرماتے ہیں۔

نیز یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اسلام (ایک مکمل و مرتب) واجب الاتباع مذہب ہے نہ کہ (انسانی ذہن و فکر کا) اختراع کردہ (اور ساختہ پرداختہ طریق کار ، لہٰذا اس میں کسی انسانی عقل و قیاس کو دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی) اور اسی لئے جو شخص (کسی بھی وجہ سے) اس کے کسی بھی رُکن کا انکار کرے وہ کافر

ہے اس لئے کہ اس کے تمام ارکان قطعی اور یقینی طور پر معروف ومتعین ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کسی امر باطل کو اس کے بطلان پر متنبہ کئے بغیر علی الاعلان اور بار بار ذکر نہیں کر سکتی خاصکر وہ امر جس کو یہ (منکرین) باطل نام رکھ رہے ہیں وہی امر کتاب اللہ کی تمام آیات اور دوسری تمام کتب سماویہ میں مذکور و معروف ہے اور کتاب اللہ کی کوئی آیت اس کے مخالف و منافی بھی نہیں کہ تطبیق و توفیق (اور رفع تعارض) کی غرض سے اس میں تاویل کی صورتیں پیدا کی جائیں۔

فرقہ باطنیہ کی تاویلیں | محقق موصوف "تاویلات باطلہ" کے ذیل میں ص ۱۲۹ اور ۱۳۰ پر فرماتے ہیں۔

تاویل کی حیثیت سے، مذاہب باطلہ میں سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ مشہور فرقہ باطنیہ (قرامطہ) کا مذہب ہے جنہوں نے اثبات توحید اور تقدیس و تنزیہ کے نام سے تمام (صفات الہٰیہ اور) اسماء حسنیٰ الہٰیہ کی عجیب عجیب (مضحکہ خیز) تاویلیں کر کے اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات و اسماء کی نفی اور انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ان اسماء و صفات کے اطلاق سے تشبیہ لازم آتی ہے (اور اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دینا شرک ہے) اور اس سلسلہ میں اس قدر حد سے بڑھے اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ کہنے لگے "اللہ" تعالیٰ کو نہ موجود کہا جا سکتا ہے اور نہ معدوم،، بلکہ یہاں تک کہدیا کہ" اللہ تعالیٰ کو الفاظ و حروف سے تعبیر بھی نہیں کیا جا سکتا،، اور تمام اسماء حسنیٰ جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویل یہ کی کہ انسے مراد (اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ) ان کا "امام وقت" ہے اور اسی کا نام ان کے نزدیک اللہ ہے اور لا الٰہ الا اللہ (کلمہ توحید میں بھی) اللہ سے مراد "امام زمان" ہے۔[۱] (نعوذ باللہ من شرور انفسھم)

---

[۱] ہمارے زمانہ میں بھی ایک زندیق ببانگ دہل اپنی تصانیف میں لکھ رہا ہے کہ اطیعوا اللہ میں اللہ سے مراد مرکز ملت یعنے حاکم وقت ہے سچ ہے "جس کا کھائیں اسی کے گن گائیں" ۱۲

فرماتے ہیں : ان کا یہ عقیدہ حد تواتر کو پہونچ چکا ہے اور میں نے بچشم خود اُن کا یہ عقیدہ ان کی بیشمار کتابوں میں دیکھا ہے جو ان کے ہاں متداول اور دستیاب ہیں یا ان کے کتب خانوں، خزانوں اور ان قلعوں کے اندر پائی گئی ہیں جن کو بزور شمشیر مسخر کیا گیا یا طویل محاصروں کے بعد فتح کیا گیا یا جو ان میں سے بعض کے ہاتھوں سے فرار ہوتے وقت چھینی گئیں یا خفیہ مقامات پر چھپی ہوئی ملی ہیں جن کو انھوں نے اپنے عقائد کے طشت ازبام ہونے کے خوف سے چھپا دیا تھا۔ پس جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ عقیدہ اور تاویل کھُلا ہوا کفر ہے اور یہ تاویل ایسی تاویل نہیں جیسی آیت کریمہ واسئل القریۃ التی کنا فیھا والعیر التی اقبلنا فیھا میں ہے کہ قریۃ سے مراد اھل قریہ اور عیر سے مراد اھل عیر ہیں جس کو علماء معانی ایصال بالحذف کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مگر اس کا علم صرف اُسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کی عمر اسلامی ماحول اور مسلمانوں میں گذری ہو اور اس کے کان اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوں، اور وہ باطنی فرقہ کا آدمی جس نے باطنیوں میں اور باطنی ماحول میں پرورش پائی ہو وہ بھلا اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتا ہے۔

فرماتے ہیں : اسی طرح وہ محدث جس کی عمر احادیث و روایات کے مطالعہ و مذاکرہ میں گذری ہو وہ بعض متکلمین کی تاویلوں کو ایسا ہی (غلط) جانتا ہے (جیسے یہ اسلامی ماحول میں پرورش پانے والا مسلمان "باطنیہ" کی تاویلوں کو) اسی طرح ایک متکلم جس کی عمر علم کلام میں گذری ہو وہ احادیث و روایات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعید اور احوال سلف سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے ایک محدث کے علم سے ایسا ہی دور اور اجنبی ہوتا ہے جیسا یہ باطنی ایک مسلمان کے علم سے ناآشنا ہے، لہذا ایک متکلم تو علماء، ادب و معانی کے مقرر کردہ اصول اور شرائط مجاز کو

پیش نظر رکھ کر تاویل کو جائز قرار دیدیتا ہے اور اس نقطہ نظر سے وہ صحیح بھی ہوسکتی ہے لیکن ایک محدث کے پاس قطعی و یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے (ان نصوص میں) یہ تاویل یقیناً نہیں کی جیسے ایک متکلم کے پاس (اصول عربیت ومعانی کے پیش نظر) یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے اسماء حسنیٰ الٰہیہ میں یہ تاویل ہرگز نہیں کی کہ انکا مصداق "امام زماں" ہے اگرچہ وہ مجاز بالحذف جس کے تحت باطنیہ نے اسماء حسنیٰ میں تاویل کی اپنی جگہ از روئے لغت سب کے نزدیک صحیح ہے لیکن اس کے لئے خاص خاص مقام اور مخصوص قرائن ہوتے ہیں جن کی بناپر مضاف کو محذوف مانا جاسکتا ہے باطنیہ نے ادب و لغت کے اس قاعدہ کو یقیناً بے محل استعمال کیا ہے۔

اسی کتاب ایثار الحق کے ص ۵۵ اپر فرماتے ہیں

باقی رہی تفسیر سو وہ "ارکان اسلام" (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور اسماء حسنیٰ الٰہیہ، جنکے معنی و مراد بدیہی اور یقینی طور پر سب کو معلوم ہیں ان کی تفسیر کو تو ہم ممنوع قرار دیتے ہیں اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں (کسی تفسیر و تشریح کے محتاج نہیں) اور ان کے معانی و مصادیق متعین ہیں (ان میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں) انکی تفسیر تو صرف وہی شخص کرتا ہے جو ان میں تحریف کرنا چاہتا ہے جیسے ملحد باطنیہ، اور جن کے معنی و مراد یقینی طور پر معلوم نہ ہوں اور اُن کے متعین کرنے میں دقت اور دشواری ہو تو اگر ان کی تفسیر کرنے میں گمراہی کا خطرہ اور غلطی کرنے میں گناہ کا اندیشہ ہو تو ان میں سے جو عقائد سے متعلق ہیں (ان کو تو ہم علیٰ حالہ رہنے دیں گے اور جو اُن میں خود ساختہ تعبیرات کو بالکل ترک کردیں گے اور احتیاط و توقف کا مسلک اختیار کریں گے اس لئے کہ ان میں عمل کا تو سوال ہی نہیں کہ ان کے متعین معنی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو پھر تفسیر کی ضرورت کیا؟ جس طرح قرآن میں وارد

ہوا اسی طرح ہم ایمان لے آئے اللہ کے نزدیک جو بھی ان کی مراد ہے برحق ہے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو) اور اگر گمراہی کا خطرہ نہ ہو (اور عمل سے اس کا تعلق ہو) تو ہم ظن غالب پر عمل کریں گے (یعنے ظن غالب سے ان کے معنی و مراد کو متعین کر کے اُن پر عمل کریں گے) اس لئے کہ عملیات میں ظن غالب ہی معتبر ہے اور باجماعِ اُمت ظن غالب پر عمل کرنا واجب یا جائز ہے واللہ الهادی والموفق

دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے | اسی کتاب کے ص ۱۱۶ پر فرماتے ہیں۔

دوم یہ کہ اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس دین کی جو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے مخالفت کرے اس کو کافر کہا جائے اور اگر وہ دین میں داخل (اور مسلمان) ہونے کے بعد (اس مخالفت کی بنا پر) دین سے نکلا ہے تو اس کو "مرتد" کہا جائے۔ اور اگر دین انسان کی (عقل و قیاس اور) نظر و فکر سے ماخوذ ہوتا (یعنے عقل انسانی دین کی مدوّن ہوتی) تو اس کا منکر کافر نہ ہوتا (اس لئے کہ اس صورت میں دین کو تجویز کرنے والی بھی عقل انسانی ہوتی اور مخالفت کرنے والی بھی عقل انسانی، اور ایک عقل انسانی کو دوسری عقل انسانی پر کوئی فوقیت اور اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں کہ اس کا مخالف مرتد اور واجب القتل ہو) لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل و مکمل اور محکم و پختہ (عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر) دین لیکر دنیا میں تشریف لائے ہیں اور یہ کہ کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ آپ کے بعد اس دین پر نکتہ چینی اور حرف گیری کی (چہ جائیکہ ترمیم و تنسیخ یا نظر ثانی کی) ہمت کرے اور آپ کے دین کو کامل[۱] بنانے کا نام لے۔

موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں | اسی کتاب کے ص ۱۳۵ پر فرماتے ہیں۔

یاد رکھو! دراصل کفر کا مدار عمداً تکذیب (جھٹلانے) پر ہے خواہ معروف و مشہور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی

---

[۱] اس زمانہ میں جو لوگ اسلام کی "تعمیر نو" کے نام سے دین کو مسخ کر رہے ہیں وہ کان کھولکر سن لیں ۱۲

نبی ورسول کی تکذیب ہو خواہ اُس دین وشریعت کی تکذیب ہو جس کو وہ لیکر دنیا میں آئے بشرطیکہ وہ امرِ دین جس کی تکذیب کی گئی ہے اس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو اور اسمیں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ یہ عمداً تکذیب یقیناً کفر ہے اور جو شخص اس کا مرتکب ہو اگر وہ ذی ہوش، عاقل وبالغ انسان ہے اور حواس باختہ (دیوانہ و پاگل) یا مجبور ومضطر نہیں ہے تو یقیناً کافر ہے اور اس شخص کے کافر ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں جس نے کسی مجمع علیہ اور بدیہی طور پر معلوم ومعروف امر دین کے انکار پر تاویل کا پردہ ڈالا ہوا ہو، دراں حالیکہ اس میں تاویل ممکن نہ ہو جیسے کہ ملحد "قرامطہ" نے کیا ہے۔

زیرِ بحث مسئلہ میں القواصم والعواصم کے اہم ترین اقتباسات | معنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: انہی محقق محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی کی دوسری کتاب القواصم والعواصم سے ہم زیرِ بحث مسئلہ پر چند اقتباسات پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہوں نیز فرماتے ہیں: محقق موصوف نے (علاوہ ان اقتباسات کے جو ہم پیش کر رہے ہیں) اسی کتاب کے جزو اول کے اندر بھی مذکورہ ذیل عنوان کے تحت تکفیر کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

الفصل الثالث، الاشارۃ	تیسری فصل، ان لوگوں کے دلائل اور اُن پر وارد
الی حجۃ من کفر ھٰؤلاء	ہونے والے شکوک وشبہات کی جانب اشارہ جو ان
ومایرد علیہا	لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔

فرماتے ہیں: اور غالباً الوھم الخامس عشر کے تحت اس کا تذکرہ کیا ہے نیز محقق موصوف نے بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات کے حوالہ سے خطابی کی ایک نہایت مفید اور اہم تحقیق بھی نقل کی ہے جو خطابی کی دوسری کتاب معالم السنن کی مراد کو واضح کرتی ہے اور مسئلہ تقدیر کے تحت الاسماء والصفات کے حوالہ سے عزیر نبی علیہ السلام کا نام انبیا کی فہرست سے مٹا دینے کی مراد کو بھی واضح کرتی ہے۔ حالانکہ عزیر علیہ السلام نبی تھے۔

تاویل عہد نبوت اور عہد صحابہ میں مسموع نہ ہو وہ معتبر نہیں | (۱) محقق موصوف جزء ثالث کے شروع میں فرماتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے اور یہی صحیح اور لائق اعتماد ہے کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ میں ان نصوص (اور آیات) کی کثرت اور بار بار ان کی تلاوت کا اس طرح اعادہ کہ نہ ان میں کوئی تاویل کسی سے سنی گئی اور نہ کسی نے ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کسی ناواقف شخص کو منع کیا یہاں تک کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ (اسی طرح) گذر جاتے ہیں یہ (تواتر معنوی) ان نصوص (اور آیات) کے مؤول نہ ہونے کے تیقن کی (نہایت قوی) دلیل ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ بھی اسی دلیل کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

إئتونی بکتاب من قبل	اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کسی کتاب سے یا کسی علم
ھٰذا او اثارۃ من علم	ویقین کے لئے مفید دلیل ماثور سے اس (اپنے
ان کنتم صادقین	دعوے) کا ثبوت دو

(معلوم ہوا کہ دعوے کی صحت کا ثبوت انہی دو چیزوں سے پیش کیا جا سکتا ہے)

فرماتے ہیں: اس مقام پر غور و تامل کرنے والے کے لئے اس مسئلہ (تکفیر) میں اور صفات کی بحث میں مبتدعین کے عقائد باطلہ کی بیخکنی کرنے کے لئے یہ دلیل (تواتر) کس قدر قوی اور شاندار دلیل ہو اسلئے کہ عادۃً یہ ممکن نہیں کہ جو (معنی) معتزلہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں اس کے اظہار و بیان پر اتنے زمانہ ہائے دراز گذر جائیں اور اس کی عمدہ تاویل بھی موجود ہو (جو معتزلہ کرتے ہیں) اور کوئی بھی اس تاویل کا ذکر نہ کرے خواہ اس کا ذکر واجب ہو خواہ مباح (یعنے تاویل ضروری ہو یا جائز)

ایک اعتراض اور اس کا جواب | محقق موصوف فرماتے ہیں:

امام رازی اپنی کتاب المحصول کے مقدمہ میں جہاں لغات کی بحث کی ہے اس مسئلہ پر بھی ایک طویل و بسیط بحث کرتے ہیں کہ سمعی دلائل کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے ، اس لئے کہ مفرد الفاظ اور ان سے مرکب جملوں میں از روئے لغت اشتراک، مجاز، حذف وغیرہ مختلف احتمالات کا امکان موجود ہوتا ہے (اور احتمال یقین کے منافی ہے) نیز فرماتے ہیں کہ: ان احتمالات کے نہ ہونے کی اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ تلاش و جستجو کے باوجود وہ احتمالات نہ پائے جائیں (اور کسی چیز کا نہ پایا جانا) یہ دلیل ظنی ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مقدر (عامل) کے بارے میں کثرت اختلاف کا ذکر کرتے ہیں اور یہ کثرت اختلاف ظاہر ہے کہ یقین کے منافی ہے (لہٰذا ثابت ہوا کہ دلائل سمعیہ مفید یقین نہیں ہو سکتے) اس کے بعد امام رازی خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں یقین کے مقامات میں اعتماد اُن قرائن پر ہوتا ہے جو قصد متکلم پر اضطراری طور سے رہنمائی کرتے ہیں (یعنے سننے والے کو ان قرائن کی بنا پر بے اختیار قصد متکلم کا یقین ہو جاتا ہے اور کوئی احتمال باقی نہیں رہتا) اسی کے ساتھ مواضع یقین میں الفاظ کے معنیٰ کا تواتر (یعنے کسی لفظ کا کسی معنیٰ میں تواتر کے ساتھ استعمال ہونا) بھی یقین کے لئے مفید ہوتا ہے (اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ہے لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ دلائل سمعیہ کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے)

محقق موصوف فرماتے ہیں: امام رازی کا یہ بیان اس تحقیق کی تائید کرتا ہے جو میں آیات مشیئت کے ذیل میں ذکر کر آیا ہوں اور اگر ایسا نہ ہو (یعنے دلائل سمعیہ کے مفید یقین نہ ہونے کو مان لیا جائے) تو دشمنان اسلام اور ملحدین کو مسلمانوں کے بہت سے عقائد سمعیہ میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنے اور رخنہ اندازی کرنے کا پورا پورا موقعہ مل جائے گا (اور مسلمانوں کا کوئی عقیدہ بھی محفوظ

نہ رہے گا) فرماتے ہیں اس کی تائید بعض معتزلہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "ہر یقینی سماعی دلیل ضروری (قطعی) ہوتی ہے"، معتزلہ کا یہ قول نہایت معقول و مدلل ہے لیکن اس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔

شریعت کا ہر قطعی امر "ضروری" ہے | اسی جزو ثالث کے وسط میں بیان کرتے ہیں۔

دوسری وجہ — اور یہی درست اور قابل اعتماد ہے — یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک تکفیر (یعنی کسی موجب کفر قول یا فعل کی بنا پر کسی کو کافر کہنا) قطعی سماعی ہے۔ (یعنی یقینی طور پر صاحب شریعت سے اس کا مسموع ہونا ضروری ہے) اور صحیح یہ ہے کہ شریعت کا ہر قطعی اور یقینی امر "ضروری" ہے (یعنی ان ضروریات دین میں سے ہے جن کے دین ہونے کو ہر خاص و عام شخص یقینی طور پر جانتا ہے)

تواتر معنوی حجت ہے | محقق موصوف اس موضوع پر کافی اوراق پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ دلائل سمعیہ (نصوص قرآن وحدیث) اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوق کو ہدایت کر دینے کی قدرت پر ایسے بدیہی یا یقینی طور پر دلالت کرتے ہیں (جس سے ہر خاص و عام کو یقین حاصل ہو جاتا ہے) کہ ان میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، دو وجہ سے ایک تو وہی جس کا تذکرہ اس سے پہلے آچکا ہے کہ مشیئت اور اسی جیسی اُن تمام صفات الٰہیہ کی آیات میں تاویل ممنوع ہے جو عہد نبوت اور عہد صحابہ میں خواص و عوام میں شائع ذائع رہیں حتیٰ کہ وہ عہد جو متفق علیہ طور پر عہد ہدایت اور مہمات دین کے بیان کا زمانہ ہے گذر گیا اور اُن آیات میں کوئی تاویل نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کوئی ممانعت کی گئی (یہ صورت حال اس امر کی دلیل ہے کہ ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی اور ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنا واجب ہے) اس لئے کہ (اگر کوئی تاویل ہوتی اور ظاہری معنی پر اعتقاد ممنوع ہوتا تو) عادۃً یہ ضروری تھا

(کہ اس عہد ہدایت میں اس کا ذکر ہو) اگرچہ عقلاً ضروری نہ بھی ہو جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہر امر قطعی کے لئے ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے یا نہیں | مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اور غالباً اس سے بھی زیادہ معقول وجہ وہ ہے جو محقق موصوف نے جزو اوّل کے آخر میں بیان کی ہے فرماتے ہیں:

یاد رکھو! یقین تو دو جہت سے ہونا ضروری ہے (۱) ایک فی نفسہ نص شرعی کے ثبوت کے اعتبار سے (یعنے وہ آیت یا حدیث معنی سے قطع نظر صاحب شریعت سے یقینی طور پر ثابت ہو) (۲) اور ایک معنی کی وضاحت کے اعتبار سے (یعنے اس نص کے معنی اس قدر واضح ہوں کہ بے اختیار اس کے معنی کا یقین ہو جائے) ثبوت کے قطعی ہونے کا ذریعہ تو ایک ہی ہے اور وہ ہے بدیہی تواتر (یعنے ہر خاص و عام تواتر کی حد تک اس کے ثبوت کو جانتا ہو) جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے باقی معنی کی وضاحت کے اعتبار سے تو کیا یہ ممکن ہے کہ (کوئی امر) "قطعی" اور یقینی تو ہو لیکن "ضروری" نہ ہو؟ (یعنے اس کا ثبوت حد تواتر تک نہ پہونچا ہو!) یہ ایک سوال ہے جس کا جواب بیشتر اصولیین کے بیانات سے تو نکلتا ہے کہ ایسا ہونا جائز ہے (کہ کوئی امر قطعی تو ہو مگر ضروری (متواتر) نہ ہو) لیکن بعض اصولیین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممنوع ہے (یعنے ایسا نہیں ہو سکتا کہ قطعی ہو اور ضروری نہ ہو بلکہ ہر امر قطعی کے لئے ضروری ہونا ضروری ہے)

محقق موصوف کی رائے | محقق موصوف فرماتے ہیں:

میرے نزدیک بھی (آخری) قول (کہ ہر امر قطعی ضروری ہوتا ہے) زیادہ قوی ہے اس لئے کہ کسی نص کے معنی پر یقین حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اہل لغت کی جانب سے اس کا یقینی ثبوت موجود ہو کہ وہ فلاں لفظ معین سے فلاں معین معنی مراد لیتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی معنی مراد نہیں لیتے اور ظاہر ہے کہ یہ ثبوت

نقلی اور سمعی ہے نہ کہ عقلی اور نظری، اور جس امر کے ثبوت کا مدار سماع اور نقل پر ہو نہ کہ عقل و نظر پر اس میں یقین استدلال (عقلی) کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ از قبیل متواترات ہوتا ہے اور متواتر ضروری الثبوت ہوتے ہیں (لہذا اہل لغت سے مذکورہ بالا ثبوت حد تواتر تک پہونچ جانے کے بعد ہی زیر بحث نص وضاحت معنی کے اعتبار سے یقینی اور قطعی ہو سکتی ہے لہذا ثابت ہوا کہ کسی امر کے قطعی ہونے کے لئے الفاظ کے اعتبار سے صاحب شریعت سے ثبوت کا متواتر ہونا جس طرح ضروری ہے اسی طرح معنی کے اعتبار سے اہل لغت سے ثبوت کا بھی متواتر ہونا ضروری ہے)

کسی نص (آیت) کا معنی کے اعتبار سے متواتر ہونے کا مطلب | محقق موصوف جزو ثانی کے آخر میں فرماتے ہیں:

پروردگار سبحانہ وتعالی کے فاعل مختار ہونے کی دلیل قرآن کریم کی اُن نصوص (صریح آیات) پر موقوف اور مبنی قرار دی جائے گی جن کے معنی (ہر خاص وعام کو) معلوم اور معروف ہیں اور اُن میں کسی بھی تاویل کے نہ ہونے پر لفظی قرائن موجود ہیں بلکہ ان کا ضروریات دین میں سے ہونا اور مسلمانوں کا اُن پر اجماع بھی ہر خاص وعام کو معلوم اور معروف ہے۔ اور ان یقین آفرین قرائن میں سے ایک قرینہ اُمت مسلمہ کا ان نصوص (آیات) کو بغیر ان کے ظاہری معنی کے فساد پر متنبہ کئے مسلسل تلاوت کرتے رہنا ہی (یعنی اگر ان نصوص کے ظاہری معنی مراد نہ ہوتے تو خیر القرون میں کوئی تو سلف صالحین میں سے اس پر متنبہ کرتا)

ضرورت شرعیہ کی مثال | فرماتے ہیں:

امام رازی نے اپنی کتاب محصول میں اسی سوال کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ (نصوص شرعیہ کے) معانی ومقاصد کا علم قرائن کے ساتھ مل کر ضروری (بدیہی) اور یقینی ہو جاتا ہے اس لئے کہ مثلاً ہم اللہ سبحانہ وتعالی کی مراد لفظ السموات والارض سے یقینی

اور بدیہی طور پر جانتے ہیں (کہ یہی آسمان و زمین مراد ہیں جو ہمارے سامنے ہیں)
نہ اس وجہ سے کہ لغت عربی میں مثلاً لفظ سماء آسمان کے لئے وضع کیا گیا ہے۔
کیونکہ اس (لغوی) معنی میں تو اشتراک و مجاز اور حذف و اضمار وغیرہ کا دخل
بھی ہو سکتا ہے (لہٰذا ان احتمالات کی بنا پر تو لفظ سماء سے آسمان مراد ہونا قطعی
اور یقینی نہیں رہتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی مثلاً بادل،
مراد ہوں بہرحال احتمال یقین کے منافی ہے اس کے برعکس ضرورت شرعیہ کے
تحت ہمیں قطعی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہی زمین و آسمان ہیں)

کسی نص قطعی کے مفید یقین ہونے کا مدار

اسی کتاب کے آخری جزء کے وسط میں فرماتے ہیں،
یہ اظہر من الشمس ہے اس شخص کے لئے جو یقین کے شرائط کو جانتا ہو اور وہ شرائط
امور سمعیہ (سماع اور نقل سے تعلق رکھنے والے امور) میں (صاحب شریعت سے)
نقل کے اعتبار سے بدیہی تواتر ہے اور معنی کے اعتبار سے بدیہی طور پر واضح ہوتا ہے
(یعنی جس نص کا ثبوت شارع علیہ السلام سے تواتر کی حد کو پہونچ چکا ہے اور
اس کے معنی و مراد کی وضاحت بھی بدیہیات کی حد کو پہونچ چکی ہے وہ نصِ قطعی
ضرور یقین کے لئے مفید ہوگی)

ایسی نص قطعی میں تاویل کے حرام اور ممنوع ہونے کی دلیل

اس کے بعد فرماتے ہیں:
باقی اس امر کا یقین کہ اس کی تاویل حرام ہے بلکہ اس امر کا یقین کہ یہ اپنے ظاہری معنی
پر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم
کے عہد میں اس کی شہرت حد تواتر تک پہونچ چکی تھی اور ہمیں معلوم ہے کہ انھوں
نے اس نص کو اس کے ظاہری معنی پر برقرار رکھا (اور کوئی تاویل نہیں کی)۔
اور عادۃً یہ محال ہے کہ اس نص کی کوئی صحیح تاویل ہو اور اُن میں سے کوئی بھی اس
کا ذکر نہ کرے جیسا کہ اس سے پہلے بھی بیان آچکا ہے۔

اور جزو ثالث کے وسط میں "ایمان بالقدر" کی نصوص (آیات) کے تحت فرماتے ہیں:

دوسری دلیل علم ضروری (قطعی ویقینی) کے دعویٰ کی اُس شخص کے لیے جو سلف (صحابہ وتابعین) کے حالات سے واقف ہے یہ ہے کہ وہ ان نصوص (آیات) میں مطلق کوئی تاویل نہیں کرتے تھے۔

ہر امر قطعی کے مفید یقین ہونے کے لئے اس کا ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے،

جزء اول کے اوائل میں فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں قطعی امور میں بعض ایسے امور بھی ہیں جن کے متعلق علما کا اختلاف ہے کہ وہ قطعی (یقینی) ہیں یا نہیں مثلاً قیاس جلی اور اس کی (مخالفت کی) بنا پر کسی کو گنہگار، فاسق یا کافر کہنا (جائز ہے یا نہیں؟ یہ اختلاف ہی اس امر کی دلیل ہے کہ ہر قطعی کے لئے مفید یقین ہونا ضروری نہیں) چنانچہ ابن حاجب وغیرہ محققین ایسے شرعی قطعی امر کے وجود کا انکار کرتے ہیں جو "ضروری" (متواتر) نہ ہو اور ان کا فیصلہ ہے کہ نصوص شرعیہ میں فہم معنی کے اعتبار سے "ظن" اور "ضرورت" کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں ہے (یعنے یا نصوص ظنیہ ہیں یا نصوص ضروریہ (متواترہ) تیسری قسم کوئی نہیں) جیسا کہ تواتر الفاظ کے اعتبار سے (سب کے نزدیک) "ظنی" (خبر واحد) اور "ضروری" (خبر مشہور ومتواتر) کے درمیان کوئی واسطہ نہیں (یعنے جیسے از روئے روایت یعنے ثبوت الفاظ صرف دو مرتبے ہیں "ظنی" (خبر واحد) اور "ضروری" (مشہور ومتواتر) ایسے ہی از روئے درایت یعنے فہم معنی کے اعتبار سے بھی دو مرتبے ہیں "ظنی" یا "ضروری" لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر امر قطعی کے مفید قطع ویقین ہونے کے لئے "ضروری" (متواتر) ہونا ضروری ہے)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

علماء اصول کے اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ قطعیات (امور یقینیہ) کا وجود صرف

ان دلائل میں مانتے ہیں جو علمی اور مفید یقین ہوں۔

دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں | اسی کے آخر میں فرماتے ہیں

بیشتر محققین کی رائے یہی ہے کہ قطعی دلائل جب بھی شرعی ہوں گے تو یقیناً ضروری ہوں گے (یعنی تمام دلائل قطعیہ شرعیہ، ضروری (بدیہی) ہوتے ہیں شرعی دلائل میں ایسے قطعی دلائل کا وجود نہیں جو ضروری نہ ہوں بالفاظ دیگر دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں)

کثرت دلائل، تعدد طرق اور قرائن سب مل کر یقین کے لئے مفید ہوتے ہیں | حضرت مصنف فرماتے ہیں: اتحاف ج ۲ ص ۱۴ پر ابن بیاضی حنفی ماتریدیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

دلیل نقلی (سماعی) اس وقت مفید یقین ہوتی ہے جب ایک ہی معنی پر متعدد طریق سے، بکثرت دلائل وارد ہوں اور قرائن بھی ساتھ موجود ہوں اھ بکار والمقاصد کے مصنف کا اور بہت سے علماء محققین یعنے ماتریدیہ کا مختار بھی یہی ہے۔ مزید تحقیق کے لئے توضیح تلویح کی مراجعت کیجئے نیز حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ابن حاجب کے نزدیک "ضروری" کے معنی | ابن حاجب کے نزدیک "ضروری" کا مصداق ہر وہ امر ہے جس کو دل بیساختہ باور کرے اور اس پر یقین واطمینان کلی حاصل ہو جائے "ضروری" کے وہ معروف معنی جو ضروریات دین کی تعریف میں بیان ہو چکے ہیں جس کا علم ہر خاص و عام کو یکساں طور پر حاصل ہو ابن حاجب کے نزدیک مراد نہیں، اور نہ ہی اس کی مراد یہ ہے کہ "لفظی" (یعنے سماعی) دلیل یقین کے لئے مفید نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ تو ایک اور اختلافی امر ہے جو دوسرے علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ محقق موصوف فرماتے ہیں:

تیسرا قول جو اکثر ائمہ اہل سنت اور علماء امت کا مسلک ہے یہ ہے کہ اس (حکم) میں تفصیل ہے اور یہ کہ یقینیات میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

مدارِ کفر! بحث تکفیر کے ذیل میں فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہی اصل میں کفر ہے خواہ صراحتاً اور براہ راست ہو خواہ کوئی ایسا قول یا عقیدہ ہو جس سے یقینی اور بدیہی طور پر آپ کی تکذیب لازم آتی ہو۔ نظری اور استدلالی طور پر لازم آنے کا اعتبار نہیں۔

تاویل معتبر ہونے کا مدار اور ضابطہ! ہر وہ امر جو عہد نبوت اور عہد صحابہ میں شائع و ذائع رہا اور کسی نے اس کی کوئی تاویل نہیں کی یقینی اور بدیہی طور پر اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ امر اپنے ظاہری معنی پر ہے (اس میں کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی)

یہ اصول جو میں نے بیان کیا اس کو اچھی طرح سمجھ لو ہر اُس امر کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قدر مشہور و معروف رہا ہو کہ اس کی شہرت حد تواتر کو پہونچ چکی ہو اور اس کی کوئی تاویل قطعاً مذکور نہ ہو (وہ اپنے ظاہری معنی پر ہے اس میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوسکتی اور اس کا منکر اگرچہ مؤول ہو کافر ہے)

مثال! تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر کسی تاویل کے شائبہ کے کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور (اس لئے) وہ متکلم ہے لہذا جس شخص کا یہ قول ہے (کہ کلام اللہ کی صفت نہیں یا قرآن اللہ کا کلام نہیں) علما نے علانیہ اس کی تکفیر کی ہے خواہ اس اعتقاد کی بنا پر کہ یہ قول) ان آیات کی تکذیب کرتا ہے (جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت کلام ثابت ہوتی ہے) یا اس بنا پر کہ اس قول سے ان آیات کی تکذیب لازم آتی ہے (یعنے عمداً ان آیات کی تکذیب کی ہے یا اس قول سے تکذیب لازم آگئی) اور یہ دونوں امر (یعنے التزام کفر اور لزوم کفر) موجب تکذیب ہیں۔

احتیاط! نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو قدیم نہیں مانتے وہ بھی اس کو حادث کہنے سے اجتناب کرتے ہیں جیسے امام احمد بن حنبل اور ذہبی کے بیان کے مطابق جمہور علما نبلاء میں امام

احمد کے ترجمہ (حالات) میں انسے ایک روایت ذکر کرتے ہیں اور اسی طرح تمام متقدمین علما اہل سنت کی جانب بھی اس کو منسوب کیا ہے کہ وہ جیسے قرآن کو قدیم نہیں مانتے حادث بھی نہیں کہتے۔ (بلکہ توقف کرتے ہیں) اور یہی مسلک مصنف نبلاء نے اپنے لئے پسند کیا ہے

معتزلہ شیعہ وغیرہ کا مسلک تکفیر کے بارے میں | اس لئے کہ اس سے پہلے آچکا ہے کہ معتزلہ، شیعہ اور اُن کے علاوہ اُمت کے دوسرے فرقوں کے نزدیک تکفیر (کسی کو کافر کہنے) میں یقین (ہونا) شرط ہے۔ اُس شخص کے حق میں جو کفر کا حکم بالیقین اچاہتا ہے ایسا ہی ہونا بھی چاہئے (کہ کفر کا یقین ہوئے بغیر کسی کو کافر نہ کہے)

تو اس شخص سے یہ کہا جائے کہ (تکفیر کے بارے میں) یقین قطعی کا مرتبہ چھوڑ کر گمان کا وہ مرتبہ جس میں واضح سماعی رجحان (یعنے ظن غالب) موجود ہو کیوں نہ اختیار کر لیا جائے (یعنے کسی کو کافر کہنے میں یقین کے بجائے ظن غالب پر کیوں نہ اکتفا کر لیا جائے) اور ظن غالب پر عمل تو صرف قطعی اور یقینی دلیل سے ہی ممنوع ہوتا ہے (یعنے اگر ظن غالب کے مقابلہ میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو تو بیشک ظن غالب پر عمل ممنوع ہوتا ہے اور کوئی قطعی دلیل ظن غالب کے خلاف ہے نہیں پھر ظن غالب پر کیوں نہ عمل کیا جائے)

اور قرآن حکیم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ قرآن کل کا کل "متشابہ" (غیر واضح اور محل تاویل) ہے بلکہ (اس کے برعکس) اسمیں تو یہ تصریح ہے کہ قرآن کی کچھ آیات "محکم" (اور واضح) ہیں اور وہی "اصل کتاب" ہیں (انہی پر دین و ایمان کا مدار ہے) اور کچھ "متشابہ" (غیر واضح) ہیں۔ تو (صریح اور واضح آیات میں) ان گوناگوں تاویلات کے ہوتے وہ قرآن کی محکم آیات کہاں ہیں جن کو باقی متشابہ آیات و احادیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سمجھنے اور مراد متعین کے لئے مدار بنایا جائے؟ عقل سلیم اس کو باور نہیں کرتی اور محال سمجھتی ہے کہ آسمانی کتابیں اور احادیث رسول اللہ ایسے واضح اور یقینی بیانِ حق سے خالی ہوں جس سے کتاب اللہ کی متشابہ آیات کی مراد متعین کی جائے

. . . . (یعنے عقلاً یہ محال ہے کہ آسمانی کتاب ہو اور اس میں ایسا واضح اور یقینی بیان حق نہ ہو کہ اس سے غیر واضح آیات کی مراد متعین کی جاسکے اس لئے قرآن میں ایسی نصوص صریحہ ضرور ہونی چاہئیں جن کی کوئی تاویل نہ کی جائے اور وہ اپنے ظاہر پر رہوں)۔ قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت کریمہ اسی استحالہ کیجانب اشارہ کرتی ہے۔

ایتونی بکتاب من قبل ھذا او آثارۃ من علم ان کنتم صادقین	(بت پرستی کے دعوے میں) اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب یا مفید علم ولیقین کوئی دلیل میرے پاس لاؤ۔

غور کرنے والے ارباب عقل ودانش کے لئے فرق باطلہ (مؤولین) کی تردید کے لئے یہ آیت کس قدر واضح اور قطعی حجت ہے اگر مقصود وہی ہوتا (جو مؤولین کہتے ہیں) تو کم از کم ایک مرتبہ (اور کسی ایک جگہ) تو حق کا واضح اور قطعی بیان آسمانی کتاب میں موجود ہوتا کہ متشابہ، (غیر واضح) آیات کی مراد اس سے متعین کی جاتی جیسا کہ قرآن نے وعدہ کیا ہے۔

تکفیر کا ضابطہ جزء ثالث کے وسط میں احادیث "وجوب ایمان بالقدر" کی بہترویں حدیث کے بعد فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کسی کو کافر قرار دینے کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے امر کو رد کیا جس کا ضروریات دین میں سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو وہ شخص کافر ہے۔ اس تعبیر میں کسی قدر اجمال وابہام ہے اس کی مزید وضاحت وتفصیل یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق ہم کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس نے ضروریات دین میں سے کسی بدیہی اور یقینی امر کو رد کیا ہے اور اس امر کا بھی ہم کو یقینی طور پر علم ہو کہ یہ شخص اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کو ایسے ہی بدیہی اور یقینی طور پر جانتا ہے جیسے ہم جانتے ہیں (اور اس کے باوجود جان بوجھ کر رد کیا ہے) تو ایسا شخص

بغیر کسی شک وشبہ کے کافر ہے (کہ یہ کفر جحود وعناد ہے گویا تین چیزوں کا بدیہی اور یقینی علم ہونا ضروری ہے اول[1] اُس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا دوم[2] اس شخص کے اس امر کو ضروری جاننے کا سوم[3] اس شخص کے متعلق (ہمارا) علم اور جس شخص کے متعلق ہمارا گمان غالب ہو کہ جن امور کو ہم یقینی طور پر ضروریات دین میں سے جانتے ہیں یہ شخص اس سے ناواقف ہے (کہ یہ ضرورت دین ہیں) ایسے شخص کی تکفیر میں بہت زیادہ اختلاف ہے (جو لوگ جہل کو عذر قرار دیتے ہیں اور تکفیر صرف جحود وعناد پر کرتے ہیں وہ کافر نہیں کہتے اور جو لوگ کفر عنادا ورکفر جہل کو یکساں قرار دیتے ہیں وہ کافر کہتے ہیں (مصنف مذکور فرماتے ہیں) بہتر یہ ہے کہ اس شخص کی تکفیر نہ کی جائے۔

فرماتے ہیں امسئلہ صفات کے آخر میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے

مصنف نور اللہ مرقدہ کی رائے | حضرت مصنف رسالہ ہٰذا نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں: جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کو ٹھکرایا اور رد کیا دراں حالیکہ اس کو یہ تبلادیا گیا ہو (کہ یہ ضروریات دین میں سے ہے) تو وہ شخص کافر ہے جیساکہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے اگرچہ تبلانے والوں کی تعداد حد تواتر کو نہ پہونچی ہو گویا مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک صرف اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا علم حد تواتر کو پہونچا ہوا ہونا کافی ہے بالفاظ دیگر تین[1] بدیہی اور یقینی علموں کے بجائے صرف ایک امر کا بدیہی اور یقینی علم کافی ہے ہاں امر غیر متواتر کا انکار کفر نہ ہوگا لیکن اس رد اور انکار کرنے والے کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ عہد نبوت میں کسی شخص پر حجت قائم کرنے کے بارے میں اسی پر عمل تھا۔ اور اگر وہ منکر یہ بہانہ کرے کہ[3] خبر واحد ہونے کی وجہ سے مجھے اس میں تردد ہے تو اس پر غور کیا جائیگا (اور اس عذر کی صحت کی تحقیق اور ازالہ کی کوشش کی جائے گی) ورنہ تو جس طرح کفر کی تقسیم کفر[1] جہل اور کفر[2] عناد کی جانب (اور اس کی تحقیق کہ کس کا کفر کفر جہل ہے اور کسی کا کفر کفر عناد) آخرت کے حوالہ اور اللہ کے سپرد ہے (احکام دنیا کے اعتبار سے دونوں کا حکم ایک ہے دونوں کافر

ہیں) اسی طرح اس منکر (کے معاملہ) کو بھی آخرت کے حوالہ اور اللہ کے سپرد کیا جائے گا (اور دنیوی احکام کے اعتبار سے کافر کہا جائے گا) جیسا کہ وہ شخص جس نے کفر کے ماحول میں نشو ونما پایا اور ہوش سنبھالا ہو ہم اس پر کفر کا حکم لگائیں گے اگرچہ اس کا یہ کفر جہل پر مبنی ہے نہ کہ جحود وعناد پر، اسی طرح مذکورہ بالا صورت میں بھی ہم اس کو کافر کہیں گے (اور لاعلمی کے عذر کا لحاظ نہ کریں گے)۔ فرماتے ہیں: اس تحقیق اور فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ اور یاد رکھو۔ اس لئے کہ جس شخص نے شریعت کے کسی بھی متواتر امر کو قبول نہیں کیا وہ ہمارے اعتبار سے اور ہمارے حق میں کافر ہے بالکل ایسے ہی جیسے وہ شخص جو ابھی تک اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو اگرچہ ازراہ عناد نہ سہی (تاہم وہ کافر ہے اس لئے کہ اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا) اور یہ (ایک شخص کا بتلانا) ایسا ہی ہے جیسے کسی کو ایک نبی ایمان کی دعوت دے اور وہ قبول نہ کرے اور اپنے اصلی کفر پر قائم رہے اگرچہ ازراہ عناد نہ ہو (تب بھی وہ کافر ہے) لہٰذا کفر کا مدار اس پر ہے کہ شریعت کے متواتر امور میں سے کسی بھی امر متواتر پر ایمان نہ لایا اور اس سے دور رہنا پایا جائے خواہ ناواقفیت کی بنا پر ہو خواہ جحود کی بنا پر خواہ عناد کی بنا پر۔

نبی کی تکذیب عقلاً قبیح ہے اور موجب کفر | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اتحاف کے مصنف رح نے ص ۲۱۲ ج ۲ پر بیان کیا ہے کہ:

نبی کی بعثت اور دعوت وتبلیغ کی تکذیب وانکار از روئے عقل قبیح ہے لہٰذا یہ کفر عقلی قبح کے تحت داخل ہے نہ کہ شرعی قبح کے تحت (یعنے کسی نبی کی نبوت اور دعوت وتبلیغ کا انکار عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے اس کے لئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے) مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ بہت اچھی اور مفید تحقیق ہے۔ مسایرہ میں مقالص ۱۴۲ ج ۴ طبع جدید مصر پر عقلی حسن وقبح کے تحت ایک نہایت کار آمد تحقیق بیان کی ہے کہ اگر (تصدیق وتکذیب انبیاء میں) حسن وقبح عقلی کا اعتبار نہ ہوگا تو انبیا کو لاجواب کر دینے (کے امکان) کا الزام عائد ہوگا۔ رکن اول، اصل دہم کے ذیل میں بھی کچھ اس کا بیان موجود ہے۔ یہی ماتریدیہ[۱] اور اکثر اشعریہ کا

[۱] شرح احیاء میں علامہ ابن بیاضی سے منقول ہے کہ دس چیزوں میں جنمیں سے ایک یہ مسئلہ ہے۔ حسن وقبح عقلی ہے۔ ماتریدیہ اور اکثر اشعریہ کا مذہب بھی یہی ہے ۱۲ مصنف رحمہ

مذہب ہے۔

تاویل وتجوز کا ضابطہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ بدائع الفوائد میں فرماتے ہیں:

قرآن وحدیث کی کسی بھی نص صریح میں مجاز وتاویل کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی مجاز وتاویل کا دخل صرف انہی ظاہری نصوص میں ہوتا ہے جن میں مجاز وتاویل کا احتمال اور گنجائش ہو۔ فرماتے ہیں اس سلسلہ میں ایک نکتہ ضرور سمجھ لینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ کسی لفظ کا نص ہونا دو چیزوں سے پہچانا جاتا ہے ایک تو یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنی کے علاوہ اور کسی معنی کا از روے لغت احتمال (امکان) ہی نہ ہو مثلاً عشرہ کا لفظ (کہ دس کے لئے وضع کیا گیا ہے نہ کم نہ زیادہ) دوسرے یہ کہ اس لفظ کے جتنے مواقع استعمال ہیں ان سب میں ایک ہی طریق پر ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوا ہو ایسا لفظ اپنے اس متعارف معنی میں نص ہے نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ تجوز کی، اگرچہ کسی خاص محل استعمال میں اسکی گنجائش بھی ہو (لیکن تمام مواقع استعمال کے اعتبار سے ایک ہی معنی متعین ہوں، تو اس خاص محل استعمال میں بھی گنجائش کے باوجود مجاز وتاویل کا اعتبار نہ ہوگا اور وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو تمام مواقع استعمال میں مطرد ہیں) ایسا لفظ اپنے مطرد معنی کو ادا کرنے میں خبر متواتر کے مانند ہو جاتا ہے کہ اگر خبر متواتر کے ہر ہر طریق روایت کو علحدہ علحدہ دیکھا جائے تو اس میں کذب کا احتمال ہو سکتا ہے لیکن اگر تمام طرق روایت کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کذب کا احتمال مطلق نہیں ہوتا۔" یہ ایک نہایت مفید اور کارآمد نکتہ ہے جو تمہیں بہت سی ایسی ظاہری آیات واحادیث میں تاویلوں کو باطل اور غلط ثابت کرنے میں کام آئے گا جو تمام مواقع استعمال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوئی ہیں ایسی صورت میں ان کی کوئی بھی تاویل قطعاً غلط اور باطل ہے۔ اس لئے

کہ تاویل تو صرف ایسے ظاہری الفاظ میں کی جاتی ہے جو دوسری تمام آیات واحادیث کے مخالف اور شاذ طور پر وارد ہوئے ہوں تو ان میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ان تمام آیات واحادیث کے موافق ہو جائیں (اور اختلاف وتضاد دور ہو جائے) لیکن جب ایک لفظ تمام مواقع استعمال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہو رہا ہے (اور کوئی تعارض وتضاد بھی نہیں ہے) تو وہ لفظ تو اپنے ظاہری اور متبادر معنی میں نص قطعی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی ہے اُس میں تاویل قطعاً ممنوع وممتنع ہے اس ضابطہ کو اچھی طرح سمجھ لو (نہایت کار آمد نکتہ ہے) اور بدائع الفوائد ج ا ص ۵ پر "الفرق بین الروایۃ والشہادۃ" کے ذیل میں بھی یہی مضمون آیا ہے

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: مثلاً لفظ توفی جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تذکرہ میں آیا ہے (یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الآیۃ) اس ضابطہ کے تحت اس کے معنی "پورے طور پر لینے" کے ہونے چاہئیں نہ کہ "موت دینے" (مار ڈالنے) کے۔ اس لئے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق قرآن وحدیث میں جتنی آیات واحادیث آئی ہیں وہ سب آپ کے زندہ ہونے پر مطرد ومتفق اور ایک دوسرے کی مؤید ہیں (اسلئے مذکورہ بالا آیت میں وفات دینے اور مار ڈالنے کے معنی نہیں لئے جاسکتے)

چنانچہ شرح شفاج ۴ ص ۳۹۷ پر قاضی عیاض نے حبیب بن الربیع کا قول اُس شخص کے متعلق۔ جس نے کہا کہ خدا (العیاذ باللہ) رسول اللہ کا ایسا اور ایسا کرے (یعنی بُرا کرے) اور پھر (تکفیر اور سزا کے ارتداد سے بچنے کے لئے) کہے کہ میری مراد تو رسول اللہ سے بچھو ہے (کہ وہ بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہے اور میں نے تو بچھو کو بُرا کہا ہے) نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ (یہ شخص قطعاً کافر ہے اور) اس کی تاویل ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ یہ شخص ایک صریح لفظ کے معنی میں (جس کا مصداق قطعاً متعین ہے) تاویل کرتا ہے (اور ایسی تاویل تاویل نہیں

تحریف ہے اور فریب)۔ حافظ ابن تیمیہ نے بھی الصادم المسلول میں ص ۲۹ ۵ پر حبیب بن الربیع کے قول کی تائید کی ہے اور بعینہ یہی حکم بیان کیا ہے

جو تاویل محض دھوکہ اور فریب کی غرض سے کی جائے اس کا قطعاً اعتبار نہیں

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ جیسے ضروریات دین میں تاویل صحیح اور مسموع نہیں اسی طرح وہ تاویل بھی معتبر اور مقبول نہیں جس کے متعلق واضح طور پر معلوم ہو کہ یہ محض (تکفیر اور عقوبت ارتداد سے بچنے کے لئے) بہانہ جوئی اور خلاف واقعہ حیلہ سازی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء متقدمین تاویل کے قصد و ارادہ کو تسلیم کر لیا کرتے تھے (یعنی اگر کوئی کہتا کہ میری مراد تو یہ تھی اور وہ مراد درست ہوتی تو اس کو مان لیتے اور کافر نہ کہتے تھے) لیکن اس کے بعد جب تکفیر سے بچنے والے بہانہ سازوں کی کثرت ہو گئی (اور انھوں نے تاویل کو کفر سے بچنے کے لئے آڑ بنا لیا) تو علماء حق (قصد تاویل کے بجائے) امکان تاویل کا اعتبار کرنے لگے (کہ کسی کے قول کی تاویل ممکن ہو تو اس کو کافر نہ کہا جائے قائل کے قصد و ارادہ پر مدار نہیں بالفاظ دیگر اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میری مراد تو یہ تھی تو دیکھا جائے کہ اس کے کلام کی یہ مراد ہو بھی سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی ہو تو اس کی بات مان لی جائے اور اس کو کافر نہ کہا جائے اور اگر نہ ہو سکتی ہو تو اس کے کہنے کا اعتبار بالکل نہ کیا جائے اور کفر کا حکم لگا دیا جائے)

چنانچہ جامع الفصولین میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا گیا جس نے کسی شخص کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کسی اور شخص نے اس سے کہا "تو خدا سے نہیں ڈرتا" تو اس پر مارنے والے نے کہا "نہیں" (کہ یہ شخص اس قول کی بنا پر کافر ہوا یا نہیں) فرمایا: نہیں اس کو کافر نہ کہا جائے اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ کہے (کہ میری مراد تو یہ تھی کہ) خدا کا خوف اور تقویٰ اسی میں ہے جو میں کر رہا ہوں (یعنے خوف خدا اور تقویٰ کا تقاضہ یہی ہے کہ میں اس شخص کو ماروں)) اور اگر کسی معصیت کے ارتکاب کے وقت

(مثلاً حرامکاری یا شراب خوری) یہ کہا گیا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اور اس نے کہدیا "نہیں"، تو اس کو کافر کہا جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں وہ تاویل ممکن نہیں (جو پہلی صورت میں ممکن تھی کیونکہ کسی کو مارنا پیٹنا تو تقویٰ کا تقاضہ ہو سکتا ہے مگر کسی معصیت کا ارتکاب کسی صورت میں بھی تقویٰ کا تقاضہ نہیں ہو سکتا)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فتاویٰ خانیہ میں بھی شداد بن حکیم اور اس کی بیوی کے قصہ میں یہی بیان کیا ہے

فرماتے ہیں: طبقات حنفیہ میں خود شداد بن حکیم نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہی روایت نقل کی ہے اور طبقات کا بیان جامع الفصولین کے بیان سے زیادہ لائق اعتبار ہے کہ "محض امکان تاویل کا اعتبار ہے" (قصد و ارادہ قائل پر مدار نہیں) اس لئے کہ اس میں تو کوئی رکاوٹ ہی نہیں حالانکہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں۔

کہ اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کے خیال میں "توریہ" کی کوئی صورت ہو (جس کو اختیار کرکے وہ حقیقت میں کفر سے بچ سکتا ہو) اور اس کے باوجود اس "توریہ" کو اختیار نہ کرے اور کلمہ کفر کہدے تو وہ کافر ہو جائے گا اس، لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کلمہ کفر کہا دراں حالیکہ وہ توریہ کرکے اس سے بچ سکتا تھا یہ رضا بالکفر ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مشائخ (ترک تکفیر میں صرف امکان تاویل کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ) ایسے شخص کے حق میں بھی تاویل کے قصد و ارادہ کو موثر مانتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو حیلہ جوئی اور عذر تراشی سے تو کوئی بھی عاجز نہیں (حاصل یہ ہے کہ مسئلہ اکراہ میں مشائخ صرف امکان توریہ پر ترک تکفیر کا مدار نہیں رکھتے بلکہ قائل کے قصد و ارادہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں اگر توریہ کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص تاویل کا قصد کرے تو کفر سے

پہنچے گا ورنہ نہیں معلوم ہوا کہ محض امکان تاویل کافی نہیں جیسا کہ جامع الفصولین سے معلوم ہوتا ہے بلکہ قصد تاویل بھی ضروری ہے جیسا کہ طبقات کے بیان سے معلوم ہوتا ہے) چنانچہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۲ پر حکم بن نافع کے ترجمہ کے تحت قوی سند کے ساتھ یہ روایت ہے۔

بخدا! مومن بھی قرآن کی آیات سے استدلال کرتا ہے مگر مغلوب ہو جاتا ہے اور منافق بھی قرآن کی آیات سے استدلال کرتا ہے اور غالب آجاتا ہے (اس لئے کہ منافق مکار اور حیلہ ساز ہے وہ آیات قرآن کے معنی میں تصرف کر کے من مانے معنی کرتا اور مراد بتلاتا ہے اور جیت جاتا ہے اور مومن دیانت دار اور راستباز ہے وہ آیات قرآن کے معنی و مراد میں کوئی تاویل و تصرف نہیں کرتا اس لئے وہ اپنے مکار حریف سے مغلوب ہو جاتا ہے

خفاجی نے شرح شفاج ۴ ص ۴۲۶ میں لکھا ہے کہ:

اور اسی لئے (کہ حکم کفر کا مدار ظاہر پر ہے نیت اور قصد و ارادہ کا دخل نہیں) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مصنف کا قول۔ اس شخص کے بارے میں جو (بزعم خود) اپنی زبان پر قدرت اور قابو نہ رکھنے اور بولنے میں بیباکی و جسارت (کہ جو منہ میں آیا بک دیا) کی بنا پر سب و شتم کر بیٹھا اس نے قصداً سب و شتم نہیں کیا۔ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: مصنف کا بیان ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق اور واضح ہے اس لئے کہ کفر کا حکم لگانے کا مدار ظاہری اقوال و افعال پر ہے نہ نیت و قصد کا اعتبار ہے نہ اس کے حالیہ قرائن کا۔ ہاں ناواقفیت کا دعویٰ کرنے والا اگر اپنے نومسلم ہونے یا اہل علم کی صحبت سے دور (و محروم) ہونے کے عذر کی بنا پر (ناواقفیت کا مدعی ہے تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اس کو) معذور سمجھا جائے گا (اور کافر نہ کہا جائے گا) جیسا کہ روضہ کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے

تاویل کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں قرائن حالیہ کو بھی دخل ہے امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں ص ۳۹ پہ

خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ (عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے بارے میں تم نے اپنے بیان کے مطابق تاویل کیسے کرلی، اور ان کو (کافر و مرتد کہنے کے بجائے) باغی کیسے قرار دیدیا؟ اور کیا ہمارے زمانہ میں بھی اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے (اور زکوٰۃ نہ ادا کرے) تو کیا آج بھی تم کو اس کو باغی قرار دوگے (اور کافر و مرتد نہ کہوگے)؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص یا گروہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے تو باجماع امت کافر ہے اور ان میں اور اس زمانے کے لوگوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ وہ مانعین زکوٰۃ ایسے اسباب و وجوہ کی بنا پر معذور قرار دیئے گئے جو اس زمانہ میں درپیش نہیں ہیں مثلاً یہ کہ ان کا زمانہ اس عہد سے بالکل قریب اور ملا ہوا تھا جس میں احکام شریعت کی تشریع و تدوین ہو رہی تھی اور نسخ و تبدیل احکام کا سلسلہ جاری تھا (لہٰذا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت کے منسوخ ہو جانے کا شبہ اس بنا پر ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا تھا آپ کی وفات کے بعد وہ حکم ختم ہو گیا) دوسرے یہ کہ وہ لوگ بالکل جاہل اور احکام دین الٰہی سے قطعاً ناواقف تھے نیز ان کو اسلام قبول کئے ہوئے زیادہ زمانہ بھی نہ گذرا تھا یعنے بالکل نومسلم تھے اس لئے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کا پیدا ہونا قرین قیاس تھا اس لئے ان کو معذور قرار دیا گیا اس کے برعکس آج دین اسلام اور اس کے احکام اسقدر عام اور شائع و ذائع ہو چکے ہیں کہ (نہ صرف) مسلمانوں میں (بلکہ غیر مسلموں میں بھی) زکوٰۃ کے اسلام میں فرض ہونے کا علم شہرت اور تواتر کی حد کو پہونچ چکا ہے یہاں تک کہ ہر خاص و عام

اور ہر عالم و عامی یکساں طور پر اس کو جانتا ہے (کہ اسلام میں زکوٰۃ فرض ہی) لہٰذا اس زمانہ میں اگر کوئی زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے[۱] اس کو کافر کہا جائے گا اور اس کی کوئی بھی تاویل یا عذر مسموع نہ ہوگا (اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی) یہی حکم ہر اس منکر کا ہے جو کسی بھی مجمع علیہ دینی امر کا انکار کرے جس کا علم شہرت کی حد کو پہونچ چکا ہو مثلاً پنجگانہ نماز، ماہ رمضان کے روزے، غسل جنابت، حرمت زنا، حرمت شراب، (حرمت ربوا) ابدی محرمات سے نکاح کی حرمت اور ان کے علاوہ اسی قسم کے دین کے مہمات احکام الاّ یہ کہ منکر بالکل نومسلم اور احکام اسلام سے بالکل ناواقف ہو اور اپنی جہالت و ناواقفیت کی بنا پر ان میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا اور کافر نہ کہا جائے گا اور ایسے نومسلم (تازہ وارد دین اسلام) کے ساتھ قرون اولیٰ کے جاہل و نومسلم منکرین زکوٰۃ کا سا معاملہ کیا جائے گا (یعنے احکام اسلام سے واقف کیا جائے گا پھر بھی اگر نہ مانیں تو اسلام سے خارج اور کافر قرار دیدیا جائے گا)۔ بخلاف ان خاص خاص اجماعی مسائل و احکام کے جو مخصوص عنوانات کے ساتھ شریعت میں آئے ہیں اور ان کا علم صرف علماء دین تک محدود رہتا ہے مثلاً پھوپی یا خالہ کے نکاح میں ہوتے اسی کی حقیقی بھتیجی یا

---

[۱] اس زمانہ کے وہ تجدد پرست اپنے اسلام و ایمان کی فکر کریں جو "اسلام کو زمانہ کے حالات سے ہم آہنگ کرنے" کے عنوان سے دین میں نو بنو تحریفیں اور تاویلیں کرکے اسلام کو نئے اور من مانے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس دور میں حکومتیں خود بھاری بھاری ٹیکس وصول کر رہی ہیں اس لئے اس زمانہ میں مالداروں پر زکوٰۃ فرض نہیں رہی یا جو کہتے ہیں کہ چونکہ اس زمانہ میں دنیا میں تمام تجارتی کاروبار اور لین دین تجارتی سود پر چل رہا ہے اس لئے تجارتی سود حلال اور جائز ہے قرآن نے جس سود کو حرام کیا ہے وہ صرف مہاجنی سود ہے وقس علیٰ ذالک ۱۲ از مترجم

بھانجی سے نکاح کا حرام ہونا یا عمداً قتل کرنے والے کا مقتول کی میراث سے محروم ہونا یا (ماں کے نہ ہونے کی صورت میں) دادی کا چھٹے حصہ کا وارث ہونا اور اسی قسم کے نظری مسائل و احکام کہ ان میں سے کسی حکم کے انکار کرنے والے کو کافر نہ کہا جائیگا (اور نادانی و ناواقفیت پر محمول کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ احکام و مسائل اس قدر معروف و مشہور نہیں کہ ہر عامی مسلمان ان سے واقف ہو۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسی مسئلہ سے متعلق خطابی کا ایک بیان الیواقیت و الجواہر کے حوالہ سے اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے۔

نتیجۂ بحث و حاصل تحقیق نیز مانعین زکوٰۃ کے متعلق شیخین رضی اللہ عنہما کے اختلاف کی تنقیح و تحقیق

حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ حقیقت واضح و منقح ہوگئی کہ ضروریات دین کا منکر اگر توبہ کرانے کے باوجود توبہ نہ کرے تو کوئی بھی تاویل اس کو قتل سے نہیں بچا سکتی اور نہ ہی کفر و ارتداد سے۔ باقی رہا وہ اعتراض جس کو امام نووی نے بحوالہ خطابی نقل کیا ہے کہ (عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں) اگر مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تو وہ اس انکار کی وجہ سے مرتد ہوئے یا نہیں درآں حالیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اُن سے جنگ کرنے میں تردد تھا تو غالباً اس کی صحیح وجہ اور جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمال کو) زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اپنے قبائل میں اُمراء اور حکام مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس طرح وہ خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے منحرف ہو گئے تھے لہٰذا اس اعتبار سے وہ باغی بھی ہو گئے اور چونکہ حضرت عمر فاروق رضؓ ان کے انکار کی غرض و غایت اسی بغاوت اور نافرمانی کو قرار دیتے تھے (اس لئے ان کی رائے میں وہ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر نہ تھے بلکہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت کے منکر اور باغی تھے) حضرت مصنف رحمہ اللہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: چنانچہ اس کی تائید مستدرک کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حاکم نے ج ۲ ص ۳۰۲،

پر حضرت عمرؓ سے ہی نقل کیا ہے کہ

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مسئلے دریافت کرلیتا تو وہ میرے لئے سُرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی اور کارآمد ہوتے ایک یہ کہ آپ کے بعد آپکا خلیفہ کون ہوگا دوسرے ان لوگوں کا حکم جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے اموال میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کا تو اقرار کرتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہم وہ زکوٰۃ تم کو یعنے خلیفۃ المسلمین کو نہ دیں گے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا چاہیئے یا نہیں تیسرے کلالہ کا مسئلہ (یعنے ایسا مورث جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ بیٹا بیٹی اس کی میراث کا وارث کون ہوگا)

یہ حدیث شیخین (بخاری ومسلم) کے شرائط کے مطابق صحیح ہے اگرچہ انھوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: چونکہ ان لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ سمجھ لیا تھا کہ زکوٰۃ بھی ایک ایسا ہی "مالی ٹیکس" ہے جیسے ہر حکمراں اپنی رعایا سے مختلف قسم کے مالی ٹیکس وصول کیا کرتا ہے لہٰذا جبتک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بقید حیات تھے آپ نے بحیثیت حکمراں اور بادشاہ ہم سے زکوٰۃ وصول کی (اور ہم نے دی) آپ کو اس کا حق تھا (اور آپ کی وفات کے بعد جب ہم آزاد ہوگئے تو اب جو ہمارے حکمراں ہوں گے ان کو اختیار ہے کہ وہ اور تمام ٹیکسوں کی طرح ہم سے زکوٰۃ وصول کریں یا نہ کریں وہ زکوٰۃ جو ہم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں دیتے تھے وہ بہرحال حضور کے ساتھ ختم ہوگئی اس کے مطالبہ کا اب کسی کو حق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک یہی ان کے انکار کی اصلی غرض تھی (لہٰذا وہ باغی تھے) باقی اس کے علاوہ جو اور تاویلیں

نہ انکار زکوٰۃ کی کرتے تھے وہ تبرعاً (امر زائد کے طور پر) کرتے تھے

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی انکار فرضیت زکوٰۃ کی بنا پر کافر و مرتد قرار دیا تھا (اسلئے کہ زکوٰۃ کو ایک عبادت اور دینی فرض ماننے کے بجائے حکومت متسلطہ کا ایک مالی ٹیکس کہنا دراصل فرضیت زکوٰۃ کا انکار ہے لہٰذا یہ لوگ مرتد ہیں) واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(بہرصورت شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما کا اختلاف دراصل مانعین زکوٰۃ کی غرض اور منع زکوٰۃ کے وجوہ و اسباب کی تعین کے بارے میں تھا۔ حضرت عمر فاروق اس کا اصلی سبب و محرک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے انحراف اور ان کی حکومت سے بغاوت قرار دیتے تھے اور منع زکوٰۃ کو اس بغاوت کا ایک عنوان، اور حضرت ابوبکر صدیق کے نزدیک ان کی اصلی غرض دین رسول اللہ سے انحراف اور انکار زکوٰۃ دین کے ایک اہم رُکن کا انکار تھا لہٰذا وہ ان کو مرتد اور واجب القتل سمجھتے تھے لہٰذا شیخین رضی اللہ عنہما کا یہ اختلاف واقعہ (انکار زکوٰۃ) کے اسباب و وجوہ کی تحقیق و تنقیح سے متعلق تھا۔ چنانچہ اگر حضرت عمر پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی کہ درحقیقت یہ لوگ کفر کی بنا پر سرے سے فرضیت زکوٰۃ کے ہی منکر ہیں (اور اس کو دین کا رُکن ہی نہیں مانتے) تو وہ بھی یقیناً ان کو کافر و مرتد قرار دیتے (ور اصلا تردد نہ فرماتے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بالکل یہی تحقیق حافظ جمال الدین زیلعی کے ہاں تخریج ھدایہ کے باب الجزیہ میں میری نظر سے گذری نیز اس سلسلہ میں منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۲۳ اور ج ۳ ص ۲۳۱ کی مراجعت بھی ضرور کرنی چاہیے۔

ایک نئی حقیقت کا انکشاف حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اور کنز العمال میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے ذیل میں خود حضرت عمر رضہ کی ایک روایت مذکور ہے جس میں تصریح ہے کہ حضرت عمر رضہ نے بھی ان کو مرتد قرار دیا تھا لیکن ان کی رائے میں اس وقت مسلمانوں کے پاس ان مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے حربی طاقت نہ تھی (اس لئے وہ حضرت ابوبکر صدیق کے صرف اقدام جنگ کے خلاف تھے، اختلاف ان کے مرتد ہونے یا نہ ہونے میں

نہ تھا بلکہ اس وقت جنگ کے قرین مصلحت ہونے یا نہ ہونے میں تھا)

علاوہ ازیں محب طبری کی الریاض النضرۃ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے" وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے تو عرب قبائل دین سے منحرف اور مرتد ہو گئے اور انھوں نے صاف کہدیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ "بخدا (اونٹ تو اونٹ) اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی بھی مجھکو دینے سے انکار کریں گے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا" تو حضرت عمر فرماتے ہیں کہ "میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ کے خلیفہ (مصلحت وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ) آپ ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں اور نرمی برتیں" تو اس پر ابوبکر صدیق بولے "اے عمر کفر کے زمانہ میں تو تم ایسے نڈر تھے اور اسلام لانے کے بعد تم ایسے ڈرپوک بن گئے؟ سنو اے عمر! اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین کی تکمیل ہو چکی کیا میرے زندہ ہوتے دین میں کتربیونت کی جا سکتی ہے؟ (ہرگز نہیں)"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سنن نسائی میں بھی مذکور ہے اس روایت سے تو صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمر (کو نہ ان کے مرتد ہونے میں کوئی تردد تھا اور نہ مسلمانوں کی حربی طاقت اور قوت مقاومت میں کوئی تامل تھا بلکہ وہ) صرف تالیف قلب کی غرض سے جنگ کرنے کے خلاف تھے ابن حزم رح نے بھی ملل ونحل میں ج ۶ ص ۹۷ پر اس سے بحث کی ہے اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر ج ۶ ص ۱۴۸ پر ان مرتدین کے مختلف فرقے اور گروہ شمار کرائے ہیں۔ (جن میں کچھ مرتد تھے اور کچھ باغی اور اسی پر اختلاف شیخین کو مبنی قرار دیا ہے)

حافظ بدر الدین عینی عمدۃ القاری (شرح بخاری) ج ۴ ص ۲۷۳ پر مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے بارے میں اکلیل کے حوالہ سے حکیم بن عباد بن حنیف۔ جو اسکے ایک راوی ہیں۔ کی مرفوع روایت نقل کرکے

---

۵۱ اس مرفوع روایت کے لئے عمدۃ القاری کے مذکورہ بالا حوالہ کی مراجعت کیجئے حکیم کی مراد "نص" سے یہی مرفوع روایت ہے کہ اس میں تیسری مرتبہ کے انکار پر قتل کر دینے کا صریح حکم موجود ہے

بعد اس حکیم کا قول نقل کرتے ہیں

ما اریٰ ابابکرا لا انہ	میری رائے میں ابوبکر صدیق نے مرتدین سے جنگ کسی
لم یقاتلھم متأولا انما	تاویل کی بنیاد پر نہیں کی ہے بلکہ انھوں نے یقیناً نص
قاتلھم بالنص	قطعی کی بنا پر اُن سے جنگ کی ہے

اس کے بعد عینی ص ۲۷ پر اس نص قطعی کی جانب رہنمائی کرتے ہیں اور حدیث مذکور کے لفظ) الا بحق الاسلام کے ذیل میں چند صورتیں نقل کرتے ہیں (۱)، ناحق کسی کو قتل کر دینا (۲) کسی باطل تاویل کی بنا پر زکوٰۃ یا اسی قسم کے کسی اور رکن دین کا انکار کر دینا (۳)، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا۔ یہ وہ امور ہیں جن کی بنا پر ایک مسلمان کلمہ توحید پڑھنے کے باوجود مستحق قتل ہو جاتا ہے) ابوبکر رازی نے احکام القرآن ج ۲ ص ۸۲ پر نہایت منقح طور پر اسکو بیان کیا ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کنز العمال میں ص ۱۲۸ ج ۳ پر ایک اور روایت بھی (اسکی توثیق ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری ص ۱۰۰ ج ۱۳ پر کیا ہے۔ اور خود حضرت عمر فاروق سے کنز العمال، ص ۳۱۳ ج ۶ پر اور ص ۱۰۰ ج ۱ پر مذکورہ ذیل روایت مروی ہے فرماتے ہیں:

واللہ لیوم ولیلۃ لابی بکرؓ خیر من	خدا کی قسم ابوبکر صدیق کی ایک رات اور ایک دن، عمر اور
عمر عمرؓ ومن آل عمرؓ ثم ذکر لیلۃ الغار	آل عمر کی پوری زندگی سے بہتر ہے فرماتے ہیں وہ رات
الی ان قال واما الیوم فذکر قتالہ	غار حراء کی رات ہے اور وہ دن مرتدین سے جنگ
لمن ارتد	کے فیصلہ کا دن ہے۔

یہ روایت صاحب قاموس کی کتاب الصلات والبشر فی الصلوٰۃ علی خیر البشر کے نسخہ مخطوطہ میں بھی ہے۔ ھٰذا۔ واللہ اعلم بالصواب (ان سب باتوں کو پیش نظر رکھیں پوری حقائق کا علم اللہ کو ہی ہے)

لہ تمام روایات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ ابتداء کار میں حضرت عمر فاروقؓ پر حقیقت واقعہ کما حقہ منکشف نہیں ہوئی اور مرتدین کے فرقے بھی انکار زکوٰۃ کی غرض و غایت کے باب میں مختلف تھے اور غایت احتیاط کی بنا پر جیسے جیسے حقیقت حال آپ پر منکشف ہوتی ہو گی آپ ابوبکر صدیق سے متفق ہوتے گئے اور آخر میں یہ فرمانے پر مجبور ہوئے فواللہ ما اریٰ ابابکرا لا ان شرح اللہ صدرہ للقتال اور پھر اس فیصلہ قتال کی دین میں اہمیت و عظمت کے انکشاف پر ابوبکر صدیق رضہ کے اس ایک مبارک دن کو اپنی اور اپنے خاندان کی پوری زندگی پر فوقیت اور ترجیح کا صمیم دل سے اعتراف فرمایا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ان اصبت فمن اللہ تعالیٰ وان اخطئت فمن نفسی فاللہ یغفر لی۔ ۱۲ مترجم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع

کوئی بھی حرام چیز کسی بھی تاویل سے حلال نہیں ہو سکتی اور اسکو حلال سمجھنے والا اگر توبہ نہ کرے تو کافر اور واجب القتل ہے

امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۸۹ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے بعض طرق فتح الباری میں باب حد الخمر[۱] کے ذیل میں ج ۱۲ ص ۶۰ پر اور کنز العمال میں بھی مذکور ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس زمانہ میں یزید بن ابی سفیان شام کے امیر تھے، شام کے کچھ لوگوں نے یہ کہکر شراب پینی شروع کردی کہ ہمارے لئے تو شراب حلال ہے اور آیت کریمہ لیس علی الذین آمنوا جناح فیما طعموا الآیہ سے حلّتِ خمر پر استدلال کیا تو یزید نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو اس فتنہ کی اطلاع دی، حضرت عمر نے فوراً یزید کو لکھا کہ "اس سے قبل کہ یہ لوگ وہاں یہ گمراہی پھیلائیں تم انھیں (گرفتار کرکے) فوراً میرے پاس بھیجدو" جب یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ پہونچے تو حضرت عمر نے ان کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تمام صحابہ نے متفقہ طور پر عرض کیا: اے امیر المومنین ہماری رائے میں تو ان لوگوں نے (اس آیت کریمہ میں یہ تاویل کرکے) اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا ہے اور انھوں نے اس چیز کو دین میں جائز و حلال بنایا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت

---

[۱] حضرت مصنف علیہ الرحمہ حاشیہ میں فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۵ سے شرب خمر (شراب نوشی) کے سلسلہ میں حسب ذیل مرفوع حدیث نقل فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلی چیز جو اسلام (کے احکام) کو اس طرح اُلٹ کر رکھدے گی جس طرح برتن کو اُلٹ دیا جاتا ہے وہ شراب ہے"۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا شراب کا نام کچھ اور رکھدیں گے اور پھر اس کو حلال قرار دے لیں گے" (اور مزے سے پئیں گے) اسی طرح آج کل تجارتی سود کا نام "منافع" رکھکر سود کو جائز قرار دیا جارہا ہے ۱۲ مترجم

نہیں دی لہٰذا یہ (مرتد ہیں) آپ ان سب کو قتل کیجئے" حضرت علیؓ اس پر خاموش رہے تو حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا: اے ابوالحسن تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت علی رضؓ نے فرمایا: میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو اس عقیدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیں اگر یہ توبہ کرلیں، تو آپ ان کو شراب نوشی کے جرم میں اسّی اسّی کوڑے (حد شرب خمر) لگائیں اور چھوڑ دیں اور اگر یہ (اس عقیدہ سے) توبہ نہ کریں تو ان کو (کافر و مرتد قرار دے کر) قتل کر دیا جائے اس لئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے اور دین میں اس چیز کو جائز و حلال ٹھہرایا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی" چنانچہ (اس رائے پر تمام صحابہ متفق ہو گئے اور) حضرت عمرؓ نے ان کو توبہ کرنے کے لئے حکم دیا جب انھوں نے توبہ کرلی تو اسّی اسّی کوڑے (حد شرب خمر) ان کو لگائے۔

اسی واقعہ کے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ الصارم المسلول میں ص ۵۲۲ پر فرماتے ہیں۔

تمام ارباب شوریٰ، حضرت عمرؓ اور ان کے رفقا کے اس فیصلہ پر متفق ہو گئے کہ ان لوگوں سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے اگر توبہ کرلیں اور حرمتِ خمر کا اقرار بھی کرلیں تب تو ان کو اسّی کوڑے لگائے جائیں اور اگر اس عقیدہ سے توبہ اور حرمتِ خمر کا اقرار نہ کریں تو ان کو کافر قرار دیدیا جائے اور قتل کر دیئے جائیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حالانکہ مذکورہ بالا آیت (لیس علی الذین لم) انہی لوگوں (اہل کتاب) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو شراب کے حرام ہونے سے پہلے، اسلام لانے کے بعد بھی شراب پیتے تھے (اور اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کے بعد شرب خمر کی اجازت دی تھی) یہ اہل شام بھی اسی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے شراب کو حلال کہتے تھے (کہ شراب

کی حُرمت کفار کے ساتھ مخصوص ہے مسلمانوں کے لئے حلال ہے) مگر صحابہ کرام نے ان کی اس تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تحریرالاصول میں بھی اقسام جہل کے ذیل میں اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے اور ابوبکر رازی رح نے تو احکام القرآن ج ۲ صفحہ ۵۶۷ پر سورۃ مائدہ کے ذیل میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے (کہ ایسی باطل تاویل اور کھلا ہوا جہل قطعاً معتبر نہیں ہے)

جیسے قرآن کے منکرین کافر ہیں اور اُن سے جنگ کرنا فرض ہے، ایسے ہی قرآن کے معنی و مراد کے منکرین بھی کافر ہیں اور اُنسے قتال فرض ہے

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں ج ۷ ص ۴۰۳ پر حضرت انس رضی اللہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں، انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۂ قضا کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ رض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے یہ رجزیہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
بان خیر القتل فی سبیلہ نحن قتلناکم علی تاویلہ
کما قتلناکم علی تنزیلہ

اے کافروں کی اولاد! رسول اللہ کا راستہ چھوڑ دو، بیشک مہربان خدا نے اپنے کلام میں نازل فرمایا ہے کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو، (لہذا) ہم تمکو قتل کریں گے اس قرآن کی مراد منوانے پر بھی جیسا کہ ہم نے تمکو مارا پیٹا ہے اس کے نزول کے منوانے پر

ابو یعلیٰ نے بھی عبدالرزاق کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے لیکن ابو یعلیٰ کی روایت میں (نحن قتلناکم کے بجائے) نحن ضربناکم علی تاویلہ ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ (ہم تم سے برابر لڑتے رہیں گے) یہانتک کہ تم قرآن کی مراد یعنے معنی و مفہوم کو بھی تسلیم کرلو" نیز فرماتے ہیں: اس شعر کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کے جو معنی و مراد ہم نے سمجھی اور

اور جانی ہی (اس کے منوانے پر) ہم تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ (تم بھی اسی معنی و مراد کو تسلیم کر لو جس کو ہم نے سمجھا اور مانا ہے اور) تم بھی اسی دین میں داخل ہو جاؤ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں (یعنے قرآن کو صرف کلام اللہ مان لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اس معنی و مراد کو تسلیم کرنا بھی مسلمان ہونے اور قتل و قتال سے اماں حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے جو تمام مسلمانوں نے سمجھی ہے اور جس پر امت کا اجماع ہے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعر کے صحیح الفاظ حسب ذیل ہیں

نحن ضربناکم علی تاویلہ کما ضربناکم علی تنزیلہا

نیز فرماتے ہیں (خواہ قتلنا ہو خواہ ضربنا) دونوں کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی (فرق صرف لفظوں کا ہے معنی واحد ہیں) چنانچہ ابن حبان نے دونوں طریق پر اس روایت کی تصحیح کی ہے اگرچہ پہلے طریق (نحن قتلنا) پر یہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح ہے

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت نص صریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے وہ معانی و مصادیق جن پر صحابہ اور سلف صالحین کا اجماع ہو چکا ہے انکو منوانے اور تسلیم کرانے پر بھی (منکرین سے) اسی طرح جنگ کی جائے گی جیسے قرآن کو کلام اللہ اور منزل من اللہ منوانے کے لئے (کفار سے) جنگ کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث کے عرف اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ تاویل کے معنی

حضرت مصنف فرماتے ہیں: اس روایت میں لفظ تاویل کے معنی "مراد" کے ہیں۔ صحابہ اور سلف صالحین کے عرف میں لفظ تاویل اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں اور خفاجی نے شفا کی شرح (نسیم الریاض) میں اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں: مزید تفصیل کے لئے ابوبکر جصاص کی احکام القرآن ج ۲ ص ۴۸۸ کی مراجعت ضروری ہے۔[۵]

---

۵ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے حاشیہ میں زیر بحث مسئلوں کی مزید مراجعت کے لئے امام جصاص کی کتاب احکام القرآن کے مذکورہ ذیل مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے۔ (باقی صفحہ ۲۱۰ پر)

فرماتے ہیں : قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ تاویل "مراد اور مصداق" کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت کریمہ یوم یاتی تاویلہ میں تاویل کے معنی مصداق کے ہیں اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قول ذلک تاویل رؤیای میں بھی تاویل کے معنی مراد و مصداق کے ہیں ۔ یہ قرآن کا عرف اور استعمال ہے ۔ اس لفظ تاویل کے معنے "صرف عن الظاہر" (کسی لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹانے) کے نہیں ہیں (جیسا کہ علم عقائد و کلام اور فقہا کی اصطلاح ہے) بلکہ متقدمین لفظ تاویل کو

(بقیہ حاشیہ آگے) (۱) ومن الناس من یجعلهم ای اهل الاهواء بمنزلة اهل الکتاب — بعض لوگ اہل اہواء (بدعتیوں) کو بمنزلہ اہل کتاب قرار دیتے ہیں

(ص ۳۰ ج ۳ احکام القرآن)

(۲) ذکرہ عن الکرخی وایدہ بما فی الزیادات (ص ۳۲ ج ۳) — یہ قول (ابوبکر جصاص نے) امام کرخی سے نقل کیا اور زیادات کے بیان سے اس کی تائید کی ہے ۔

(۳) وفی الآیة دلیل علی ان من ظهر کفرہ نحو المشبهة ومن صرح بالجبر الخ (ص ۹۰ ج ۱) — یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ جس شخص کا کفر ظاہر ہو چکا جیسے مشبہہ (فرقہ) یا وہ لوگ جو جبریہ عقائد کی تصریح (اعلان کریں ۔

ولا یختلف فی ذلک حکم من فسق او کفر بالتاویل او بردّ النص — اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا حکم جن کو کسی نص کی تاویل یا تردید (انکار) کی وجہ سے فاسق یا کافر قرار دیا گیا ہے (ان سے مختلف نہیں ہے ۔

فهم غایة من مثله فی الرتبة فی تکفیر بعض المتاولین — بعض تاویل کرنے والوں کی تکفیر کے بارے میں جن کو رتبہ میں مثال کے طور پر پیش کیا ہے (یہ بیان) نہایت درجہ اہم ہے ۔

(۴) وکذلک فی ص ۳۶ ج ۲ وفی ص ۳۲ ج ۲ انه لا یشترط الاسناد الاسناد المتقدم — ص ۳۶ ج ۲ اور ص ۳۲ ج ۲ میں بھی اسی طرح بیان کیا ہے کہ بعض (امور) میں خبر واحد کرنا اور (باقی صفحہ ۲۱۱ پر)

ں معنی میں استعمال نہیں کرتے جس میں متاخرین اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں یعنے کلام کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا دینا بلکہ اسی مصداق و مراد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ قرآن و حدیث میں جا بجا اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)

قرآن کی مجمع علیہ مراد و معنی کا انکار قرآن کے انکار کے مرادف اور موجب کفر و قتل ہے	فرماتے ہیں: غرض یہ ہے کہ جو شخص (قرآن کریم کی کسی آیت میں) سلف کی تاویل کو ۔ جسے متاخرین کی اصطلاح میں تفسیر کہتے

(بقیہ صفحہ ۲۱۱ سے آگے) بالقول فی بعض	پہلے سے کہنا شرط نہیں ہے
وقد انعقد الاجماع العلی انہ	اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہے کہ کسی امر متواتر کی تبلیغ (منکرین تک)
لا یشترط فی تبلیغ المتواتر	تک پہونچانے) میں پہونچانے والوں کی تعداد کا متواتر ہونا
عدد التواتر فی المبلغ بل اقامۃ	شرط نہیں ہے بلکہ (دین کے) تمام معاملات کی طرح دلیل
الحجۃ کسائر المعاملات (ص ۲۲۸ ج ۲)	قائم کر دینا (اتمام حجت کر دینا) شرط ہے
(۵) وراجع بدائع الفوائد ص ۱۶۸ ج ۲	اور بدائع الفوائد ص ۱۶۸ ج ۲ کی بھی مراجعت کیجئے۔
(۶) وماذکرہ فی مختلف الحدیث ص ۱۲۷	مختلف الحدیث صفحہ ۱۲۷ کا بیان عمدہ نہیں ہے اس
غیر جید وماذکرہ فی ص ۸۰ جید	صفحہ ۸۰ کا بیان عمدہ ہے
(۷) وذکر فی ص ۵۲ ج ۱ کفر من	(ابو بکر جصاص نے) ص ۵۲ ج ۱ پر (لکھتے ہیں) ان لوگوں
طرق الی التلبیس فی امر	کے کفر کو جو نبوت کے بارے میں تلبیس کا راستہ اختیار کرتے
النبوۃ فی قسم من السحر	ہیں سحر (جادو) کی ایک قسم میں ذکر کیا ہے (اور کفر قرار دیا ہے)
وانہ مذھب الفقہاء وانہ	اور یہ کہ فقہا کا مذہب یہی ہے اور اسی پر (مبنی) ہے
علیہ تصدیق الکاھن	کاہن (نجومی) کی تصدیق (کہ وہ بھی کفر ہے) (فرماتے ہیں)
وھذا ینطبق علی	تکفیر کی یہ صورت لاہوری (احمدی) زندیقوں پر بالکل منطبق
زنادقۃ اللاھور وقد	(چسپاں) ہے۔ امام جصاص نے اس کو پوری تفصیل
بسطہ	سے بیان کیا ہے۔

ہیں۔ ترک کرے گا یعنے نہ مانے گا وہ بغیر کسی فرق کے اسی طرح کفر و قتل کا مستحق ہے جیسے نفس قرآن کو سرے سے ترک کرنے اور نہ ماننے والا (یعنے قرآن حکیم کی کسی آیت کا انکار جیسے موجب کفر و ارتداد ہے اور منکر مستحق قتل ہے بالکل اسی طرح قرآن کے مجمع علیہ معنی و مراد کا انکار بھی موجب کفر و قتل ہے)

حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب بدائع میں ایک روایت مذکور ہے کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم قرآن کی مراد و معنی (کو منوانے) پر ایسے ہی (منکرین سے) جنگ کرو گے جیسا کہ آج نزول قرآن (کے منوانے) پر (کفار سے) جنگ کر رہے ہو۔

فرماتے ہیں: غالب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشارہ خوارج کی جنگ کی جانب ہے (گویا یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیش گوئی تھی جو ہو بہو پوری ہوئی)

چنانچہ امام طحاوی رح کے مشکل الآثار کے مختصر (المعتصر ج ۱ ص ۲۲۱) میں اسی حدیث پر مستقل باب قائم کیا ہے باب قتال علیؓ اہل الاھواء اور اس کے تحت اسی حدیث کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح امام نسائی رح نے اپنی کتاب خصائص علی میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اگرچہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اس حدیث کا کچھ حصہ جامع ترمذی باب مناقب علی صفحہ ۵۳۳ پر بھی موجود ہے ان حضرات کے ہاں یہ حدیث ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے

ان منکم من یقاتل علی	بیشک تم میں سے ایک شخص قرآن کی مراد کو (منکرین کی
تاویل القرآن کما قاتلت علی	منوانے پر ایسے ہی جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے اس کے
تنزیلہ فاستشرف لھا	(منجانب اللہ نازل ہونے کو (کفار سے) منوانے پر جنگ

القوم وفیھم ابوبکر وعمر	کی ہے تو یہ سُنکر سب ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے
رضی اللہ عنھما فقال ابوبکر	حاضرین میں ابوبکر و عمر بھی موجود تھے تو ابوبکر نے کہا :
انا ھو؟ قال لا، قال عمر انا	یارسول اللہ وہ شخص میں ہوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں عمر
ھو؟ قال لا ولکن خاصف	نے کہا میں ہوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ (جنگ کرنے
النعل یعنی علیا	والا) وہ اپنی چپل گانٹھنے والا ہے یعنی علی رضی اللہ عنہم)

یہ حدیث بھی ثابت کرتی ہے کہ انکار مراد قرآن اور انکار قرآن کا حکم ایک ہے۔ امام احمد رح نے مسند احمد میں ج ۳ ص ۸۲ پر اس حدیث کو ذکر کیا ہے ۔

(بہرصورت یہ حدیث قتال خوارج سے متعلق ہے) لہذا حضرت عمار بن یاسر رض نے اس حدیث کو جنگ صفین کے موقعہ پہ یا تو بطور "تمثل" (حسب حال ہونے کی بنا پر) پڑھ دیا ہے یا (ممکن ہے کہ ابتداءً) عمار بن یاسر کا گمان یہ ہو کہ صفین میں جنگ کرنے والے ہی اس حدیث کا مصداق ہیں۔ اور بعد میں اُن پر یہ واضح ہوا ہو کہ اس حدیث کا مصداق (خوارج ہیں) اہل صفین نہیں جیسا کہ منہاج السنۃ میں اہل صفین کے متعلق جو عمار کے اقوال منقول ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے (بہرحال اس حدیث کا مصداق خوارج ہیں اور عمار رض کا اہل صفین کے متعلق اس حدیث کو پڑھنا یا غلط فہمی پر مبنی ہے جس سے انہوں نے رجوع کیا ہے اور یا صرف ادنیٰ مناسبت سے حسب حال پاکر اہل صفین کے حق میں پڑھ دیا ہے)

امام ابوجعفر طحاوی رح کی مشکل الآثار کے مختصر المعتصر ص ۲۲۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وعدہ (پیش گوئی) کے برحق ہونے کو ثابت کرنے والا واقعہ حضرت علی کا خوارج کے خلاف برسرپیکار رہنا اور ان کو تہ تیغ کرنا نیز اُن خوارج میں ہو بہو ان اوصاف کا پایا جانا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے۔ حضرت علی کی یہ خصوصیت (استیصال خوارج) اُنہی خصائص میں سے ایک خصوصیت ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کے خلفا کو مخصوص

وممتاز فرمایا ہے۔ چنانچہ مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے ساتھ جنگ اور ان کی بیخکنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خصوصیت ہے۔ عجمی اقوام کے ساتھ جنگ اور عراق و شام کی فتح اور ان ممالک میں دین اسلام کا استحکام و غلبہ حضرت عمر فاروقؓ کی خصوصیت ہے اور مراد و معانی قرآن کے منکر خوارج سے جنگ اور ان کی بیخکنی حضرت علیؓ کی خصوصیت ہے اور تمام امت کو ایک قرأۃ قرآن (لغت قریش) پر جمع کر دینا (اور اختلاف لغات و قرآآت کو مٹا دینا) حضرت عثمان غنیؓ کی خصوصیت ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ وہ کارنامہ ہے جس سے (مخالفین و منکرین پر) حجت قائم ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ اب جو کوئی قرآن کے ایک حرف کا بھی انکار کرے (یا اس میں تاویل کرے) وہ کافر ہے اور اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے سے بچالیا جنہوں نے اپنی کتابوں میں ایسے اختلافات کا دروازہ کھولا جن سے تحریف و تبدیل کی راہ ہموار ہو گئی (اور دونوں کتابیں خود انہی کے ہاتوں مسخ و محرف ہو کر رہ گئیں) پس اللہ تعالیٰ کی رضاء عظیم ان خلفاء رسول صلعم کے شامل حال ہو اور اس احسان عظیم پر اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی جانب سے ان کو وہ عظیم تر اجر عطا فرمائیں جو اس نے کسی بھی نبی کے خلفاء کو اس نبی کی طاعت و پیروی پر عطا فرمایا ہو۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ان خلفا کے مدارج و فضائل اور خصوصیات و مزایا کی معرفت عطا فرمائی اور ہمارے دلوں کو ان خلفا کے اور ان کے ماسوا تمام صحابہ کرام کے کینہ اور عداوت سے پاک و صاف اور محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی رضاء خاص ان سب صحابہ کے شامل حال ہو (اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے) وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ (کی خصوصیت صرف

جمع قرآن ہی نہیں ہے بلکہ حضرت عمر فاروق رضؓ کی طرح انہوں (نے بھی عجمی اقوام کے ساتھ بکثرت لڑائیاں لڑیں اور جہاد کئے (اور بقیہ ممالک عالم کو فتح کیا) اس کے علاوہ ان کی سب سے اہم خصوصیت اور لازوال کارنامہ امت کو باہمی خلفشار اور خانہ جنگی سے بچانا اور انتشار و اختلاف کے اسباب کو مٹانا ہے چنانچہ انہوں نے شہید ہونا گوارا کیا مگر (اپنی ذات سے) امت میں پھوٹ اور گروہ بندی و خانہ جنگی نہ ہونے دی (ورنہ اگر وہ ذرا اشارہ فرما دیتے تو ان کی حمایت کرنے والی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت موجود تھی جو ان کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی اور آپس میں خونریز جنگ ہوتی)

فرماتے ہیں: نزول قرآن کی طرح مراد قرآن پر (منکرین سے) جنگ کرنے کا ثبوت اور عہد صحابہ میں اس کی شہرت الصارم المسلول کی پندرھویں حدیث سے بھی بخوبی ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن تیمیہ الصارم المسلول کے ص ۲۰۳ پر فرماتے ہیں۔

"صبیغ بن عسل رضی اللہ عنہ کی مشہور و معروف حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کو جس شخص کے متعلق یقین ہو جاتا کہ یہ انھیں خارجیوں میں سے ہے (جن کا پورا حلیہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے بیان فرمایا ہے) تو وہ اس کے قتل کر دینے کو بالکل جائز سمجھتے اگرچہ وہ اکیلا ہی ہو چنانچہ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ قبیلہ یربوع یا تمیم کے ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے الذاریات، المرسلات، النازعات یا ان میں سے کسی ایک کے متعلق سوال کیا (کہ ان سے کیا مراد ہے) تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم ذرا اپنے سر سے عمامہ اتارو اس نے عمامہ اتار دیا تو اس قبیلہ کے سر پر بال موجود تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا آگاہ ہو بخدا اگر میں تیرا سر منڈا ہوا پاتا تو تیری وہ کھوپڑی جس میں یہ تیری (فتنہ انگیز) آنکھیں گردش کر رہی ہیں توڑ ڈالتا (اور تجھے خارجی ہونے کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق قتل کر ڈالتا) ابو عثمان نہدی کہتے ہیں:

اس کے بعد حضرت عمر فاروق نے بصرہ والوں کو (یا کہا ہم بصرہ والوں کو) لکھ کر بھیجا کہ اس شخص کے ساتھ (میل جول اور) نشست و برخاست ہرگز نہ رکھیں (مجلسی بائیکاٹ کردیں اس لئے کہ یہ قرآن کی متشابہ۔ غیر واضح آیات کے معانی میں اُلجھا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے) چنانچہ یہ حالت ہوگئی تھی کہ اگر یہ شخص آجاتا اور ہمارا سو آدمیوں کا مجمع بھی ہوتا تو سب کے سب منتشر ہو جاتے (اور اس سے بھاگتے جیسے جذامی وغیرہ متعدی امراض میں گرفتار بیماروں سے تندرست لوگ بھاگتے اور دور رہتے ہیں) اموی وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

اس روایت کو نقل کرنیکے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں: تو دیکھئے حضرت عمر فاروق مہاجرین و انصار کے مجمع میں سب کے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ اگر (اس شخص میں) وہ نشانی موجود پاتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی بیان کی ہیں تو اس کو ضرور قتل کر دیتے حالانکہ انہی عمر فاروق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (خوارج کے سربراہِ اول) ذوالخویصرہ کو قتل کرنے سے روکا تھا اس سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مبارک اینما ثقفتموھم فاقتلوھم (جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر ڈالو) کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ (ان صفات سے موصوف خوارج کو) بلاتخصیص قتل کردیا جائے اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں ذوالخویصرہ سے درگذر کرنا صرف اس عہد میں اسلام کے ضعف اور غیر مسلموں کی دلجوئی پر مبنی تھا"

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ رح نے اس مقام پر ثابت کیا ہے کہ (ایسے لوگوں کا) یہ قتل کفر کی بنا پر ہے نہ کہ (مسلمانوں سے) برسرپیکار ہونے پر، الصارم المسلول کے اس حصہ کی ضرور مراجعت کیجئے نہایت ضروری اور اہم حصہ ہے۔ نیز منہاج السنۃ کا بیان بھی پیش نظر رہنا چاہیے اس لئے کہ جیسا مقام (اور موضوع بحث) ہوتا ہے ویسا ہی بیان

ہوتا ہے۔ خصوصاً حافظ ابن تیمیہ رح کی تصانیف میں تو کثرت سے یہی انداز پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی مسئلہ کے ایک جزو پر ایک کتاب میں بحث کرتے ہیں اور دوسرے جزو پر دوسری کتاب میں۔

فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ رح نے منہاج السنۃ میں ج ۲ ص ۲۳۰ پر رافضیوں کی تکفیر پر بھی ایک مستقل باب لکھا ہے اور اس کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے جبکہ یہ روافض مدعی ہیں کہ اہل یمامہ (مرتدین) مظلوم تھے ان کو ناحق قتل کیا گیا ہے اور ان سے جنگ کرنے کے جواز وصحت کے منکر ہیں بلکہ ان کے (مسلمان ہونے کے) حق میں تاویلیں کرتے ہیں (کہ وہ مسلمان تھے اور حق پر) تو یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ پچھلے (رافضی) انہی اگلوں (مرتدین یمامہ) کے متبع (اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے) ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل حق مسلمان ہر زمانہ میں (اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے اور) مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے (یعنے جس طرح حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے زمانہ کے مرتدین اہل یمامہ سے ارتداد کی بنا پر جنگ کی تھی اسی طرح ان کے متبعین اہل حق بھی اپنے اپنے زمانہ کے مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے بالفاظ دیگر ہر زمانہ میں مرتدین بھی پیدا ہوتے رہیں گے اور ان کو قتل کرنے والے اہل حق بھی پیدا ہوتے رہیں گے اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا اس بیان سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ رح ارتداد کی سزا بلا تخصیص قتل قرار دیتے ہیں)

جو شخص کسی کافر و مرتد کو تاویل کر کے مسلمان ثابت کرے یا کسی یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ کے مذکورہ بالا بیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو شخص یمامہ والوں کے حق میں تاویل کر کے ان کو مسلمان ثابت کرے وہ کافر ہے اور جو شخص کسی قطعی اور یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی منہاج ص ۲۳۳ ج ۲

پر تصریح کرتے ہیں

خوارج سے جنگ (مسلمان) باغیوں کی سی جنگ نہ تھی بلکہ یہ تو اس سے بڑھ کر اور ایک اُور ہی قسم کی جنگ تھی (بالفاظ دیگر "کلمہ گو کافروں" سے جنگ تھی)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۹۷ پر روافض کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے (مراجعت کیجئے)

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نیز فرماتے ہیں: جبکہ خوارج کے شخص اول (اور سرغنہ) کا قول "ان ھذہ لقسمۃ ما ارید بھا وجہ اللہ" مجمع علیہ کفر ہے تو یہی حکم اس کی اولاد و اتباع کے حق میں بھی جاری رہے گا (یعنے جو شخص اس کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی کافر ہوگا) اور بین السطور میں آیۃ کریمۃ "فقال اولیاءھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض" (انعام) سے اس پر استشہاد کیا ہے۔

فرماتے ہیں: اور حافظ ابن حجرؒ نے تو فتح الباری میں ج ۱۲ ص ۲۶۶ پر ثابت کیا ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ نے اس گفتگو کے فوراً بعد خوارج کے اُس سرغنہ کو اسی وقت قتل کر دینے کا حکم دیا ہے جس نے یہ کلمہ کفر ان ھذہ لقسمۃ ما ارید بھا وجہ اللہ کہا تھا (مگر اتفاق سے وہ وہاں سے کھسک گیا اور بچ گیا) لہٰذا اب وہ اور اس کے اتباع سب کفر اور قتل میں اور اس کفر و قتل کے موجب اور سبب (ارتداد) میں برابر ہو گئے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ رض نے الصارم المسلول کے ص ۱۸۰ پر تصریح فرمائی ہے۔

قرآن کریم کی آیات کو بے محل استعمال کرنا اور ہیر پھیر کر اسکی مراد و معنی کو بیان کرنا کفر ہے

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان سب کا (یعنے اس سرغنہ اور اس کے متبعین کا) طریق کار ایک ہی تھا اور وہ

---

[1] حضرت مصنف رہ بین السطور میں ابن تیمیہ صفحہ ۲۶۶ کی مراجعت کی ہدایت فرماتے ہیں ۱۲ [2] جیسے بت پرست کہا کرتے تھے کہ ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے پرستش کرتے ہیں کہ یہ ہمکو خدا سے قریب کر دیں گے (حالانکہ یقیناً (باقی صفحہ ۲۱۹ پر)

یہ کہ قرآن کریم کی آیات کو بے محل استعمال کرتے (اور کلمہ حق سے باطل مراد لیتے) تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

قال انہ سیخرج من ضئضئ	حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے
ھذا قوم یتلون الکتاب	ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو بڑی شان سے توڑ
لیّاً رطبا	مروڑ اور ہیر پھیر کر، پڑھتے ہوں گے

اس حدیث میں "لیّاً" کے ساتھ آیا ہے امام نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر مشائخ حدیث کی روایت میں یہی لفظ آیا ہے اور اس کے معنی ہیں یلوون السنتھم بہ یعنے "قرآن کے معانی اور مصادیق میں تحریفیں کرتے ہوں گے"۔

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ صحیح بخاری میں باب قتال الخوارج کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ابن عمر رضی اللہ عنہ ان (خوارج) کو خدا کی شریر ترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان ظالموں نے تو قرآن کی اُن آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں مومنوں پر چسپاں کر ڈالا (اور مومنوں کو کافر بنا دیا)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہی معنی ہیں قرآن کو بے محل استعمال کرنے اور بے محل تاویل کرنے کے (جس کی ایک صورت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے) صحابہ کرام اور سلف صالحین (ان خوارج کے بارے میں) فرمایا کرتے تھے "کلمۃ حق ارید بھا الباطل" (یہ وہ کلمۂ حق ہے جو باطل کے لئے استعمال کیا گیا ہے)

فرماتے ہیں: صحیح مسلم میں یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ آئی ہے

یقولون الحق بالسنتھم لا یجاوز — وہ زبان سے تو کلمہ حق کہتے ہوں گے مگر وہ حق ان کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۸ سے آگے) باطل تاویل تھی) یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں نمرود نے کہا تھا انا احیی وامیت (کہ یہ لفظ احیاء و اماتت کا غلط استعمال اور دھوکہ تھا) اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دلیل کے جواب میں نمرود حیران و مبہوت رہ گیا اس لئے کہ اس میں ایسی کوئی تاویل نہیں چل سکتی تھی۔ اور کنز العمال ص ۳۲۲، ۳۲۳ (باقی صفحہ ۲۲۰ پر)

هٰذا منهم (واشار الی حلقه)	اس سے (یعنے دہن وحلقوم سے) آگے نہ بڑھتا ہوگا (راوی نے اپنے ہاتھ سے گلے کی جانب اشارہ کیا، یعنے ان کے دلوں میں حق کا نام ونشان تک نہ ہوگا)

کنز العمال ج ۶ ص ۵۷ پر حضرت حذیفہ رضہ کی روایت میں مذکور ہے وہ فرماتے ہیں:-

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکر ان فی امته قوما یقرؤن القرآن ینثرونه نثر الدقل یتأولونه علی غیر تاویله.	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ذکر فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسی قوم ہوگی جو قرآن کریم کی آیات کو اس طرح (الٹا سیدھا، محل بے محل) پڑھتے ہوں گے جیسے ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہیں (یعنے) ان کے ایسے معنی ومراد گھڑیں گے جو درحقیقت اس کے معنی ومراد نہیں

ابن جریر اور ابن یعلیٰ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ تفسیر اتقان کی "نوع ثمانین" (قسم اسّی) میں مذکور ہے نیز ابن کثیر نے ج ۲ ص ۲۰۳ پر بیان کیا ہے۔

قرآن حکیم سے ثبوت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن عظیم میں فرمایا ہے۔

وان منهم لفریقا یلوون السنتهم بالکتاب لتحسبوه من الکتاب وما هو من الکتاب ویقولون هو من عند اللّٰہ وما هو من عند اللّٰہ	اور بیشک ان (اہل کتاب) میں ایک گروہ ایسا ہے جو زبانیں پھیر پھیر کر آسمانی کتاب کو پڑھتے ہیں (یعنے آسمانی کتاب میں تحریفیں کرکے پڑھتے ہیں) تاکہ تم اس کو کتاب اللہ سمجھو حالانکہ وہ کتاب الہٰی میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) کلام الہٰی ہے حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے (نازل شدہ) نہیں ہے وہ جان

(بقیہ حاشیہ صـ۲۱۹ سے آگے) ج ۵ پر حضرت عمر کی ایک روایت بھی آئی ہے کہ اسی باب میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور ص ۱۹ پر ہے کہ ناعمو انسان کا بدترین تکیہ کلام ہے اور ص ۸۰۲ پر ہے کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ پر لعنت کرے ۱۲۔

و یقولون علی اللہ الکذب — بوجھ کہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (کہ

وھم یعلمون — ہم اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں)

مذکورہ بالا احادیث وآیات سے مستنبط نتیجہ | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مسوّی (شرح موطا) کے گذشتہ بیان کے مطابق، جن محدثین نے ان خوارج کی تکفیر کی ہے اس طریق پر ان احادیث سے (۱) اس تکفیر کی وجہ واضح اور ثابت ہوگی (کہ حضرت محدثین نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے)

علامہ سندھی نے بھی سنن نسائی کے حاشیہ میں ان کی تکفیر کو محدثین کا مسلک بتلایا ہے اور یہی قوی تر مسلک ہے۔ شیخ ابن ہمام نے بھی فتح القدیر میں محدثین کا یہی مسلک بیان کیا ہے (۲) نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ دین کے امور قطعیہ ویقینیہ کا صریح انکار اور ان میں تاویل کرنا دونوں میں کچھ فرق نہیں (جیسے صریح انکار کرنے والا کافر ہے ایسے ہی تاویل کرنے والا بھی کافر ہے) (۳) نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ انسان کو بسا اوقات پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ (کفریہ عقیدہ یا قول وفعل کی وجہ سے) کافر ہوجاتا ہے (یعنی تکفیر کے لئے لزوم کفر کافی ہے التزام کفر ضروری نہیں بالفاظ دیگر کسی شخص کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ میں ایسا کہنے یا کرنے سے کافر ہوجاؤں گا بلکہ محض کسی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہوجاتا ہے)

روزہ نماز کی پابندی اور ظاہری دینداری کے باوجود بھی مسلمان کفریہ عقائد واعمال کی بنا پہ کافر ہوجاتا ہے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس کے ثبوت کیلئے اسی حدیث شریف کے مذکورہ ذیل الفاظ دیکھئے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

یحقر احدکم صلاتہ — ان کی نماز روزے کے مقابلہ میں تم اپنی نماز روزہ کو

وصیامہ مع صلاتھم — حقیر محسوس کروگے اور ان کی دینداری کے سامنے تم کو

وصیامھم واعمالہ — اپنی دینداری حقیر نظر آئے گی اور ان کی تلاوت قرآن

مع اعمالھم ولیست — کے سامنے تمہاری تلاوت ہیچ ہوگی (مگر اس کے باوجود

قد أتته الی قد أتتهم شیٔا   وہ دین و اسلام سے خارج اور کافر ہوں گے)

فرماتے ہیں: (مسلمانو) لسان نبوت سے نکلے ہوئے ان مقدس کلمات حقہ کو تکفیر کے مسئلہ میں اصل اصول بنالو! اس لئے کہ یہ کلمات قرآن کے الفاظ کی طرح کافی وشافی اور نص قطعی ہیں (اور یقین کرلو کہ کفریہ عقائد اور اقوال واعمال کے ارتکاب کے بعد مسلمان کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ کتنا ہی دیندار اور روزہ نماز کا پابند ہو)

مسئلۂ تکفیر میں فقہا اور متکلمین کے اختلاف کی حقیقت | فرماتے ہیں: باقی رہا مسئلہ تکفیر میں فقہا اور متکلمین کا اختلاف تو (اس سے ہرگز دھوکہ میں مت پڑنا) یہ صرف مسلمان گمراہ فرقوں سے متعلق ہے (کفار و مرتدین کے بارے میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ضروریات دین کا منکر یا ان میں تاویل کرنے والا تمام امت کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ہے) اور یہ اختلاف بھی صرف اُن اسلامی فرقوں سے اپنی گمراہی میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے یا نہ کرنے پر مبنی ہے (جو مسلمان گمراہ فرقے اپنے فاسد عقائد و اعمال میں غالی ہیں کہ اپنے مخالف تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں ان کو کافر کہا گیا ہے اور جو غالی نہیں ہیں ان کو کافر کہنے سے احتراز کیا گیا ہے) اور یا یہ اختلاف ارباب تصانیف کے اختلافِ حالات پر مبنی ہے چنانچہ جس مصنف کا جس گمراہ فرقہ سے سابقہ پڑا اور اسے ان کی گمراہی کی تہ تک پہونچنے کا موقعہ ملا اور ان کے فاسد عقائد و اعمال سے دین کو نقصان پہونچنے کا اُسے علم و یقین ہوا اُس نے ان کے بارے میں شدت اختیار کی اور ایسی شدید تردید کی کہ دھجیاں اڑا دیں اور نام و نشان تک باقی نہ رہنے دیا (یعنی دین اسلام سے بالکل خارج اور کافر بنادیا) اور جس مصنف کو ایسا سابقہ نہیں پڑا اور نہ گمراہی کی گہرائی تک پہونچنے کا موقعہ نہ ملا اس نے ازروئے احتیاط مسلمان اور اہل قبلہ سمجھ کر بر بناء اصل کافر کہنے سے احتراز کیا)

مشہور مقولہ "اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے" کی حقیقت | فرماتے ہیں: اور یہی حقیقت اس مشہور و معروف قول کی ہے کہ "اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے" یعنے مسلمان گمراہ فرقوں کے متعلق اصول تو یہی ہے کہ ان کی تکفیر سے احتراز کیا جائے لیکن اگر کوئی گمراہ فرقہ اپنے مخصوص حالات اور حد سے تجاوز

کرنے کی بنا پر دین کے لئے ضرر رساں بن رہا ہے (تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا (اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچایا جائے گا)

مصنف نور اللہ مرقدہٗ کا اس رسالہ کی تصنیف سے مقصد اور اسکی وضاحت

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہم نے بھی اس رسالہ میں جہاں تک ممکن ہوا احتیاط سے کام لیا ہے مگر یہ واضح ہونا چاہیے کہ احتیاط کی بھی ایک حد ہے (اس حد سے تجاوز کرنا خود بے احتیاطی ہے) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں صرف ایک پہلو کو سامنے رکھ کر احتیاط برتتا ہے مگر دوسرے پہلو سے وہ خود بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا ہم نے اس رسالہ میں صرف اللہ کے اس دین (کے اصول) کا اعلان کیا ہے جس پر ہم قائم اور اس کی حفاظت کے ہم مکلف ہیں اور ہر پہلو سے احتیاط کا جو حق تھا اسکو ادا کیا ہے (یعنے جس طرح کسی کلمہ گو کو کافر کہنے سے احتیاط برتنے کی ضرورت ہے ایسے ہی دین اور اصول دین کی حفاظت و صیانت میں بھی انتہائی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ کسی کلمہ گو کو کفر سے بچانے کی کوشش میں ہم دین کی بنیادوں کو نقصان پہونچا بیٹھیں کہ یہ کھلی ہوئی مداہنت اور اللہ کے دین کے ساتھ غداری ہے، ہماری نیت بالکل پاک و صاف ہے) جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہیں اور وہی ہر حال میں حمد و ثنا کے سزاوار ہیں۔

دین کے محافظ علماء حق کا فریضہ

فرماتے ہیں: اسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس کو بیہقی رحمۃ اللہ نے مدخل میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

یحمل ھذا العلم	میری امت میں ہر آنے والی نسل میں ایک ایسی ثقہ
من کل خلف عدولہ	جماعت موجود رہے گی جو اس دین کی حامل و محافظ
ینفون عنہ تحریف	ہو گی، حد سے تجاوز کرنے والے گمراہوں کی تحریفوں
الغالین وانتحال	کی تردید کرے گی، اور باطل پرستوں کی دست برد

المبطلین وتاویل الجاھلین   سے دین کو بچائے گی اور جاہلوں کی تاویلوں کی بیخکنی کرے گی۔

فرماتے ہیں: یہ مشکوٰۃ رسالت اور لسان نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں (جو ہماری حق پرستی، راست گوئی اور دیانت داری کی ضمانت ہیں اس لئے کہ ہم نے وہی فریضہ[1] ادا کیا ہے جس کی پیش گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور بس) ہمارے لئے تو اللہ کافی ووافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

---

[1] اردو ترجمہ اور اس کی نشر واشاعت کا مقصد! واضح رہے کہ اس زمانہ میں بھی اصول وشرائع دین میں نت نئی تاویلیں اور تحریفیں کرکے دین کو۔ خاکم بدہن ۔ مسخ وتباہ کرنے کی ناپاک کوشش پوری قوت کے ساتھ کی جارہی ہیں اور وہ "پڑھے لکھے جاہل" جنہیں دین اور دینداری سے دور کا بھی واسطہ نہیں دین کی تعبیر کو اپنے ہاتھ میں لیکر اسلام کو "دین" کا نام لیکر مٹانے کی جدوجہد کررہے ہیں اور تحریر وتقریر کے ذریعہ عقائد واحکام شرعیہ میں آئے دن نئی سے نئی تاویلیں اور تحریفیں کی جارہی ہیں محرمات قطعیہ کو حلال کرنے اور ارکان دین کو کمزور کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں۔ اور عموماً حکمراں طبقہ بھی چونکہ خود دین سے بے خبر ہے اس لئے اس کی طرف سے ان پر کوئی پابندی اور سختی نہیں لہٰذا صرف مذکورۃ الصدر حدیث شریف کے عائد کردہ فریضہ کو ادا کرنے اور دین کو ان نوبنو تاویلوں اور تحریفوں سے بچانے کے لئے اس رسالہ کا اردو ترجمہ کیا جارہا ہے تاکہ عامۃ المسلمین اس زمانہ کے ملحدوں اور باطل پرستوں کی فریب کاریوں سے واقف ہوجائیں اللہ تعالیٰ اس سعی کو مقبول اور ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دین کو اس زمانہ کے فتنوں سے محفوظ رکھیں آمین (از مترجم)

کبار علما کی تصانیف سے اہم ترین اقتباسات

کفریہ عقائد اور اقوال و افعال پر سکوت جائز نہیں | امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فیصل التفرقہ کے ص ۱۴ پر فرماتے ہیں۔

اس قسم کے کفریہ اقوال اگر دین کے اساسی عقائد و اصول سے متعلق ہوں تو جو شخص بغیر کسی قطعی دلیل کے ان آیات و حدیث کے ظاہری معنی میں تغیر و تبدل کرے اس کو کافر قرار دینا فرض ہے مثلاً جو شخص جسمانی حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ جسمانی طور پہ زندہ ہونے) کا انکار کرے محض اپنے اوہام و خیالات اور ناقص فہم سے دور ہونے (اور نہ سمجھ میں آنے) کی وجہ سے اور آخرت میں جسمانی عذاب کا منکر ہو اسکو کافر کہنا یقیناً فرض ہے۔

اسی فیصل التفرقہ کے ص ۱۶ پر فرماتے ہیں۔

ہر وہ شرعی عقیدہ یا حکم جو تواتر سے ثابت ہو اور اس میں کسی تاویل کی مطلق گنجائش نہ ہو اور نہ ہی اس کے خلاف کسی دلیل کے پائے جانے کا امکان ہو اس کی مخالفت دین کی کھلی ہوئی تکذیب ہے (اور مخالفت کرنے والا قطعاً کافر ہے)

اسی کتاب کے ص ۱۷ پر فرماتے ہیں۔

ایک اور اصول پر متنبہ کرنا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض اوقات حق کی مخالفت کرنے والا کسی نص قطعی کی مخالفت کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں (منکر نہیں ہوں) مؤول ہوں مگر تاویل ایسی کرتا ہے جسے عربی زبان سے کوئی لگاؤ نہیں نہ دور کا نہ پاس کا یہ مخالفت قطعاً کفر ہے اور مخالفت کرنے والا جھوٹا اور کافر ہے اگرچہ وہ خود کو مؤول کہتا رہے۔

رسول اللہ اور تمام انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سب وشتم یا گستاخی کا حکم، مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں،

ہم حافظ ابن تیمیہ رحمۃ علیہ کی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول کے چند اہم اقتباسات اس مسئلہ پر پیش کرتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام کی عیب جینی اور ان کی تنقیص وتوہین سراسر کفر بلکہ سب سے بڑا کفر ہے۔ علامہ موصوف نے اس کتاب میں اس مسئلہ کو پورے استیعاب کے ساتھ بیان کیا ہے اور کتاب، سنت اجماع اور قیاس سے ماخوذ دلائل وبراہین سے کتاب کو بھر دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اختیار تھا کہ چاہیں سب وشتم کرنے والے کو قتل کر دیں چاہے معاف فرمادیں چنانچہ عہد نبوی میں دونوں قسم کے واقعات پائے گئے ہیں لیکن امت پر شاتم رسول کو قتل کرنا فرض ہے باقی اس سے توبہ کرانے یا نہ کرانے میں اور دنیوی احکام کے اعتبار سے اس کی توبہ کے معتبر ومقبول ہونے نہ ہونے میں بیشک علماء امت کا اختلاف ہے (لیکن اس کے کافر ہو جانے میں کوئی اختلاف نہیں، یہی پوری کتاب کا حاصل ہے)

چنانچہ الصارم المسلول کے ص ۵ ۱۹ اور ص ۸ ۱۳ پر فرماتے ہیں۔

حرب رح نے مسائل حرب میں لیث بن ابی سلیم کے واسطے سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب وشتم کیا تھا، حضرت عمر نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے بعد فرمان جاری کر دیا کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیا علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں، سب وشتم یا گستاخی کرے اس کو قتل کر دو۔ لیث کہتے ہیں کہ مجاہد نے مجھ سے حضرت ابن عباس کی روایت بھی نقل کی کہ ابن عباس فرماتے ہیں: جس کسی مسلمان نے انبیا علیہم السلام

ہے کسی بھی نبی پر یا اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور اس کا یہ فعل ارتداد ہے اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اگر توبہ کرلی تو فبہا ورنہ اسکو قتل کردیا جائے گا اور جس کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم کیا یا علانیہ کوئی گستاخی کی اس نے (اپنی اس حرکت سے) (جان ومال کی سلامتی کے) عہد کو توڑ دیا لہذا اس کو قتل کردو۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے ابتدائی حصہ کو تو کنز العمال میں ج ۶ ص ۲۹۴ پر امالی ابوالحسن بن رملہ اصفہانی سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح بتلایا ہے اور دوسرے حصہ کو ص ۲۳۹ پر اس شخص کے حق میں قرار دیا ہے جو کسی خاص نبی کی نبوت کی تکذیب کرے اور اس بنا پر سب وشتم کرے کہ وہ نبی نہیں ہے چنانچہ دیکھو نہ ۔ فقد کذب برسول اللہ کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: غالبًا (اس ذمی کے) اِس لفظ کا مطلب کہ " وہ نبی نہیں ہے " یہ ہے کہ " وہ ہمارا نبی نہیں ہے اس کو ہماری ہدایت کے لیے نہیں بھیجا گیا "

اسی الصارم المسلول علی شاتم الرسول کے ص ۲۰۲ پر حافظ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں:

(شاتم رسول کے کفر وارتداد کی) چھٹی دلیل، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور فیصلے ہیں، یہ اقوال شاتم رسول کے قتل کے متعین ہونے کے بارے میں نص قطعی ہیں مثلاً حضرت عمر فاروق کا فرمان کہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم کرے اسکو قتل کر ڈالو حضرت عمر نے (اس قول میں) اس کے قتل کو متعین کردیا۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کہ جس غیر مسلم معاہد (ذمی) نے عناداً اللہ تعالیٰ کی

شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم یا علانیہ گستاخی کی اس نے خود عہد (امان) کو توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو تو دیکھو ابن عباس نے ہر اس شخص کو قتل کر دینے کا فتویٰ متعین طور پہ دیتا جو کسی بھی خاص نبی کی ذات پر سب وشتم کرے یا مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان جو انہوں نے مہاجر کو اُس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سب وشتم کیا تھا کہ "اگر تم خود پہلے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں تم کو اس عورت کے قتل کر دینے کا حکم دیتا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی (شان میں گستاخی کرنے والے کی) سزا عام سزاؤں کی مانند نہیں ہوتی لہٰذا جو مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے وہ مرتد ہے اور جو غیر مسلم معاہد (ذمی) اس جرم کا ارتکاب کرے وہ عہد شکن اور محارب ہے (اس کی جان ومال دونوں مباح ہیں)

مصنف علیہ الرحمہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: زاد المعاد میں فتح مکہ کے احکام میں، اور رسول اللہ کے فرامین میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔

حافظ موصوف علیہ الرحمہ ص ۲۴۳ پر فرماتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب وشتم اور گستاخی تمامتر کفریات کا سرچشمہ اور تمامتر گمراہیوں کا منبع ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان وتصدیق دین وایمان کی تمامتر شاخوں کی جڑ بنیاد اور تمامتر وسائل ہدایت کا منبع ہے۔

کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کے نقل کرنے کا حکم

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

شاتم رسول کبھی سب وشتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ (خود گالیاں دینے کے بجائے)

دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے اور یہ محض ایک فریب ہوتا ہے اور دھوکہ کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی کر لیتا ہے اور سب وشتم کا خوب پروپیگنڈا اور اشاعت بھی کر دیتا ہے اور اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے یہ دراصل چھپا ہوا کفر ہے جو چھپا نہیں رہتا بلکہ اس کی سبقت لسانی اور قلبی زہر افشانیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ اس کے دل میں گھر کئے ہوئے روگ اور دیرینہ مرض (کفر و نفاق) کا نتیجہ ہوتا ہے جو اس کے دل و جگر اور سینہ وشکم کو تباہ کر ڈالتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رح الصارم المسلول کے ص ۲۲۵ پر فرماتے ہیں۔

"احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع سے اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی مثلاً بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ والی مشہور و معروف روایت جس میں مروی ہے کہ اس کا بھائی (جو کافر تھا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا اور کہا کہ: میرے پڑوسی کس جرم کی پاداش میں پکڑے گئے ہیں؟" (اس گستاخانہ انداز بیان کو دیکھ کر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تو اس پر کہتا ہے "لوگ کہتے ہیں کہ تم اوروں کو تو گمراہی و کجراہی سے منع کرتے ہو اور خود اس کجراہی (اور ظلم) کو اختیار کرتے ہو" تو حضور نے فرمایا: اگر میں ایسا کرتا ہوں گا تو اس کا خمیازہ خود مجھے بھگتنا پڑے گا لوگوں کو نہیں" .... اور صحابہ سے فرمایا کہ: اس کے پڑوسیوں کو رہا کر دو" ابو داؤد نے بسند صحیح اس حدیث کو روایت کیا ہے تو دیکھئے! بظاہر تو یہ شخص لوگوں کی جانب سے اس بہتان کو نقل کرتا ہے مگر (درحقیقت) اس کا مقصد خود آپ کی توہین کرنا، ان الفاظ سے حضور کی دل آزاری کرنا اور ایذا پہونچانا ہے (نہ کہ کہنے والوں کی بہتان تراشی کی خبر دینا یا تردید کرنا)۔ غرض کسی کو گالیاں دینے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے

(عربی میں اس کو "تعریض" کہتے ہیں یعنے دوسروں پر رکھ کر بات کہنا) "

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مسند احمد کی ایک روایت کے الفاظ تو یہ ہیں (جو اوپر نقل کئے گئے) دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

انك تنهى	آپ دوسروں کو تو شر و فساد سے روکتے ہیں اور خود
عن الشر و	شر و فساد کو اختیار کرتے ہیں۔ (یعنے غی کے بجائے
تستخلى بـه	شر کا لفظ ہے)

کنز العمال میں ج ۳ ص ۲۴ پر (عن عب) بھی انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے

الصارم المسلول کے ص ۵۲۷ پر حافظ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں:

ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ کی شان میں بطور تعریض سب وشتم کرنا بھی ...... کفر و ارتداد ہے اور اس کی سزا بھی قتل ہے (جیسے صراحتاً سب وشتم رسول کی سزا قتل ہے)

مصنف رح فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ رح نے دلائل و براہین سے اس کو ثابت کیا ہے اور تعریض کی متعدد مثالیں بھی بیان کی ہیں اور ایسے شخص کے ارتداد (و قتل) پر انہوں نے امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

نیز ص ۵۵۹ پر فرماتے ہیں۔

اس سے قبل ہم امام احمد رح کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ جو شخص رب العالمین کی شان میں بطور تعریض بھی کسی برائی کا ذکر کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا چاہے مسلمان ہو چاہے کافر (کسے باشد) اسی طرح ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا یا اس کے دین کا یا رسول کا یا کتاب کا برائی کے ساتھ تذکرہ کریگا خواہ صراحتاً ہو خواہ کنایتاً دونوں کا حکم ایک ہے (کہ اس کو کافر و مرتد قرار دیا جائیگا) یہی حکم "تعریض" کا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رح نے امام احمد رح کا یہ قول متعدد مقامات پہ نقل کیا ہے ص ۵۲۷ پر ۵۳۶ پر ۵۵۰ پہ ۵۶۳ پہ ۵۵۳ جہاں ثابت ہو گیا کہ ہر سب وشتم، خواہ صراحتاً ہو خواہ کنایتاً موجب کفر و قتل ہے،، الخ

اسی مسئلہ سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۴ پر فرماتے ہیں:

خطابی کہتے ہیں: اگر کسی شخص نے تعریضاً بھی کوئی گستاخی (اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی نبی کی شان میں) کی تو میری علم میں ایسے شخص کے قتل کے واجب ہونے میں علما کے اندر مطلق اختلاف نہیں جبکہ وہ مسلمان ہو۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ شفا میں فرماتے ہیں۔

ابن عتاب کا قول ہے کہ "قرآن وحدیث کی نصوص واجب قرار دیتی ہیں کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذرا بھی اذیت پہونچانے کا یا ذرا بھی آپ کی توہین وتذلیل کا قصد کرے صراحتاً ہو یا کنایتاً اس کو قتل کر دینا فرض ہے۔

اسی شفا اور اس کی شرح نسیم الریاض للخفاجی میں ص ۴۵۹ پر لکھا ہے۔

اگر دوسروں کی طرف سے سب وشتم کرنے والے پر یہ الزام ثابت ہو جائے کہ (۱) یہ گالیاں خود اسی شخص کی ساختہ پرداختہ ہیں اور (سزا سے بچنے کے لئے اس نے) دوسروں کی طرف منسوب کر دیا ہے (۲) یا یہ اس شخص کی عادت ہو کہ وہ بکثرت ایسی گستاخانہ باتیں خود کہتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو کہ "میں دوسروں کا قول نقل کرتا ہوں" (۳) یا ان گستاخانہ ہرزہ سرائیوں کے وقت اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسے یہ باتیں اچھی لگتی ہیں اور یہ اس میں کوئی بُرائی نہیں محسوس کرتا ہے (۴) یا وہ اس قسم کی توہین وتذلیل کا دلدادہ و فریفتہ ہو اور اس کو معمولی بات سمجھتا ہو اور ممنوع نہ جانتا ہو (۵) یا وہ اس جیسی گستاخانہ باتوں کو خاص طور پر یاد کرتا ہو اور یہ اس کا محبوب مشغلہ ہو (۶) یا وہ ایسی باتوں کی تلاش وجستجو میں رہتا ہو اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے ہوئے "ہجویہ" اشعار اور سب وشتم کے قصے عموماً روایت کیا کرتا ہو تو ان تمام صورتوں میں اس نقل کرنے والے کا وہی حکم ہے جو خود ہجو اور سب وشتم کرنے والے کا ہے کہ اس پر مواخذہ کیا جائے گا اور (جو اس جرم کی سزا ہے وہ دی جائے گی) اور دوسروں کیطرف منسوب کرنا اس کے لئے مفید نہ ہوگا اور جلد از جلد اس کو قتل کر کے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

اسی شفا اور اس کی شرح میں ص ۴۵۹ ج ۴ پر قاضی عیاض رح فرماتے ہیں۔

فصل اچھٹی صورت (سب وشتم رسول کی) یہ ہے کہ وہ (سب وشتم کرنے والا) ان گستاخانہ باتوں کو دوسروں سے نقل کرے اور ان کی جانب منسوب کرے تو اس شخص کے اندازِ نقل اور گفتگو کے قرائن کو دیکھا جائے گا اور ان کے اعتبار سے حکم ہوگا (یعنی اگر قرائن سے ثابت ہو کہ دوسروں کا نام لینا محض اپنے بچاؤ کے لئے ہے یا اس کو خود اس میں مزا آتا ہے یا یہ اس کا محبوب مشغلہ ہے تو اس کو اس سب وشتم کا مجرم قرار دیکر قتل کر دیا جائے گا اور اگر قرائن وتحقیق سے ثابت ہو کہ واقعی یہ دوسروں کا بیان ہے اور یہ شخص محض ناپسندیدگی کی وجہ سے نقل کر رہا ہے تو قتل تو نہ کیا جائے گا مگر کسی اور مناسب سزا یا تنبیہ پر اکتفا کیا جائیگا)

اسی شفا میں لکھا ہے۔

"مجمع علیہ امور" کو بیان کرنے والے مصنفین میں سے بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کے روایت کرنے، لکھنے، پڑھنے یا جہاں وہ اشعار ملیں ان کو بغیر مٹائے چھوڑ دینے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

نیز لکھتے ہیں۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کا ایک مصرعہ بھی پڑھنا یا یاد کرنا کفر ہے" نیز قاسم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتابوں میں اس ہستی کا نام لینے کے بجائے جس کی ہجو میں اشعار کہے گئے ہیں اس کا ہموزن کوئی اسم بطور کنایہ ذکر کیا ہے (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کے علاوہ بھی کسی آپ کے ہمنام شخص کے حق میں کہے ہوئے ہجویہ اشعار کو اُس کا نام لیکر ذکر نہیں کیا بلکہ نام کی جگہ کوئی اور ہموزن اسم رکھ لیا ہے)

مرزا قادیان علیہ ما علیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں کی ہوئی پُرفریب توہین وتذلیل اور گستاخیاں | حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ لعین قادیانی جہاں کہیں اس کی تحریر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ آجاتا ہے تو یہ غصہ میں آگ بگولا اور آپے سے باہر ہوجاتا ہے اور ان کی ذات گرامی پر طرح طرح سے طعن تشنیع، عیب چینی وعیب جوئی میں اس کا قلم بالکل بے لگام ہوجاتا ہے اور دل کھول کر ان کو گالیاں دیتا (اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور ان کی ہجو اور توہین وتذلیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا اور بھرپور ی، طرح دل کی بھڑاس نکال لینے کے بعد اپنے بچاؤ کے لئے کوئی ہلکا سا کلمہ جو محسوس بھی نہ ہو کہہ جاتا ہے مثلاً "عیسائیوں کے بیان کے مطابق" (مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام توہین وتذلیل میں نہیں کر رہا ہوں بلکہ خود عیسائی یہ کہتے ہیں اور ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہے) حالانکہ سلسلہ بیان میں اپنی طرف سے مثلاً یہ کہہ کر کہ "حق یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح سے کوئی معجزہ ظاہر ہی نہیں ہوا انہیں تو صرف مسمریزم آتا تھا" یا یہ کہ "عیسیٰ کی بدقسمتی سے وہاں ایک حوض تھا جس سے لوگ پانی لاتے تھے" (گویا اس حوض نے ان کے معجزہ کی پول کھول دی) اس تمام ہرزہ سرائی کی تصدیق وتائید کردیتا ہے اور اس پر والحق ان عیسیٰ لم یصدر عنہ معجزۃ

کہہ کر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ میری بھی تحقیق یہی ہے۔ اس دسیسہ کاری کے باوجود اس مردود کے پیرو کہتے ہیں کہ "مرزا نے حضرت عیسیٰ کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی ہے انہوں نے تو عیسائیوں کی تردید اور ان پر الزام عائد کرنے کے لئے لکھا ہے جو کچھ لکھا ہے اور انہی کی کتابوں سے نقل کیا ہے" (اور نقل کفر کفر نباشد) حالانکہ دوسرے علماء حق عیسائیت کی تردید میں بحث کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ "عیسائیوں کی تمام آسمانی کتابیں محرف ہیں اس لئے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت کے منافی اور قطعاً غلط ہیں" اس کے برعکس یہ بے دین بدبخت بحث کو حضرت عیسیٰ کی ناکامی ونامرادی سے شروع کرتا ہے اور خوب بڑھا چڑھا کر اس کی اشاعت اور پروپیگنڈا کرتا ہے اور اس میں اپنا تمام زور قلم صرف کر دیتا ہے۔ یہی فریب کاری کا مرض اس کے مردود پیرووں میں سرایت کر گیا ہے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجو میں مستقل کتابیں تصنیف کرتے ہیں اور ان کو عیسائیوں میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں خوب خوب شائع کرتے ہیں اور ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور ان کے نزول کا اشتیاق وانتظار مسلمانوں کے دلوں سے نکل جائے اور وہ اسی گستاخ دریدہ دہن مردود کو (خدا اسے دوجہان میں رسوا کرے) عیسیٰ مان لیں حالانکہ علماء حق اس پر متفق ہیں (جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہے) کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی وبیباکی اگرچہ سب وشتم اور توہین وتذلیل کی نیت سے نہ بھی ہو تب بھی کفر وارتداد ہے اور مومن کی شان سے قطعاً بعید ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (اللہ تعالیٰ ہی "حق" فرماتے ہیں اور وہی راہ حق پر چلاتے ہیں)

قصیدہ

از حضرت مصنف نور اللہ مرقدہٗ

داد و بیداد[1]

(۱) أَلَا یا عباد اللہ قوموا و قوّموا   خطوبا ألمّت ما لھن یدان

سنو! اے خدا کے بندو! کھڑے ہو جاؤ اور ان فتنوں کا مقابلہ کرو جو دین پر چھا گئے ہیں اور عام دسترس سے باہر ہیں۔

(۲) و قد کاد ینقض الھدیٰ و منارہ   و تخرج[2] خیر ما لذاک تدان

اور قریب ہے کہ (ان فتنوں کے حملوں سے) قصر ہدایت اور اس کی روشنی کا منارہ منہدم ہو جائے اور خیر (و صلاح) کی بنیادیں ہل جائیں جس کا پھر کوئی تدارک بھی نہ ہو۔

(۳) یسبّ رسول من اولی العزم فیکم   تکاد السّما[3] و الارض تنفطران

ایک جلیل القدر نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کو تمہارے سامنے گالیاں دی جا رہی ہیں (اور تم ٹس سے مس نہیں ہوتے) قریب ہے کہ (قہر الٰہی سے) آسمان و زمین پھٹ پڑیں۔

(۴) و طھّرہ من اھل کفر ولیّہ   و ابقی لنا سا بعض کفر أمانی

حالانکہ اس نبی کے مولیٰ جل شانہ نے اس کو (دشمنوں اور منکروں کے اتہامات سے) پاک کر دیا ہے، اور صرف (ہوا پرستوں کی) آرزوؤں کا کفر جہنم کے لئے چھوڑ دیا ہے (کہ وہ نبی اور مسیح موعود بننے کی ہوس کی بدولت جہنم رسید ہوں)

(۵) و حارب قوم ربّھم و نبیّہ   فقوموا لنصر اللہ اذ ھو دان

اور تم میں کی ہی ایک قوم (مرزائیوں) نے اپنے رب اور اس کے نبی سے جنگ چھیڑ رکھی ہے پس (اے خدا پرستو) تم اللہ کی مدد پر بھروسہ کر کے کھڑے ہو جاؤ کہ وہ اللہ کی مدد بہت قریب ہے (صرف تمہارے کھڑے ہونے کی دیر ہے)

---

[1] امام العصر حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس قصیدے کا نام صدع النقاب عن جساسۃ الفنجاب رکھا ہے۔ [2] لغت میں تخرج، لازمی بھی منقول ہے۔ [3] قاموس میں سما بغیر ہمزہ کو اسم جنس تبلایا ہے ۱۲

(۶) وقد عِیل صبری فی انتہاک حدودہ فہل ثَمَّ داعٍ او مجیبٌ اذا نی

حدود اللہ کی بحرمتی ہوتے دیکھکر صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیاہے، پس اے قوم ہے (تم میں) کوئی حمایت دین کے لئے دعوت دینے والا یا میری دعوت پر لبیک کہنے والا؟

(۷) واذعَنَّ خطبٌ جئتُ مستصرخاً بکم فہل ثَمَّ غوث یاالقومِ یُدانی

جب مصیبت انتہاء کو پہنچ چکی تب میں تم سے مدد مانگنے آیا ہوں، پس اے میری قوم ہے تم میں کوئی فریاد رس جو میرے قریب آئے (اور ساتھ دے)

(۸) لَعَمری لقد نبّهت من کان نائما واسمعت مَن کانت لہ اُذ نا ن

قسم ہے زندگی کی، بخدا میں سوتے ہوؤں کو جگا رہا ہوں اور جن کے کان ہیں ان کو یہ دردبھری داستان سنا رہا ہوں

(۹) وناديت قوماً فی فریضۃ ربہم فہل من نصیرلی من اہل زمان

اور میں نے ایک (بے خبر) قوم کو ان کے ربکا (عائد کردہ) فرض یاد دلانے کے لئے پکارا ہے، پس کیا اس زمانہ کے لوگوں میں کوئی میرا مددگار ہے؟

(۱۰) دَعُوا کلَّ امرٍ واستقیموا لما دھی وقد عاد فرض العین عند عیا ن

ہر کام کو چھوڑ دو اور جو مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ اس لئے کہ اس فتنہ کا مقابلہ اہل بصیرت کے نزدیک فرض عین ہو گیا ہے۔

(۱۱) فشانئُ شان الانبیاء مکفرٌ ومن شک قل ھٰذا الاوّلَ ثانٍ

اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا قطعاً کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ اُس پہلے کافر کا بھائی دوسرا کافر ہے (یعنے وہ بھی کافر ہے)

(۱۲) ولیس مدارٌ فیہ تبدیل ملۃ وتُحبِطُ اعمالَ البذی مجانی،

اس تکفیر کا مدار تبدیل مذہب کے ارادے پر نہیں ہے اس لئے کہ ایک (انبیاء علیہم السلام کو) گالیاں دینے والے کے تمام اعمال وافعال کو اس کی کفریہ بکواس (گالیاں) باطل کر دیتی ہے

(۱۳) انی ذکرہ عیسیٰ یطیش لسانہ ولا یبصر المرمیٰ من الخیمان

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہی اس کی زبان (بے لگام اور) آپے سے باہر ہو جاتی ہے (اور ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ نشانِ تیر (ہدف) اور اپنے موقف میں تمیز نہیں کر سکتا (اور جا و بیجا طعن و تشنیع کے تیر چلانا اور پتھر برسانا شروع کر دیتا ہے چاہے ان کا نشانہ خود ہی بن جائے)

(۱۴) واکفرُ منہ من تنبأ کاذبا وکانَ اُنتھتْ ما امکنتْ بمکان

اس (شاتمِ رسول) سے بھی بڑھ کر کافر وہ جھوٹا ہے جو (خود کو نبی کہتا اور) نبوت کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ نبوت اپنے مقام پر پہونچکر (یعنے خاتم انبیاء علیہم السلام پر) ختم ہو چکی ہے

(۱۵) ومن ذبَّ عنہ او تأول قولہٗ یُکَفَّر قطعا لیس فیہ توانی

اور جو کوئی اس (مدعی نبوت) کی طرفداری کرے یا اس کے قول (دعوے) کی کوئی تاویل کرے وہ بھی قطعاً کافر ہے اس (حکم) میں کوئی توقف یا تردد نہیں (کیا جا سکتا)

(۱۶) کانی بکم قد قلتمُوا لم کفرہ؟ فھا لکم نقولا جُلیت بمُعانِ

گویا تم (بزبان حال میرا گریبان پکڑ کر) مجھ سے کہہ رہے ہو کہ یہ کافر کیوں ہے؟ لو میں تمہارے سامنے ایسے اقوال (دلائل) پیش کرتا ہوں جو آنکھوں والوں کے لیے روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔

(۱۷) فما قولکم فیمن حبا مثل ذٰلکم مسیلمۃَ الکذّابُ اھل ھوان

(اگر تم اس کی ایسی ہی حمایت پر تلے ہوئے ہو تو پھر اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو رسولِ زمانہ مسیلمہ کذاب کے حق میں اسی طرح کی حمایت (اور تاویلیں) کرے جیسی تم اس کے حق میں کرتے ہو۔

(۱۸) فقال لہ التاویلُ او قال لم یکن نبیا ھو المھدیُّ لیس بجانِ

چنانچہ کہے کہ مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کی تاویل (ہو سکتی) ہے یا کہے کہ مسیلمہ نبی نہیں وہ تو مہدی تھا (اس لئے) وہ مجرم (اور دعوائے نبوت کا مرتکب) نہیں ہے۔

(۱۹) وھل ثَمَّ فرقٌ یستطیع مکابرٌ وحیث ادَّعیٰ فلیأتنا ببیانِ

اور کیا کوئی ضد بردستی کرنیوالا منہ زور ان دونوں میں کوئی فرق کر سکتا ہے اور اگر کوئی فرق کا دعویٰ کرے تو ہمارے سامنے ثبوت پیش کرے۔

(۲۰) وکان علی احداثہ وجہُ کفرہ تَنَبُّؤُہ مشہورٌ کل مکان

حالانکہ ہر زمانہ میں مسیلمہ کذاب کی تکفیر کا موجب (متفقہ طور پر) اس کا دعویٰ نبوت ہی مشہور و معروف رہا ہے باوجودیکہ مسیلمہ میں اور بہت سے مکفرات بھی موجود تھے۔

(۲۱) کذا فی احادیث النبی وبعدہ تواتر فیما دانہ الثقلان

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (کہ مسیلمہ کے کفر کا موجب نبوت کا دعویٰ ہے) اور آپ (کی وفات) کے بعد اُس تواتر سے بھی یہی ثابت ہے جس کو جن وانس حجت مانتے ہیں۔

(۲۲) فان لم یکن او قد، وجوہ لکفرہ فاسیوھا دعواہ تلک کمانی

مسیلمہ کے کفر کے اور اسباب تھے یا نہ تھے، لیکن اب تو تمام (دنیا کے نزدیک) اس کے کفر کی وجہ مانی کی طرح اُس کا دعویٰ نبوت ہی ہے (یعنے جیسے دنیا مانتی ہے کہ ایران کے مانی کے کفر کا سبب دعویٰ نبوت ہے ایسے ہی مسیلمہ کذاب کے کفر کا سبب بھی اس کا دعویٰ نبوت ہے)

(۲۳) واولُ اجماع تحقّق عندنا لفیہ باکفارہ وسبی عوانی

اور ہماری تحقیق کے مطابق امت کا سب سے پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کی تکفیر پر اور اس کے (قبیلہ کے) قیدیوں (عورتوں بچوں) کو قیدی غلام بنانے پر منعقد ہوا ہے

(۲۴) وکان مقرًّا بالنبوۃ مُعلنا لخیر الوریٰ فی قولہ واذان

حالانکہ مسیلمہ بھی نبی خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا معترف تھا اور آپ کے نبی ہونے کا اپنی عام گفتگو میں اقرار اور اذان میں اعلان کرتا تھا (اس کے باوجود اس کو کافر کہا گیا)

(۲۵) وما قولکم فی العیسویۃ اوّلو رسولاً لِامیین خیر کیان

اور پھر عیسوی فرقہ کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے جو یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیر الکائنات محمد رسول اللہ تو ضرور ہیں مگر صرف عربوں کے لئے ہیں (ہمارے اور تمام دنیا کے لئے نہیں)

(۲۶) وھل ثمّ ما لا فیہ تاویل ملحد ومن حجر التاویل یرمی لسان

اور کیا دنیا میں کوئی بھی ایسا عقیدہ باطل ہے جس کی کسی ملحد نے تاویل نہ کی ہو اور تاویل کی زبان درازی کو کون روک سکتا ہے (اور مؤول کی زبان کون بند کر سکتا ہے)

(۲۷) وھل فی ضروریاتِ دینٍ تاوّل   تحریفھا الا ککفر عیانٍ

نہ کیا ضروریات دین میں ایسی تاویل جو تحریف کے مرادف ہو کھلے ہوئے کفر کی مانند نہیں ہے؟

(۲۸) ومن لم یکفّر منکریھا فانّہ   یجّی لہ الانکار یستویان

اور (یاد رکھو) جو کوئی ضروریات دین کے منکر کو کافر نہ کہے وہ اس انکار کو خود اپنے سر لیتا ہے اور بغیر کسی فرق و امتیاز کے خود کافر ہے (کسی کافر کو کافر نہ کہنا خود کفر ہے)

(۲۹) وما الدین الا بیعۃ معنویّۃ   وما ھو کالانساب فی السّریان

دین تو در حقیقت ایک معنوی بیعت ہے (جب تک کوئی اس بیعت پر قائم ہے دین میں داخل ہے اور جہاں اس بیعت کو توڑا دین سے خارج ہوگیا) دین نسب کی طرح کوئی نسلی علاقہ نہیں ہے کہ بہر صورت قائم رہے (اور مسلمان کی اولاد مسلمان ہی رہے چاہے کچھ بھی کرے)

(۳۰) فانّھم لا یکذّبونک فاتلھا (۱) ولکن بآیاتٍ مآل معانی

(اگر یقین نہ آئے تو) آیت فانھم لا یکذّبونک پڑھ لو (دیکھو) حقائق و معانی کا مدار آیات الٰہیہ پر ہے یعنے جو آیات الٰہیہ کا انکار کرے وہ کافر ہے اگرچہ وہ براہ راست نبی کو جھوٹا نہ بھی کہے جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ اے نبی وہ تجھ کو تو جھوٹ کی جانب منسوب نہیں کرتے (یعنے جھوٹا نہیں کہتے) لیکن یہ ظالم اللہ کی آیات (و احکام) کا انکار کرتے ہیں (اس لئے کافر اور جہنمی ہیں واضح ہو کہ یہ شعر اس قرات پر مبنی ہے جس میں یُکذِبُون آیا ہے جو اکذبہ لنسبہ إلی الکذب سے ماخوذ ہے

(۳۱) تنبّأ ان لا یُمتریٰ ببطالۃ   کحجّام ساباطٍ عریعُ غوانٍ

اس حسین نازنینوں کے دلدادہ قادیانی نے نبوت کا دعویٰ صرف اس لئے کیا ہے کہ (اس کی عشق و محبت کی رنگ رلیوں کو دیکھ کر اس کے متعلق بیکاری کا شک و شبہ نہ کیا جائے جیسے ساباط کا حجام (کہ وہ بیکاری کے الزام سے بچنے کے لئے اپنی ماں ہی کی حجامت بنانے بیٹھ جایا کرتا تھا کہ اسے کوئی بیکار نہ کہے یعنے اس قادیانی مرزا نے صرف اپنی بدکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے کہ نبی کو معصوم سمجھا جاتا ہے کہ لوگ

---

(۱) من الاکذاب فی قراءۃ اخرج الترمذی والحاکم فی شان نزولہ ۱۲ منہ

اس کو نبی معصوم سمجھ کر اس کی بدکاریوں سے درگذر کریں "بدکار نہ کہیں جیسے شہر سابا ط کے ایک حجام کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک نہ ہوتا تو چوراہے پر اپنی ماں ہی کی حجامت بنانے بیٹھ جاتا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ بیکار بیٹھا رہتا ہے اس کے پاس کوئی گاہک نہیں آتا اناڑی ہے)

(۳۲) ومعجزہ منکوحۃ فلکیۃ   یصادفہا فی رقیۃ الکروان

چنانچہ اس نے منکوحہ آسمانی کو اپنا معجزہ قرار دیا کہ کسی طرح اس کو وہ اپنے منتر سے اسے رام کر لے یعنے جس طرح عرب کے لوگ کونج کو اطرق کری اطرق کری ان النعامۃ فی القری کا منتر پڑھ کر آسانی سے شکار کر لیتے ہیں اسی طرح بوالہوس مرزا قادیان نے محمدی بیگم کو منکوحہ آسمانی اور اپنی نبوت کا معجزہ قرار دیکر اپنے دام ہوس میں گرفتار کرنا چاہا لیکن واجبرتا کہ وہ نیک بی بی اور اس کے والدین اس دام فریب میں بھی نہ آئے اور آخر مرزائے لعین اس کے وصال کی حسرت دل میں لیکر ہی جہنم رسید ہوا)

(۳۳) ومنّی لہ الشیطان فیہا بوحیہ   رفاءً ووصلاً خطبۃ وتہانی

(ادھر) شیطان نے بھی اس کو اپنی شیطانی وحی سے خوب خوب آسائش نامہ و پیغام، وصل وصال، تہنیت مبارکباد کی آرزوؤں کا سبز باغ دکھایا تھا یعنے محمدی بیگم سے نکاح کے باب میں بہت سی وحیاں بھی اس پر نازل ہوئی تھیں مگر وہ سب وحی شیطانی تھیں اس لئے جھوٹی نکلیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا لینے کا باوجود نکاح نہ ہوسکا)

(۳۴) یہمّ بامر العیش لو یستطیعہ   وقد حیل بین العیر والنزوان

اس کا تو واحد مقصد عیش کوشی اور ہوس رانی تھا اگر اس کا یہ مقصد پورا ہوجاتا مگر ہوا یہ کہ حمار وحشی کو جفتی سے روک دیا گیا (یعنے محمدی بیگم نے اس قادیانی مرزا کی بیوی بننے سے انکار کرکے اس کی ہوس رانی کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا)

(۳۵) ففقّی رب السماء بحولہ   وقوّتہ واللہ فیہ کفانی

اور اس تدبیر سے رب العالمین نے اس جھوٹے مدعی نبوت کو اپنی طاقت و قدرت سے خوب خوب رسوا کیا اور اس فرض سے ہمیں سبکدوش کر دیا (یعنے ہمیں اس کو جھوٹا ثابت کرنے کی زحمت سے بچایا خود اس کی زبان سے اس کی پیش گوئیوں سے ہی اسے جھوٹا ثابت کر دیا)

(۳۶) وکان ادّعیٰ وحیا سنین عدیدۃ فجاء یحاکی نعلۃ الظربان

یہ جھوٹا (اسی طرح) چند سال تک وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اور ایک بدبودار جانور کی طرح اپنی بدبو (یعنے جھوٹی وحی) سے مسلمانوں کا دماغ پریشان کرتا رہا (ظربان ایک بدبودار جانور ہے بلی کے مشابہ)

(۳۷) وذلّہ شیطاناہ فی ذاک برھۃ ولم یدر شیطاناہ کلا یکفیان

اور اس کے دونوں شیطانوں نے عرصہ دراز تک اس فریب اور دھوکہ میں اس کو لٹکائے رکھا کہ یہ وحی ہے مگر اس بیوقوف کو پتہ نہ تھا کہ اتنی عظیم گمراہی کو پھیلانے کے لئے دو شیطان کافی نہیں ہوسکتے (یہ دونوں شیطان خلیفہ شجاع الدین اور حکیم احمد حسن امروہی مرزا کی وحیوں کے مصنف ہیں)

(۳۸) واخّر اوھنی ابن رتیہ یری فھلا عن ای اصل النبوۃ ذان

یہ دونوں شیطان خود تو پس پردہ رہے اور مرزا اور اس کی ذریت کو آگے کردیا (اور نبوت کا دعویٰ کرادیا) اگر ہمت تھی تو یہ دونوں خود مدعی نبوت بنکر کیوں سامنے نہ آئے؟

(۳۹) وآتھم لما لم یمت بشروطہ رجوعا الی الحق ادّعیٰ بہ برھان

اور جب عیسائی پادری "آتھم" مرزا کی پیش گوئی کے مطابق نہ مرا تو اُس کے متعلق "حق کی جانب رجوع کرلینے" کی بازی لگادی (یعنے کہنے لگا کہ میں شرط لگاتا ہوں کہ آتھم نے حق کو یعنے میری نبوت کو مان لیا ہے اسی لئے نہیں مرا ہے)

(۴۰) وسماہ ایضا مرۃ بسقوطہ لھاویۃ ھل ذان یجتمعان

حالانکہ ایک مرتبہ اس کے جہنم میں گرنے کا نام بھی لے چکا تھا (اور جہنم رسید ہونے کی پیش گوئی کرچکا تھا) کیا یہ دونوں متضاد پیش گوئیاں جمع ہوسکتی ہیں (یعنے ایک طرف اس کے کافر اور جہنم رسید ہونے کی پیش گوئی کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے حق کو مان لینے اور اپنی نبوت پر ایمان لے آنے کی وجہ کو موت سے بچنے کی خبر دیتا ہے بالفاظ دیگر آتھم ایک پیش گوئی کے مطابق کافر اور جہنمی ہے اور دوسری پیش گوئی کے مطابق مومن ہے اور ناجی یہ کھلا ہوا تضاد ہے اس لئے یقیناً ان دونوں میں سے ایک پیش گوئی ضرور جھوٹی ہے سچ کہا ہے کسی نے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے)

(۴۱) ویوجد فی الوقت المعانی للُغی   اذا خانہ اسۃ لم یطق لغما ب

اور تو اور فی الوقت الفاظ کے معنی از خود گھڑ دیتا ہے اور جب نیچے سے زمین سرکنے لگتی ہے (اور غلطی کھلتی ہے) تو اس کا بار نہیں اُٹھا سکتا (یعنے جب غلطی پکڑی جاتی ہے تو جواب نہیں دے سکتا)

(۴۲) یحقق بافواہ الشیاطین حیلۃ   ویصرفھم عن صوب فہم مبانی

(غرض) شیطانوں یعنے مریدوں کی زبان سے مکروفریب (بے معنی الفاظ) کی گنداچھالتا رہا اور ان کو (لفظوں کی اُوٹ میں رکھکر) حقائق کو سمجھنے کی جانب متوجہ نہ ہونے دیا۔

(۴۳) فعلّل اذناب لہ الناس ان فی   حدیبیۃ مانحوھا برؤیا ت

تو اس کے دم چھلے (مرزائیوں) نے لوگوں کو اس طرح بہلایا (اور بھکایا) کہ (دیکھو) حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دو (متضاد) خواب دکھلائے گئے ہیں (یعنے مرزا اور اس کی امت، آنجہانی کے خواب کے پورا نہ ہونے پر لوگوں کے اعتراضات کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے سال ۶ھ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مسلمانوں کے ہمراہ باطمینان تمام مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور عمرہ کیلئے مگر آپ کا وہ خواب پورا نہ ہوا اور آپ اور تمام مسلمان بغیر عمرہ کئے حدیبیہ سے واپس آ گئے لہٰذا خواب کا پورا نہ ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے۔ حضرت مصنف رح اگلے شعر میں اس کا جواب دیتے ہیں)

(۴۴) أرُؤیا حکاھا خاتم الرسل مرسلا   ولم یك منھا السیر یلتبسا ت

کیا وہ خواب جو فرستادہ الٰہی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور (واقعات کی) رفتار اس کے مطابق نہیں ہوئی کیا وہ خواب اور واقعہ ایک دوسرے سے ملتبس (اور مشتبہ) ہو گئے؟ (یعنے کیا وہ خواب پورا نہیں ہوا اور اگلے سال ۷ھ میں آپ نے اور تمام مسلمانوں نے باطمینان تمام عمرہ نہیں کیا۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی تھی کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اسی سال ۶ھ میں عمرہ ہوگا حالانکہ نہ خواب میں اس کی تصریح تھی اور نہ حضور نے ہی یہ فرمایا تھا کہ اسی سال یہ خواب پورا ہوگا۔ (مراجعت کیجئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے مذکورہ ذیل آیات سورہ فتح میں نازل فرمائیں۔

لقد صدق اللہ رسولہ   بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بالکل برحق سچا

الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد	خواب دکھایا ہے تم مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور امن
الحرام ان شاء اللہ آمنین	وامان کے ساتھ داخل ہوگے (اور عمرہ کروگے عمرہ سے
محلقین رؤوسکم ومقصرین	فارغ ہوکر) کچھ لوگ اپنے سر منڈائیں گے اور کچھ
لا تخافون ط	بال کتروائیں گے اور نہیں کسی کا خوف نہ ہوگا

(۴۵) وما قد حکاہ الواقدی فلم یُرد ترتب سیر اوبدء اعلان

اسے واقدی نے جو (سیرت میں) بیان کیا ہے اس کا مقصد واقعات کی ترتیب یا ابتداء وقت (عمرہ) کو بیان کرنا نہیں ہے۔

(۴۶) حکی من امور لا ترتب بینہا قد اتفقت فی البین من جریان

واقدی نے تو بلا ترتیب جو امور (واقعات) اُس سال پیش آئے تھے ان کو بلا ترتیب شمار کرادیا ہے اور یہ خواب آپ نے یقیناً اسی سال ۶ھ میں دیکھا تھا (مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ خواب اسی سال سے متعلق تھا جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں ان شاء اللہ کا لفظ اس کی دلیل ہے لہٰذا واقدی کے بیان سے یہ استدلال کرنا کہ دیکھو رسول اللہ کا خواب پورا نہیں ہوا کسی طرح درست نہیں اس لئے کہ واقدی نے یہ کہیں نہیں کہا کہ یہ خواب اسی سال ۶ھ سے متعلق تھا۔ مرزائیوں نے واقدی رح کے بیان سے استدلال کیا تھا حضرت مصنف نے ان دو شعروں میں اس کا جواب دیا ہے)

(۴۷) واوضحہ الصدیق فیما روی لنا اصح کتاب فی الحدیث مثانی

اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو ایک حدیث میں واضح کردیا جس کو حدیث کی اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح بخاری میں ص ۳۸۰ ج ا پر روایت کیا ہے۔

(۴۸) رجاء وقصد لیس اخبار غیبہ علی ظاہر الاسباب یعتمد ان

اس خواب کا منشا تو درحقیقت ایک امید اور ظاہری اسباب کی بنا پر اپنے قصد کا اظہار تھا نہ کہ غیب کی خبر دینا اور پیش گوئی کرنا۔ (اس کے برعکس مرزا نے تو بطور تحدی چیلنج کیا تھا کہ آتھم اس سال ضرور مرجائے گا کیونکہ مجھے یہ خواب دکھایا گیا ہے۔ لہٰذا اس پیش گوئی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب پر قیاس کرنا حماقت ہی ہے یہ دوسرا جواب ہے۔

وماذاب فی العمر الطویل لہ فزا ۔۔۔ ھجاء خیار الخلق غبّ لعان

اور اس متنبی قادیان کی زبان وقلم سے عمر دراز میں جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ یہ ہے: لعن طعن کے بعد خدا کی بہترین مخلوق (انبیاء علیہم السلام) کی ہجو اور بدگوئی کرنا۔

تفکّہ فی عرض النبیین کافر ۔۔۔ عُتُلٌّ زنیم کان حق مُہان

انبیاء کرام علیہم السلام کی حرمت وعظمت کا ایک بدزبان، بدنسب، رسوائے زمانہ کافر نے خوب خوب مذاق اڑایا ہے

یَلَذّ لہ بسط لمطاعن فیہم ۔۔۔ ویجعل نقلاعن لسان فلان

انبیاء علیہم السلام پر طعن وتشنیع کرنے میں اسے خوب مزا آتا ہے (اور تکفیر سے بچنے کے لئے) اپرے غیرے کا بیان بنا دیتا ہے (کہ فلاں یوں کہتا ہے اور فلاں یوں)

یصُوغ اصطلاحاً انّ ھذا مسیحکم ۔۔۔ کما سب امّا ھکذا اخوان

اصطلاح گھڑتا ہے اور خوب گالیاں دیکر کہتا ہے کہ (اے عیسائیو!) یہ ہے تمہارا مسیح بالکل ایسے جیسے دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو ماں کی گالیاں دیں (حالانکہ دونوں کی ماں ایک ہے اس لئے گویا ہر ایک اپنی ماں کو گالیاں دیتا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام جیسے عیسائیوں کے نبی ہیں ایسے ہی مسلمان بھی ان کو رسول مانتے ہیں اس لئے عیسائیوں کے "عیسیٰ" کو گالیاں دینا قرآن کے "عیسیٰ" کو گالیاں دینے کے مرادف اور کفر ہے)

قد ورد فی القرآن انواع کفرھم ۔۔۔ فھل غُضّ من عیسیٰ المسیح لشان

حالانکہ قرآن کریم میں بھی عیسائیوں کے ہر قسم کے کفریات کی تردید آئی ہے لیکن کیا مجال جو اس تردید میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی ذرا بھی کسرشان ہوئی ہو (معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسرشان کئے بغیر بھی ہر قسم کے کفریات کی تردید کی جا سکتی ہے اور مرزائے قادیان کا یہ صرف "بہانہ" ہے دراصل وہ ان کو گالیاں دینا اور ان کی توہین وتذلیل کرنا چاہتا ہے تاکہ اپنے "عیسیٰ" ہونے کے لئے راہ ہموار کرے)

وھذا لمکن دا فی عدو الیسبّہ ۔۔۔ بجمع اشدّ السب من شنآن

اور اس کا انداز تو ایسا ہے جیسے کسی کا دشمن اس کے سامنے آجائے اور وہ شدت غیظ وغضب کی وجہ سے برسرعام اس کو بے تحاشا گالیاں دینا شروع کر دے۔

فصیرہ رؤیا وقال بآخر　　　إذا انفتحت عینی من الخفقان

اور اچی بھر کے گالیاں دے لینے کے بعد) پھر اس کو خواب بتا دے اور آخر میں کہدے کہ "پھر اچانک شدت اضطراب سے میری آنکھ کھل گئی۔ (کہ یہ تو میں خواب کا حال بیان کر رہا تھا)

وقد یجعلہ التحقیق ذلک عندہ　　　إذا ما خلا جو کمثل جبان

اور بزدلوں کی طرح جب میدان خالی پائے تو اس کو اپنی ذاتی تحقیق بنا دے (کہ میرے نزدیک بھی یہی حق ہے کہ جیسے مسیح ایسے اور ایسے تھے)

وینفث فی امثال ذلک کفرہ　　　ویعرب فی عیسیٰ بما ھو شانی

"غرض) اس صورت میں یہ خبیث (عیسائیوں کی تردید کے نام سے) خوب کفریات بکتا ہے اور (اپنی بھڑاس نکالتا ہے) اور حضرت عیسیٰ کے حق میں معاندانہ عیب جوئی اور بدگوئی کرتا ہے

وکان ھنا شی لتحریف "عہدھم"　　　فصیرہ حقا لخبث جنان

حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ "عہد قدیم" (تورات) اور "عہد جدید" (انجیل) میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی شان کے خلاف کچھ باتیں پائی جاتی تھیں لیکن اس بدباطن نے اپنی خباثت باطنی کی بنا پر انہی کو حق قرار دے دیا۔

وقد اخذ وا فی مالک بن نویرۃ　　　"بما حبکم" للمصطفی کادانی

حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے تو مالک بن نویرۃ کو رسول اللہ علیہ وسلم کی شان میں صاحبکم کے عامیانہ کلمہ کو گستاخی قرار دے کر (توہین نبی کا) مجرم قرار دیا تھا اور قریب تھا کہ قتل کر دیں۔

وقصۃ دباء رای القتل عندھا　　　ابو یوسف القاضی وکان اوان

اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے "کدو کے قصہ" میں (گستاخانہ انداز میں "میں تو نہیں پسند کرتا" کے الفاظ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین قرار دیکر) قائل کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا تھا، لیکن یہ وہ زمانہ نہیں ہے (کہ آج ہم شاتم رسول کو قتل کر سکیں)

وقد اعملت حکم الشریعۃ فیہم　　　حکومۃ عدل للامیر امان

اور شاہ افغانستان امیر امان اللہ خاں کی عادلانہ حکومت نے تو شریعت کے اس حکم پر عمل بھی کیا تھا کہ انہوں

شاتم رسول مرزائی کو قتل کردیا)

(۵۰) تخطّم فی جمع الحطام و نیلها   و بسط المنی فی حاصلات مجانی

اور یہ قادیانی ملعون تو ساری عمر دنیا کا مال و زر جمع اور اندوختہ کرنیں اور مفت کے چندوں کی رقموں کو بٹورنے کی آرزؤوں کو دراز تر کرنے میں سرگرداں رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہوگیا۔

(۵۱) و کل صنیع او دهاء فعنده   لنیل المنی بالطی دوالل و سران

اور جو بھی چالاکی اور مکاری، جوڑ توڑ کرکے اپنی آرزؤوں کو پورا کرنے میں (ممکن ہوسکتی ہے) وہ اس لعین کے ہاں موجود تھی۔

(۵۲) أھذا مسیح او مثیل مسیحنا   تسربل سربالا من القطران

کیا یہی "مسیح" یا "مثیل مسیح" ہے؟ جس نے قطران (گندھک کے تیل کا) جہنمی لباس پہن رکھا ہے؟

(۵۳) وکان علی ما قال ما جوج اصله   وصار مسیحا فاعتبر بقران

وہ تو (درحقیقت) اپنے قول کے مطابق یاجوج ماجوج کی نسل سے تھا ترقی کرکے مسیح بن گیا پس اس (ماجوج و مسیح کے) قران (اتصال) سے لوگو! عبرت حاصل کرو۔

(۵۴) نعم جاء فی الدجال اطلاقه کذا   فقد ادرکته خفة الشرعان

ہاں ہاں دجال کے حق میں بھی تو احادیث میں "مسیح" کا لفظ آیا ہے وہ قادیانی مرزا بیشک "مسیح دجال" تھا کم عقلی اور بیوقوفی کی وجہ سے اس نے یہ لقب اپنے لئے اختیار کرلیا (حضرت عیسیٰ کے نام کے ساتھ جو مسیح کا لفظ آتا ہے وہ ماشیح کا معرب ہے جس کے معنی عبرانی میں "مبارک" ہیں اور دجال کے تذکرہ میں جو مسیح آتا ہے وہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ممسوح عین الیمنی (جس کی دائیں آنکھ پھوٹی ہو) اسی لئے اردو والے اُسے کانا دجال کہتے ہیں اس جاہل کو اس حقیقت کا پتہ نہ تھا اس نے اپنے لئے مسیح کا لقب اختیار کرلیا اور "مسیح دجال" بن گیا)

(۵۵) الم یهل للقرآن یحفظه و لم   یُحجّ لفرض صده الحرمان

کیا واقعہ نہیں ہے کہ نہ اسے قرآن حفظ کرنے کی توفیق ہوئی نہ ہی حج فرض ادا کرنے کی (اور یہی دجال کی ممتاز خصوصیات ہیں) حرمین نے اسکو حج کرنے سے روک دیا

(۵۶) فیسرق فی الفاظہ باطنیۃ وقرمطۃ وحی اتاہ کـــرانی

اس لعین قادیانی کے پاس جو رُد غلی وحی آتی ہے اس میں کچھ باطنیے کے الفاظ چرا تا ہے کچھ قرامطے کے یہی کرانی

(قادیانی) وحی (کی حقیقت) ہے

(۵۷) وتابعہ من فیہ نصف تنصّر ومن فیہ کفر مودع بمبانی

اور اس مسیح دجال کی پیروی صرف انہی لوگوں نے کی ہے جو پہلے ہی "نیم نصرانی" تھے اور جن کی سرشت میں کفر رکھا ہوا تھا

(۵۸) وکفّر من لم یعترف بنبوّتہ وھُو فی ھٰذا الاول جان

اس ظالم نے ہر اس مسلمان کو کافر قرار دیدیا جو اس کی نبوت کو نہ مانے اس معاملہ میں یہ دنیا کا پہلا مجرم ہے (آج تک

کسی مدعی نبوت نے اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر نہیں کہا تھا)

(۵۹) أ لا فاستقیموا واستھیموا لدینکم فموت علیہ اکبر الحیوان

پس سن لو اے مسلمانو! اب تم صراط مستقیم پر پختگی سے قائم ہو جاؤ اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار ایک

دوسرے سے آگے بڑھو اس لئے کہ دین پر جان دیدینا ہی سب سے بڑی زندگی ہے

(۶۰) وعند دعاء الرب قوموا وشمّروا حنانا علیکم فیہ اثر حنان

اور اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہو اور کمر کس لو! اس دین کی حمایت میں تم پر خدا کی رحمتوں پر رحمتیں نازل ہوں ۔

(۶۱) وکن راجیا ان یظھر الحق وارتقب لاوکادلغی فی السھیل یمانی

اور حق کے غلبہ کی خدا سے امید واثق رکھو اور ان برساتی کیڑوں کی ہلاکت کے لئے کسی سہیل یمانی کا انتظار کرو ۔

(۶۲) وللحق صدع کالصدیع وصولۃ وطعن وضرب فوق کل بنان

اور حق باطل کے پردے صبح کی طرح چاک چاک کر ڈالتا ہے، حق بھی باطل پر یورش کرتا ہے اور اسکے ایک ایک پودے پر ضرب کاری لگاتا ہے

(۶۳) وآخر دعونا ان الحمد للّذی لنصرۃ دین الحق کان ھدانی

اور ہماری تو آخری بات یہ ہے کہ اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں دین حق کی نصرت کی توفیق عطا فرمائی

(۶۴) وصلی علی ختم النبیین دائما وسلم مادام اعتلی القمران

اور خدا خاتم انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہمیشہ ہمیشہ رحمتیں نازل کرے اور سلامتیاں، جبتک افق پر چاند

سورج چڑھتے رہیں ۔ آمین

تاویل باطل سے علماء حق کی ممانعت

صفات الٰہیہ پر بے چوں وچرا اور بغیر کسی تاویل کے ایمان لانا فرض ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فتح البـاری ج ۱۳ ص ۳۴۵ (طبع ثانی) پر فرماتے ہیں۔

ابو القاسم لالکائی نے بسند متصل امام محمد بن حسن شیبانی رح سے روایت کیا ہے "وہ فرماتے ہیں مشرق سے مغرب تک کے تمام فقہا قرآن کریم پر اور ثقہ راویوں کی روایت کردہ اُن صحیح روایات پر بغیر کسی تشبیہ و تفسیر کے ایمان لانے کو فرض قرار دیتے ہیں جو پروردگار عالم کی "صفات" کے بیان میں آئی ہیں، جو شخص ان "صفات" میں سے کسی صفت کی بھی کوئی تفسیر یا تاویل کرے اور جہم بن صفوان کا مسلک اختیار کرے وہ اللہ کے اس دین سے خارج ہے جس پر صحابہ اور سلف صالحین قائم تھے اور وہ اُمت مسلمہ کے دائرہ سے نکل گیا اس لئے کہ اس نے پروردگار عالم (کی اصلی اور حقیقی صفات چھوڑ کر اس) کی (خود ساختہ اور) بے معنی صفات ثابت کردیں"

ائمہ احناف کی طرف جہمی ہونے کی نسبت بغض وعناد کا مظاہرہ ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: (امام محمد رح کی اس تصریح کے ہوتے) اب جو کوئی ہمارے ائمہ احناف (امام ابوحنیفہ رح، امام ابو یوسف رح امام محمد رح) کو جہمیہ فرقہ کی جانب منسوب کرے یہ اس کی نگاہ بغض وعناد کی کج بینی ہے کہ اسے بُرائیاں ہی برائیاں نظر آتی ہیں (اچھائیاں نظر آتی ہی نہیں)

اس (بطلان تاویل کے) سلسلہ میں حافظ ابن حجر رح نے ائمہ دین کے اور بھی کچھ آثار و اقوال نقل کئے ہیں چنانچہ حضرت مصنف رحمہ اللہ حاشیہ پر ان اقوال کو نقل کرتے ہیں:

(۱) حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں: محدث لالکائی نے اپنی کتاب السنۃ میں حسن بصری عن امہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق (سند) سے روایت کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ کی صفت عرش پر) استواء مجہول نہیں ہے (سب جانتے اور

سمجھتے ہیں، ہاں اس کی کیفیت (اور صورت) کا سمجھنا عقل انسانی کے دائرہ ادراک سے باہر ہے اور اس کا اقرار کرنا (کہ اللہ تعالیٰ کے لئے استواء علی العرش ثابت ہے) فرض عین ہے اور اس کا انکار کفر صریح ہے "

(۲) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے "مناقب" میں یونس بن عبد العلی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام اور صفات ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جس شخص نے دلیل قائم ہونے (یعنی معلوم ہونے) کے بعد انکار کیا وہ کافر ہوگیا، ہاں دلیل قائم ہونے (اور معلوم ہونے) سے پہلے اگر کوئی انکار کرے تو اس کو "جہالت" کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات انسانی فہم وفراست سے نہیں معلوم کئے جا سکتے لہٰذا ہم (بے چون وچرا) ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے (اور مانتے) ہیں، مگر تشبیہ کا انکار ضرور کریں گے (اس لئے کہ اللہ اور اس کی صفات کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی مثلاً ہم کہتے ہیں کہ وہ سنتا ہے مگر ہماری طرح کانوں سے نہیں، وہ دیکھتا ہے مگر ہماری طرح آنکھوں سے نہیں) جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے تشبیہ کی نفی کی ہے اور فرمایا ہے لیس کمثلہ شئی (کوئی چیز بھی اس کی مانند نہیں)

تاویل باطل کی مضرت اور مؤول کا فرض | حافظ ابن قیم رحمہ اللہ شفاء العلیل ص ۸۲ پر فرماتے ہیں۔

باطل تاویل انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی "شریعت" کو معطل (بیکار و بے معنی) بنا دیتی اور متکلم (صاحب شریعت) پر جھوٹ لگانے کا موجب ہے کہ اس کی مراد یہ ہے "جو مؤول بتلاتا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے) اسی لئے تاویل باطل، حق کو باطل اور باطل کو حق بنا ڈالتی ہے اور متکلم کی جانب اس "چیستاں گوئی" اور "فریب کاری" کو منسوب کرتی ہے جو اس کی شایان شان نہیں (یعنے مؤول کی

تاویل کو صحیح مان لینے کی صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ متکلم نے دانستہ اپنی مراد کو چھپانے کی غرض سے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے ظاہری معنی سے اس کی مراد نہ سمجھی جا سکے اور لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں اسی کا نام تلبیس اور چیستاں گوئی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ بغیر کسی علم و یقین کے یہ کہنا کہ متکلم کی مراد یہی ہے (جو مؤول کہتا ہے) صریح بہتان و افتراء ہے،

لہٰذا ہر تاویل کرنے والے کا فرض ہے کہ

(۱) پہلے وہ یہ ثابت کرے کہ از روے لغت و قواعد عربیت اس "معنی" کے مراد لینے کی گنجائش ہے (جو مؤول کہتا ہے)

(۲) اس کے بعد وہ (حوالے دیکر) یہ ثابت کرے کہ متکلم نے اس لفظ کو اس معنی میں اکثر و بیشتر استعمال کیا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی جگہ اس نے اس لفظ کو ایسے طریق پر استعمال کیا ہے کہ اس معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہے تو وہاں اس لفظ کو اسی "معروف الاستعمال" معنی پر حمل کیا گیا ہے۔

(۳) نیز مؤول کے ذمہ یہ بھی لازم ہے کہ وہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹانے کی یا حقیقی معنی کے بجائے معنی مجازی یا استعارہ مراد لینے کی کوئی قوی اور معارضہ سے خالی دلیل قائم کرے۔ ورنہ اس کا یہ دعویٰ (تاویل) دعویٰ بلا دلیل سمجھا جائے گا اور ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

ثبوت و تائید | حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتاویٰ ج ۴ ص ۲۹۷ پر تکفیر روافض کے ذیل میں فرماتے ہیں

پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ (روافض) "مؤول" ہیں تو ان کی "تاویلیں" ہرگز لائق قبول نہیں ہیں بلکہ ان کے مقابلہ میں تو خوارج اور مانعین زکوٰۃ کی "تاویلیں" زیادہ معقول ہیں چنانچہ خارجی قرآن کریم کے مکمل اتباع کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں (اور

یہ روافض تو سرے سے قرآن کو ہی ناقص اور ناقابل اعتماد کہتے ہیں) اسی طرح منکرین زکوٰۃ کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے خطاب کر کے فرمایا ہے خذ من اموالہم صدقۃ یہ خطاب اور حکم صرف نبی کے لئے تھا (چنانچہ جب تک نبی نے زکوٰۃ لی ہم نے نکالی اور دی) غیر نبی کو زکوٰۃ دینا ہم پر فرض نہیں ہے (کہ ہم زکوٰۃ نکالیں اور اس کو دیں) چنانچہ نہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دیتے تھے اور نہ ہی اپنے مال سے زکوٰۃ نکالتے تھے (مگر اس تاویل کے باوجود ان کو مرتد اور واجب القتل قرار دیا گیا)

ص ۲۸۵ ج ۴ پر فرماتے ہیں

تمام صحابہ اور ان کے بعد آئمہ "منکرین زکوٰۃ" سے جنگ کرنے پر متفق تھے اگرچہ وہ پنجگانہ نماز بھی پڑھتے تھے رمضان کے روزے بھی رکھتے تھے مگر اس کے باوجود اُن کا کوئی شبہ (تاویل) صحابہ کے نزدیک لائق قبول نہ تھا اسی لئے وہ مرتد تھے اور منع زکوٰۃ پر ان سے جنگ کی جاتی تھی اگرچہ وہ نفس زکوٰۃ کے وجوب کے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے فرض ہونے کے قائل تھے۔

مانعین زکوٰۃ کو "مسلمان باغی" سمجھنا سخت غلطی اور گمراہی ہے | صفحہ ۲۹۶ پر مزید فرماتے ہیں

لیکن جس شخص نے یہ سمجھا کہ ان (مانعین زکوٰۃ) سے جنگ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کی طرح کی گئی ہے اُس نے بہت بڑی غلطی کی اور وہ حق سے بہت بہت دور جا پڑا اس لئے کہ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کے پاس کم از کم جنگ کرنے کی کوئی لائق قبول تاویل اور معقول وجہ تو ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ بغاوت پر آمادہ ہوتے ہیں اسی لئے علماء حق کا کہنا ہے کہ امام (خلیفہ) کو (جنگ سے پہلے) ان باغیوں سے خط و کتابت اور نامہ و پیام کرنا چاہیے اور اگر وہ کسی ظلم و جور کو (اپنی بغاوت کا) سبب بتلائیں تو فوراً اس کا ازالہ کرنا چاہیے (اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض

بغاوت کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتے اس کے برعکس منکرین زکوٰۃ کو بغیر کسی گفت وشنید کے محض انکار زکوٰۃ کی بنا پر مرتد اور واجب القتل قرار دیدیا گیا)

بعض مرتبہ تاویل زوال ایمان کا سبب بن جاتی ہے | حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بغیۃ المرتاد کے ص ۶۹ پر فرماتے ہیں

ہمارا مقصد یہاں صرف اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ عموماً اس قسم کی تاویلیں قطعی طور پر باطل ہوتی ہیں اور جو شخص بھی ان کو اختیار کرتا یا لائق قبول قرار دیتا ہے وہ خود بسا اوقات اسی جیسی یا بالکل وہی تاویلیں کر کے گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے ؛ لہٰذا ان تاویلات کا دروازہ کھولنا یا کھولنے کی اجازت دینا انتہائی خطرناک ہے)

چنانچہ اسی بغیۃ المرتاد کے ص ۱۳۵ پر حافظ ابن تیمیہ رح نے اسی ذیل میں ابن ھود کا تذکرہ کیا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ "عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت اس پر نازل ہوگئی ہے"

جو شخص نبوت کو اکتسابی کہتا ہے وہ زندیق ہے

زرقانی میں ج ۶ نوع ثالث، مقصد سادس ص ۱۸۸ پر لکھا ہے

ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے (انسان اپنی کوشش دکاوش سے اس کو حاصل کرسکتا ہے اسی لئے) اس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا یا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہے، وہ شخص "زندیق" ہے اس کو قتل کردینا واجب ہے اس لئے کہ وہ قرآن عظیم اور خاتم النبیین دونوں کی تکذیب کرتا ہے"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے اس کے لئے

ضروری ہے کہ وہ نبوت کے "سلب" ہو جانے کا بھی قائل ہو، اور بعینہ یہی عقیدہ یہودیوں کا ہے چنانچہ بلعم بن باعور کے متعلق یہودی کہتے ہیں کہ بلعم (ملعون وممسوخ ہونے سے پہلے) قوم مواب کا نبی تھا جیسا کہ ابن حزم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے (ابن السطور میں روح المعانی ص ۲۱۲ ج ۳ کی مراجعت کی روایت فرماتے ہیں) فرماتے ہیں: اور یہی کچھ اس مرتد ومتنبی (مرزائے قادیان) کا حال ہے اس لئے کہ آخر وقت میں اس کا ایمان بھی سلب ہو گیا تھا اور یہ بہی بدترین موت مرا ہے

نبوت کو اکتسابی ماننے والوں کے قول کی تفصیل اور تردید شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے شرح عقیدۂ سفارینی میں ص ۲۵۷ پر منقول ہے

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت ایک "اکتسابی" کمال ہے (ہر شخص محنت کر کے اس کو حاصل کر سکتا ہے) چنانچہ مسلمانوں میں زندیقوں کی ایک ایسی جماعت ہوئی ہے جنہوں نے نبی بننے کی کوششیں کی ہیں (حالانکہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے)

حاصل (واقعہ) یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا ایک "فضل وانعام" ہے اور "خداداد عطیہ اور نعمت" ہے وہ جسکو یہ شرف بخشنا چاہتا ہے اسی کو اس سے نوازتا اور نبی بناتا ہے نہ کوئی اپنے علمی کمال سے اس مرتبہ کو پہونچ سکتا ہے نہ اپنی محنت اور کوشش وکاوش سے، اور نہ ہی ولایت کی استعداد وقابلیت سے کوئی اس کو پا سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت ومصلحت کے تحت) اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتے ہیں اس نعمت کے ساتھ مخصوص فرما دیتے ہیں لہٰذا جو شخص نبوت کے "کسبی" ہونے کا مدعی ہے وہ "زندیق" ہے اس کو قتل کر دینا فرض ہے۔ اس لئے کہ اس عقیدہ اور قول کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہ ہونا چاہیے (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاء نہ تھے) اور یہ عقیدہ قرآن حکیم کی نص "وخاتم النبیین" کے بھی مخالف ہے اور "متواتر" حدیث کے بھی خلاف ہے کہ "آپ خاتم النبیین ہیں"، اسی لئے ماتن (صاحب عقیدہ سفارینی) نے الی الاجل (ایک مدت تک) کا اضافہ

فرمایا ہے یعنی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے اس علیم و حکیم پروردگار نے جس کو اس شرف سے نوازنا چاہا ایک مدت تک نوازا اور یہ سلسلہ نوع انسانی کے جدّ اول حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوا اور حبیب اللہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ختم ہوگیا۔

اس عقیدہ کی سزا صبح الاعشیٰ میں ج ۱۳ ص ۳۰۵ پر لکھا ہے

یہ دونوں عقیدے ان عقائد باطلہ میں سے ہیں جن پر ان کی تکفیر کی گئی ہے ایک یہ کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری اور باقی رہنے کے قائل ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاتم النبیین ہونے کی خبر دیدی ہے دوسرے یہ کہ نبوت اکتسابی ہے کوشش و کاوش سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

صلاح صفدی نے لامیۃ العجم کی شرح میں نقل کیا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے عمارۃ یمنی نامی شاعر کو صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ وہ اس جماعت کا علمبردار تھا جو دولت فاطمین کے زوال اور خاتمہ کے بعد دوبارہ اس کے احیاء کے لئے میدان میں آئی تھی جس کی تفصیل اس سے قبل مقالہ ثانیہ "ممالک مصر کی حکومتوں" کے ذیل میں بیان ہوچکی ہے۔ اور اس جرم کے ثبوت میں سلطان صلاح الدین نے عمارۃ کے قصیدہ کے مذکورہ ذیل شعر پیش کئے تھے۔

وکان مبدأ ھذا الدین من رجل — اس دین کی ابتدا ایک ایسے شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوئی

سعیٰ فاصبح یدعیٰ سید الامم — جو اپنی ذاتی کوششوں اور کاوشوں سے سید الامم کہلانے لگا

دیکھئے اس شعر میں عمارۃ نے کس بے باکی سے حضور کی نبوت کو اکتسابی کہا ہے استغفر اللہ۔

تکفیر کی دلیل ظنی بھی ہو سکتی ہے

یعنے جن دلائل کی بنا پر کسی شخص کو کافر کہا جائے ان کا قطعی ہونا ضروری نہیں بلکہ ظنی دلیل بھی کافی ہوتی ہے بالکل اسی طرح جیسے حالت جہاد میں کسی شخص کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شک ہو تو ظن غالب سے فیصلہ کیا جاتا ہے اسی طرح تکفیر کے مسئلہ میں بھی ظن غالب سے فیصلہ کیا جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ التفرقہ میں ص ۱۷ پر فرماتے ہیں۔

یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ (کسی کے) کافر ہونے یا نہ ہونے کا علم ہر مقام پر قطعی دلیل سے ہونا ضروری ہے بلکہ تکفیر (کسی کو کافر کہنا) بھی ایک حکم شرعی ہے جس پر اس شخص کے مال کے مباح اور قتل کے روا ہونے (کا حکم دنیا میں) اور مخلد فی النار ہونے کا حکم (آخرت میں) مرتب ہوتا ہے لہٰذا اس حکم کا ماخذ اور ثبوت بھی باقی تمام احکام شرعیہ کے مانند ہوگا جو کبھی قطعی اور یقینی دلائل پر مبنی ہوتے ہیں اور کبھی دلائل ظنیہ یعنے ظن غالب پر اور کبھی اس میں شک اور تردد بھی ہوتا ہے لہٰذا تکفیر میں جہاں شک و تردد ہوگا وہاں کافر کہنے یا نہ کہنے میں توقف کرنا بہتر ہے (بہرحال ظنی دلائل تکفیر کا حکم لگانے کے لئے یقیناً کافی ہیں ان کے موجود ہوتے "توقف" نہیں کیا جائے گا)

تکفیر کا حکم قیاس پر بھی مبنی ہو سکتا ہے

امام غزالی اسی التفرقہ کے ص ۴ پر فرماتے ہیں۔

الیواقیت میں بھی اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور امام کردری کی وجیز سے نقل کیا ہے (کہ قیاس کی بنا پر تکفیر کی جا سکتی ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر بھی مثلاً "رقیت" (غلامی) اور "حریت" (آزادی) کی مانند ایک حکم شرعی ہے (یعنے جس طرح ہم کسی

شخص کے غلام یا آزاد ہونے کا فیصلہ قیاس سے کر سکتے ہیں اسی طرح کسی شخص کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ بھی قیاس سے کر سکتے ہیں) اس لئے کہ کسی شخص کو کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں اس کی جان و مال مباح ہے اور آخرت میں اس کے لئے ابدی جہنم ہے (اور یہ ایک حکم شرعی ہے) اس کا ذریعۂ علم بھی شرعی ہونا چاہیئے (دیگر احکام شرعیہ کی طرح یہ بھی) یا نص قطعی سے ثابت ہوگا یا (نص قطعی نہ ہونے کی صورت میں) کسی اور نص قطعی پر قیاس کیا جائے گا۔ الیواقیت میں (کردری کی طرح) خطابی سے بھی یہی منقول ہے۔

جس تاویل سے دین کو نقصان پہونچتا ہو اگرچہ اسکی گنجائش بھی ہو تب بھی مؤوِّل کی تکفیر کی جائیگی

امام موصوف اسی التفرقہ کے ص ۱۶ پر فرماتے ہیں۔

باقی جس تاویل سے دین کو ضرر پہونچے وہ محل اجتہاد اور محتاج غور و فکر ہے اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر کہا جائے اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر نہ کہا جائے (لیکن) اگر غور و فکر سے یہ ثابت ہو کہ اس سے یقیناً دین کو نقصان پہونچتا ہے تو تکفیر کی جائے گی ورنہ نہیں گویا مدار تکفیر دین کو نقصان پہونچنے پر ہے تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے)

کبھی تاویل کیلئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ بھی محل تردد اور محتاج غور و فکر بن جاتا ہے ایسی صورت میں بھی ظن غالب ہی فیصلہ کیا جائے گا

التفرقہ ص ۲۶ پر فرماتے ہیں۔

پھر کچھ بعید نہیں کہ بعض مسائل میں تاویل اس قدر بعید (از فہم وقیاس) ہو کہ اس کے تاویل یا تکذیب ہونے میں شک اور تردد واقع ہو جائے اور غور وفکر کی ضرورت پیش آئے ایسی صورت میں بھی گمان غالب اور مقتضاء اجتہاد سے فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (تکفیر کا) مسئلہ اجتہادی ہے۔

ایک ہی بات کبھی موجب کفر ہوتی ہے کبھی نہیں | حضرت مصنف قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں: بعض اوقات ایک ہی کلمہ ایک حالت میں موجب کفر ہوتا ہے اور ایک حالت میں موجب کفر نہیں ہوتا اسی طرح ایک شخص کے لئے موجب کفر ہوتا ہے اور ایک کے لئے نہیں مثلاً کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الدباء (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسند فرمایا کرتے تھے) یہ حدیث سُن کر ایک شخص (بطور تاسف) کہے لا احب الدباء (مجھے کدو اچھا نہیں لگتا) اور اس کا مقصد اپنی محرومی اور کم نصیبی کا اظہار ہو یا صرف واقعہ کا اظہار، تو اس کہنے سے کچھ نہ ہوگا لیکن اگر یہی حدیث سُنکر (بطور کراہت واستحقار) گستاخی اور بے باکی کے انداز میں جیسے ایک برابر کا آدمی دوسرے برابر کے آدمی کے مقابلہ پر کہتا ہے یہی کلمہ بلند آواز اور گستاخانہ لب ولہجہ میں کہے انا لا احب الدباء (میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا) تو یہی کلمہ موجب کفر ہے اور (توبہ نہ کرے تو) یہ شخص کافر ہے۔ فتاویٰ کے بہت سے جزئیات اسی اصول پر مبنی ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل ماخذوں کی مراجعت کیجئے،

۱۔ تحفہ اثنا عشریہ، مقدمہ ثانیہ، باب التولی والتبری

۲۔ علماء کلام وعقائد کی مسئلہ خلق قرآں میں متکلم اور غیر متکلم کے فرق کی بحث

۳۔ " " ، حرام نعیرہ کو حلال سمجھ لینے میں عالم اور جاہل کے فرق کی بحث

ان تمام ماخذوں کی بحث وتحقیق کا حاصل یہی ہے کہ اختلاف حالات کے اعتبار سے احکام مختلف ہوتے ہیں، جلال الدین سیوطی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ شرح شفا ج ۴ ص ۳۴۸ پر مذکور ہے حافظ ابن تیمیہ نے بھی بغیۃ المرتاد ص ۳۴۶ پر یہی تحقیق بیان کی ہے۔

مواہب نوع ثالث مقصد سادس کی بھی مراجعت کیجئے

تنبیہ

تکفیر کے لئے تکذیب ضروری نہیں ہے | حضرت مصنف قدس اللہ سرہٗ ایک اہم نکتہ پر متنبہ فرماتے ہیں یاد رکھو! مسئلہ تکفیر پر بحث کرنے والے اکثر علماء نے کسی امر متواتر کے انکار یا تاویل کو تکذیب شارع (شارع علیہ السلام کو جھٹلانے) کا موجب اور مستلزم قرار دیا ہے اور یہ (تکذیب) یقیناً کفر ہے العیاذ باللہ۔ لیکن مذکورہ ذیل مراجع سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تکفیر کا مدار تکذیب نہیں ہے بلکہ کسی بھی "امر متواتر" کا انکار، شارع علیہ السلام کی عملاً اور اعتقاداً اطاعت قبول نہ کرنے اور شریعت کو رد کرنے کے مرادف (اور مستقلاً موجب کفر) ہے اگر شارع علیہ السلام کو جھوٹا نہ بھی کہے تب بھی یہ کھلا ہوا کفر ہے جیسا کہ حموی نے اور ابن عابدین نے رد المحتار میں (ج ۳ ص ۲۹۲ پر) اور طحطاوی نے کفر کی تعریف کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ (مسئلہ تکفیر میں) تکذیب شارع کا مطلب شارع علیہ السلام کی اطاعت وانقیاد کو قبول نہ کرنا ہے نہ کہ کذب کی طرف منسوب کرنا۔ علامہ تفتازانی نے بھی تلویح میں یہی بیان فرمایا ہے۔

کفر کی ایک نئی قسم، محض خواہش نفس اور سرکشی کی بنا پر انکار کرنا | حافظ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول ص ۵۲۴ پر فرماتے ہیں۔

کبھی انکار و تکذیب (عدم قبول) ان تمام امور کے یقینی علم کے بعد جن پر ایمان لانا ضروری ہے، محض سرکشی و سرتابی، یا نفسانی اغراض کے اتباع پر مبنی ہوتا ہے اور یہ حقیقت میں کفر ہے اس لئے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے متعلق وہ سب کچھ جانتا ہے جن کی خبر دی گئی ہے اور دل میں ان تمام امور کی تصدیق بھی کرتا ہے جن کی مومنین تصدیق کرتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ (احکام شرعیہ) اس کی اغراض وخواہشات کے موافق نہیں ہیں ان کو ناپسند کرتا ہے اور ان سے ناخوش و ناراض ہے اور کہتا ہے کہ "میں تو ان کو نہیں مانتا اور نہ میں ان کا پابند ہوں

بلکہ میں تو اس حق کو قہر و غضب کی نظر سے دیکھتا ہوں نفرت کرتا ہوں، پس یہ کفر کی ایک نئی قسم ہے (کہ دل میں ایمان ہے اور زبان پر کفر) جو پہلی قسم سے مختلف ہے اور اصول دین کے اعتبار سے اس کا کفر ہونا قطعی طور پر معلوم ہے۔ قرآن اس قسم کے معاندین و مستکبرین کی تکفیر سے بھرا پڑا ہے۔ بلکہ ایسے کافر کی سزا اور کافروں سے زیادہ سخت ہے۔

ما انزل اللہ کے اقرار کے باوجود انسان کافر ہو جاتا ہے حافظ ابن تیمیہ رح اسی الصارم المسلول کے ص ۵۱۲ پر فرماتے ہیں۔

امام ابو یعقوب ابراہیم بن اسحاق حنظلی نے جو ابن راھویہ کے نام سے مشہور اور امام شافعی رح و امام احمد رح کے پایہ کے امام ہیں، فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو یا اللہ کے رسول کو سب و شتم کیا یا ما انزل اللہ (یعنے دین) کی کسی بھی چیز کو رد کیا یا کسی بھی نبی کے قتل کا مرتکب ہوا وہ قطعاً کافر ہے اگرچہ ما انزل اللہ (دین و شریعت) کا اقرار بھی کرتا ہو۔

مسلمان ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کافی نہیں عمل بھی ضروری ہے حافظ ابن تیمیہ رح کتاب الایمان میں ص ۲۰۸ پر امام حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ امام حمیدی نے فرمایا کہ "مجھے تبلایا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں:

کہ جو شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج (وغیرہ تمام ارکان دین کا اقرار تو کرتا ہے مگر مرتے دم تک ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کرتا (نہ صرف یہ) بلکہ ساری عمر قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھتا رہے وہ بھی مسلمان ہے جبتک کہ صراحتاً انکار نہ کرے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ" ارکانِ دین کو عملاً ترک کرنے کے باوجود میں مومن ہوں، اس لئے کہ میں ان تمام فرائض اور استقبال قبلہ کا اقرار کرتا ہوں" (یعنے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ مومن ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی ہے عمل کرنا ضروری نہیں ہے) امام حمیدی فرماتے ہیں میں نے یہ سنکر کہا کہ یہ تو کھلا

ہوا کفر ہے اور یہ حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور علماء اسلام کے (فیصلہ کے) خلاف ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین — اور ان (کفار) کو تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صدق دل سے صرف اللہ کی عبادت کریں (مگر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اس لئے جہنمی ہوئے)

اس کے بعد امام حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے بھی سنا ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو (کہ ایمان کے لئے صرف اقرار کافی ہے عمل ضروری نہیں) وہ کافر ہے اس لئے کہ اللہ کے حکم اور رسول کی شریعت کو اس نے رد کر دیا۔

مصنف فرماتے ہیں خفاجی کی شرح شفاج ۴ ص ۳۰۴ پر بھی یہی مذکور ہے۔

تاویل کلام شارع علیہ السلام کی تنقیص کے مرادف ہے | مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (ماجاء بہ الشارع میں کسی مؤول کا) تاویل کرنا درحقیقت صاحب شریعت کی تحقیق (و بیان) میں غلطی نکالنے کے مرادف ہے اور یہ کہ شارع علیہ السلام کی تحقیق سطحی (اور غلط) ہے درحقیقت حق وہ ہے جو مؤول کی خود اپنی تحقیق ہے یہ (زعم) بیشک و شبہ کھلا ہوا کفر ہے اس لئے کہ جس شخص کا زعم یہ ہو کہ میں شریعت کے حقائق (اور اس کے اساسی اصول و اغراض) کو صاحب شریعت سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں وہ یقیناً کافر ہے اگرچہ شارع کی تکذیب (اعاذنا اللہ منہ) اس کے خیال میں نہ بھی ہو۔

پس کسی بھی امر متواتر میں تاویل، جب تک کوئی قطعی اور یقینی دلیل اس کی صحت پر موجود نہ ہو اس وقت تک العیاذ باللہ صاحب شریعت کی تجہیل و تحمیق کے مرادف ہے اور (گویا) جو خلل اور نقص (پناہ بخدا) شارع سے رہ گیا ہے اس کی اصلاح کے ہم معنی ہے۔ صرف اس عقیدہ کی بنا پر ہی مؤول کی تکفیر کی جا سکتی ہے کسی اور دلیل کی مطلق ضرورت نہیں ہے یہ زعم بذات خود کفر ہے۔

اس لئے کہ وہ امر جس کی تاویل کی جا رہی ہے اگر متشابہات یا صفات الٰہیہ میں سے ہے (جن کی حقیقت اور مراد سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا) تو ظاہر ہے کہ صاحب شریعت کی تعبیر

سے زیادہ جامع اور بہتر تعبیر اور کسی کی نہیں ہو سکتی (اس لئے کہ شارع علیہ السلام صاحب وحی والہام اور علم الاولین والآخرین کے مالک ہیں بڑے سے بڑا صاحب کشف والہام ولی بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام علم تک نہیں پہونچ سکتا) اور اگر وہ امر متشابہات میں سے نہیں ہے تب بھی صاحب شریعت کی بیان کردہ مراد کو غلط کہنا کسی صورت میں بھی قابل برداشت اور درست نہیں ہو سکتا (اس لئے کہ شریعت کی مراد کو صاحب شریعت سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے؟) ہاں صرف ایک صورت ہے کہ کسی ایسے امر متشابہ کی مراد (جس کے بیان سے صاحب شریعت نے سکوت فرمایا ہے) بطور احتمال بیان کی جائے (تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے) مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں (اس لئے کہ اگر بیان مراد کی گنجائش ہوتی تو شارع سکوت نہ فرماتے) اس لئے اُس کی مراد کو اللہ کے سپرد کر دینے میں ہی عافیت ہے باقی رہے وہ متواتر امور جن کی مراد بالکل واضح (اور بطور تواتر شارع سے منقول) ہے ان کو ظاہری معنی سے ہٹا کر کوئی اور مراد بیان کرنا تو قطعاً کفر ہے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔

فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین	بیشک اے نبی وہ کفار تجھ کو تو جھوٹا نہیں کہتے یہ ظالم
بآیات اللہ یجحدون	تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ (مسئلہ تکفیر پر ہماری کوشش وکاوش ہے) باقی اللہ اور اس کا رسول اس سے زیادہ جانتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کا علم ہی زیادہ کامل اور محکم ہے مناسب ہے کہ ہم اس بحث کا خاتمہ، خاتم المحدثین شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے بیان پر کریں حضرت شاہ صاحب کی تحقیق ان کے فطری تفقہ اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلا ہوا ایک نور ہے۔

خاتمہ

شیخ المشائخ خاتمۃ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ کی تحقیق انیق

مسئلہ تکفیر میں ایک تضاد اور اس کی تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ فتاویٰ عزیزیہ ج ا ص ۴۴ پر فرماتے ہیں۔

تضاد مسئلہ: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ شرح عقائد میں فرماتے ہیں:۔

علماء اہل کلام کے ان دو اقوال کو جمع کرنا بہت دشوار ہے (۱) اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جائے (۲) جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو یا (آخرت میں بھی) اللہ تعالیٰ کی رویت (دیدار) کو محال کہتا ہو یا شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتا یا ان پر لعنت بھیجتا ہو (اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو) اس کو ضرور کافر کہا جائے

علامہ شمس الدین خیالی کی تحقیق محقق شمس الدین خیالی حاشیہ شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

علماء اہل سنت کا یہ اصول کہ "صاحب قبلہ کو کافر نہ کہا جائے" اس کے معنی یہ ہیں کہ "اجتہادی مسائل کے انکار پر (کسی اہل قبلہ کو) کافر نہ کہا جائے"۔ اس لئے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرے اس کی تکفیر میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ہے (ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے) علاوہ ازیں یہ اصول (کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے) صرف امام ابوالحسن اشعری اور ان کے بعض متبعین کا قول ہے باقی تمام اشاعرہ شیخ اشعری سے اس اصول میں متفق نہیں ہیں اور یہی وہ تمام اشاعرہ ہیں جو معتزلہ اور شیعہ کو ان کے بعض عقائد (جس کا اوپر تذکرہ آیا ہے) کی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا ان ہر دو اقوال کو جمع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لئے کہ

قولِ اوّل کے قائلین خود آپس میں متفق نہیں۔

حضرت شاہ صاحب کا اس تحقیق پر اعتراض | حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس میں کوئی خفا نہیں کہ علامہ خیالی کا جواب اول ایک " عام " اصول اور مسلمہ ضابطہ میں بغیر کسی دلیل کے "تخصیص" کرنے اور " مطلق " کو " مقید " بنانے کے مرادف ہے اور دوسرا جواب اس پر مبنی ہے کہ دونوں قولوں کے قائلین الگ الگ ہیں حالانکہ (واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ) جو لوگ اس اصول کے قائل ہیں وہی عقیدۂ خلق قرآن پر، سب وشتم پر، عالم کو قدیم ماننے پر، علم جزئیات کے انکار پر، تکفیر بھی کرتے ہیں (لہٰذا تضاد موجود ہے اور جمع وتطبیق کی ضرورت باقی ہے)

میر سید شریف کی تحقیق | میر سید شریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا " یہ شیخ ابوالحسن اشعری رح اور فقہا کی تحقیق ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، لیکن ہم جب گمراہ فرقوں کے عقائد کی چھان بین کرتے ہیں تو ان میں بہت سے ایسے عقائد ملتے ہیں جو قطعاً موجب کفر ہیں مثلاً (۱) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور معبود کے وجود، یا کسی انسان میں اس کے "حلول" سے متعلق عقائد (۲) یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار یا آپ کی توہین وذم سے متعلق عقائد و اقوال (۳) یا محرمات شرعیہ کو حلال اور فرائض شرعیہ کو ساقط قرار دینا (لہٰذا ہم شیخ اشعری اور فقہا کے اس اصول سے اتفاق نہیں کر سکتے بلکہ اگر کوئی مسلمان فرقہ موجب کفر عقائد واعمال واقوال کو اختیار کرے گا تو ہم اس کو ضرور کافر کہیں گے اگرچہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا اور خود کو مسلمان کہتا ہو)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

(اہل قبلہ سے ہر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا مراد نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا مشہور ومعروف مقولہ میں " اہل قبلہ " سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو

ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں (گویا قبلہ دین سے کنایہ ہے مراد دین کو ماننے والے لوگ) نہ کہ وہ شخص جو صرف قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

لیس البران تولوا وجوھکم	نیکی اور دینداری صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب
قبل المشرق والمغرب ولکن	کی جانب منہ پھیر لو بلکہ نیک (اور دیندار) وہ شخص ہے
البر من آمن باللہ والیوم	جو اللہ (کی ذات وصفات) پر اور یوم آخر (یعنے حیات
الآخر الآیۃ	بعد الموت اور جزاء اعمال) پر ایمان رکھتا ہو آخر آیت تک

ضروریات دین — لہذا جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہے وہ اہل قبلہ (اور مسلمان) رہتا ہی نہیں۔ اس لئے کہ محققین کے نزدیک ضروریات دین صرف تین (قسم کے امور) ہیں (۱) کتاب اللہ کی آیات کا مدلول (مصداق) بشرطیکہ وہ ایسی صریح نصوص ہوں جن میں کوئی تاویل ممکن نہ ہو مثلاً ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت (یعنے اُن سے نکاح حرام ہونا) شراب اور جوئے کی حرمت، یا اللہ تعالیٰ کے لئے علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ صفات کو ثابت کرنا (یعنے ماننا) یا مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین (سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ) سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا عقیدہ اور یہ کہ ان کی تحقیر وتوہین (کسی صورت میں بھی) جائز نہیں ہے (۲) لفظی اور معنوی متواتر احادیث خواہ اعتقادیات سے متعلق ہوں خواہ اعمال واحکام سے وہ احکام خواہ فرض ہوں خواہ نفل مثلاً اہل بیت رسول اللہ سے محبت کا فرض ہونا، خواہ وہ حضور کی ازواج مطہرات ہوں خواہ صاحبزادیاں، جمعہ، جماعت، اذان اور عیدین (وغیرہ شعائر دین) کو ماننا (۳) وہ امور جن پر قطعی طور سے امت کا اجماع منعقد ہوچکا ہے مثلاً صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ... کی خلافت (کے برحق ہونے) کا عقیدہ اور اس کے علاوہ امت کے باقی اجماعی عقائد واحکام۔

جو شخص ان امور کو نہیں مانتا اس کا ایمان معتبر نہیں — فرماتے ہیں: اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص اس قسم کے عقائد واحکام کا انکار کرتا ہے اس کا ایمان کتاب اللہ اور انبیاء پر بھی معتبر نہیں

اس لئے کہ (مثلاً) قطعی اجماع کو غلط کہنا پوری امت کو گمراہ کہنے کے مرادف ہے اور قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ کا انکار ہے

(۱) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس	(۱) تم وہ بہترین اُمت ہو جس کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے
(۲) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین۔	(۲) جو کوئی ہدایت کے ظاہر و واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور "مومنین کی راہ کے علاوہ اور کوئی راہ" اختیار کرے گا۔
(۳) لا تجتمع امتی علی الضلال	(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میری امت گمراہی پر مجتمع اور متفق نہ ہوگی۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث از روے معنی متواتر ہے لہذا اس قسم کے امور کا منکر اہل قبلہ (مسلمان) ہے ہی نہیں۔

ضروریات دین کی تعریف | چنانچہ بعض علما نے ضروریات دین کی تعریف یہ کی ہے :۔" وہ عقائد واحکام جن کے دین ہونے کا علم مسلم اور غیر مسلم سب کو یکساں ہو"

اس تعریف کے متعلق حضرت مصنف کی رائے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہماری نظر سے جو کتابیں گذری ان میں تو ضروریات دین کی تعریف یہ کی گئی ہے :" وہ عقائد واحکام جن کا علم ہر خاص وعام (عالم وجاہل) کو یکساں ہو"

شیخ ابوالحسن اشعری رح کے مقولہ کے متعلق شاہ صاحب کی رائے | حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: مختصر یہ ہے کہ شیخ ابوالحسن اشعری اور فقہا کا یہ قول لا نکفر احدا من اھل القبلۃ ایک مجمل (اور محتاج تفصیل) کلام ہے۔ یہ اپنے عموم پر بیشک باقی ہے لیکن اہل قبلہ اور غیر اہل قبلہ کی تعیین وتمیز نہایت اہم تفصیل کو چاہتی ہے کہ اہل قبلہ کون ہے اور کون نہیں (جس کا حاصل اور تحقیق وہی ہے جو آگے گذر چکی)

اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر جائز نہیں | فرماتے ہیں: ہاں بعض فقہانے جو ایسے اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر کی ہے جو ایک گروہ کے نزدیک مشہور و معروف ہیں ایک گروہ کے نزدیک نہیں مثلاً کُسم میں رنگے ہوئے (گیروے رنگ کے) کپڑے پہننے کی حرمت وغیرہ یہ تکفیر نہایت رکیک ہے اور یہ طریقہ غلط مسلک ہے۔

ایک اور نظریہ | بعض فقہانے اصول اور فروع میں فرق کیا ہے چنانچہ اصولی عقائد و احکام کے منکرین کو کافر کہتے ہیں اور فروعی عقائد و احکام کے منکرین کو کافر نہیں کہتے

اس نظریہ کے متعلق شاہ صاحب کی رائے | شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اگر ان حضرات کی مراد نفس اعمال ہیں (یعنے جو شخص اصولی عقائد و اعمال کا انکار کرے وہ اہل قبلہ نہیں ہے) تو ٹھیک ہے ہم اس نظریہ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اگر ان کی مراد ان اعمال کے فرض یا سنت وغیرہ ہونے کا اعتقاد ہے (یعنے نفس اعمال کا تو انکار نہ کرے مگر ان کے فرض یا سنت ہونے کا انکار کرے) تو ہم اس اصول اور فروع کے فرق کو نہیں مانتے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص مثلاً زکوٰۃ کے فرض ہونے، عہد کو پورا کرنے کے واجب ہونے پنجگانہ نمازوں کے فرض اور اذان کے مسنون ہونے کا منکر ہو وہ یقیناً کافر ہے۔ ابتداء اسلام میں مانعین زکوٰۃ سے باتفاق صحابہ جنگ کرنا اس کا واضح ثبوت ہے (کہ جو شخص فرائض شرعیہ میں سے کسی بھی فرض کی فرضیت کا انکار کرے اگرچہ اصل عمل کا انکار نہ بھی کرے وہ کافر ہے)

کفر تاویلی | فرماتے ہیں:

ہاں بعض احکام میں کفر تاویلی معتبر ہوتا ہے (یعنے مؤول کسی تاویل کی بنا پر انکار کرتا ہے اس لئے اسکو کافر نہیں کہا جاتا) لیکن ایسے واضح اور روشن امور میں تاویل نہیں سُنی جاتی جیسا کہ مانعین زکوٰۃ کی تاویل نہیں سُنی گئی جو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل

آیت سے استدلال کرتے تھے۔

ان صلوٰتك سكن لهم — بیشک آپ کی نماز (دعا) ان کے لئے سکون کا موجب ہے

(یعنے مانعین زکوٰۃ کہتے تھے جس طرح آپ کی نماز (دعا) کا موجب سکون ہونا آپ کے ساتھ مخصوص تھا اسی طرح

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم — آپ ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیجئے یہ صدقہ ان کے اموال کو پاک کردے گا

کا حکم بھی آپ کے ساتھ مخصوص تھا) اسی طرح فرقہ حرورِیہ یعنے خوارج کی تاویل نہیں سُنی گئی جو ان الحکم الا للّٰہ (حکم صرف اللہ کے لئے ہی ہے) کی بنا پر تحکیم کے باطل اور موجب کفر ہونے پر استدلال کرتے تھے (اور ان تمام صحابۂ کرام کو کافر کہتے تھے جنہوں نے حَکَم کی تجویز کو قبول کیا)

کن امور پر تکفیر نہ کرنی چاہیئے — فرماتے ہیں:

باقی قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ یا اللہ کی رُویت کا انکار (محال سمجھ کر) یا اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بطور کلی تسلیم کر لینے کے بعد ہر ہر جزئی کے تفصیلی علم کا انکار، ایسے نظری اور استدلال امور پر کسی کو کافر کہنے کا اقدام نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ان امور کے مخالفین قرآن وحدیث کی کسی صریح اور قطعی نص کا انکار نہیں کرتے (یعنے یہ امور ایسی واضح اور قطعی نصوص سے ثابت نہیں جن میں فی نفسہ تاویل کی گنجائش نہ ہو اور جس حد تک نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں اس کا اعتراف کرتے ہیں)

ایک اعتراض اور اس کا جواب کفر اور ایمان میں تقابلِ عدم وملکہ ہے — حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کرتے ہوں اور اہل قبلہ کا لفظ اس پر کیونکر دلالت کرتا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ کفر اور ایمان ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان میں تقابل

"عدم و ملکہ" کا ہے اس لئے کہ کفر کے معنی ہیں عدمِ ایمان، اور جن دو چیزوں میں "عدم و ملکہ" کا تقابل ہوتا ہے ان کے درمیان مصداق کے اعتبار سے واسطہ (یعنے تیسری صورت) نہیں ہوتا اگرچہ فی نفس الامر واسطہ ممکن ہو مثلاً نابینا اور بینا کہ نابینا اس شخص کو کہتے ہیں جس کو بینا ہونا چاہیئے مگر نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس مخلوق کو بینا ہونا چاہیئے وہ دو حال سے باہر نہیں بینا ہوگا یا نابینا یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ بینا ہو اور نہ نابینا بلکہ کوئی تیسری حالت ہو۔ اسیطرح اس میں شبہ نہیں کہ ایمان کا وہ شرعی مفہوم جو قرآن وحدیث اور تفسیر وعقائد و کلام کی کتابوں میں معتبر ہے وہ یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تمام امور دینیہ میں تصدیق کرنا جس کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ آپ (بحیثیت رسول) ان کو لیکر آئے ہیں اور ایسے شخص کا تصدیق کرنا جو اس تصدیق کا اہل ہو (یہ قید اس لئے لگائی ہے) تاکہ نابالغ بچہ، دیوانہ اور تمام حیوانات اس کے تحت نہ آئیں (اسلئے کہ یہ تینوں عقل وخرد اور علم ومعرفت سے عاری اور نااہل ہیں اس لئے نہ یہ ایمان کے مکلف (اہل) ہیں اور نہ ان کا ایمان معتبر ہے)

یہ تو ایمان کی تعریف ہوئی اور کفر کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اس تصدیق کا اہل ہو وہ ان امورِ شرعیہ میں رسول اللہ کی تصدیق نہ کرے جن کو وہ یقینی طور پر جان سکتا ہے کہ آپ ان کو لیکر دنیا میں آئے ہیں۔

فرماتے ہیں: کفر کی یہ تعریف بعینہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے اور منکر کافر ہے (لہذا کسی بھی امرِ ضروری کے منکر کو مسلمان اور اہل قبلہ نہیں کہا جا سکتا)

کفر کی چار قسمیں | فرماتے ہیں: ہاں اس تصدیق نہ کرنے کے چار مرتبے (اور صورتیں) ہیں

(۱) کفر جہل (جہالت پر مبنی کفر) یعنے رسول اللہ کی اُن اُمور میں جن کو لے کر

آپ کا دنیا میں آنا یقینی اور قطعی ہے، تکذیب (اور انکار) کرنا اس علم و یقین کے ساتھ کہ آپ (اس منکر کے زعم کے مطابق) اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ ابو جہل اور اس کے ہمنواؤں کا کفر اسی قسم کا ہے۔

(۲) کفر جحود و عناد (عناد اور جحود (جان بوجھ کر نہ ماننے) پر مبنی کفر) یعنے یہ جانتے ہوئے کہ آپ اپنے دعووں میں بالکل سچے ہیں پھر محض ضد اور عناد کی وجہ سے آپ کو جھوٹا کہنا۔ یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ان الذین آتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم	جن کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ آپ کو ایسے ہی (نبی برحق) پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلوا	(ان اہل کتاب نے) محض ہٹ دھرمی اور تکبر کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے نفسوں کو آپ کی نبوت کا یقین کامل ہے۔

فرماتے ہیں: ابلیس لعین کا کفر بھی اسی قسم کا ہے۔

(۳) کفر شک (وہ کفر جو شک و تردد پر مبنی ہو) جیسا کہ اکثر منافقین کا کفر ہے (کہ ان کو آپ کے نبی ہونے میں تردد تھا)

(۴) کفر تاویل (وہ کفر جو کسی تاویل پر مبنی ہو) یعنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی وہ مراد بتلانا جو آپ کی مراد نہیں (جیسے اللہ سے، واطیعوا اللہ میں "مرکز طاعت"، مراد لینا) یا آپ کے کلام کو تقیہ یا مصلحت کی رعایت پر محمول کرنا (جیسے شیعہ اور روافض ان احادیث کی تاویل کرتے ہیں جو افضلیت شیخین سے متعلق ہیں)

نتیجہ بحث | فرماتے ہیں:

چونکہ (نماز میں) قبلہ کی جانب رُخ کرنا ایمان (اور مومنین) کی خصوصیات میں سے ہے خواہ ازروئے عقیدہ "خاصۂ شاملہ" کہیئے خواہ ازروئے عمل "خاصہ غیر شاملہ" اس لئے علما نے اپنے اقوال میں اہل ایمان کو اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جیساکہ حدیث مندرجہ ذیل میں "مصلیٰ" (نمازی) کنایہ مسلمان سے ہے۔

نُہِیتُ عن قتل المصلین	مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے

اس حدیث میں "مُصلین" سے یقیناً مومنین مراد ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی مذکورہ ذیل نص صریح بتلاتی ہے کہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تمام امور میں تصدیق کرنے والے ہیں جنکو آپ کا (بحثیت پیغمبر) لیکر آنا یقینی طور پر معلوم ہے۔

وصدٌ عن سبیل اللہ وکفرٌ بہ	اور اللہ کی راہ (دین) سے لوگوں کو روکنا، اور اس
والمسجد الحرام واخراج اھلہ	کا انکار کرنا، اور مسجد حرام سے روکنا اور اہل حرم کو
منہ اکبر عند اللہ	حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا کفر ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کفر کی یہ چار قسمیں جو حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں بھی آیت کریمہ ان الذین کفروا سواء علیہم کے ذیل میں مذکور ہیں نیز نہایہ ابن اثیر میں ان کا ذکر موجود ہے

حضرت شاہ صاحب سے ایک استفتاء اور اس کا جواب "رکیک تاویلات کرنے والے کا حکم"	فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۱۵۶ پر فرماتے ہیں:

سوال:۔ زید حدیث شریف کے معنی میں ایسی رکیک اور بے سروپا تاویلات کرتا ہے جن سے حدیث کا انکار لازم آجاتا ہے فقہی احکام کی رو سے زید پر کیا گناہ لازم آتا ہے۔ بیاں فرمائیں۔

جواب:۔ قرآن وحدیث کی تفسیر اور معنی بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے علم صرف ونحو ولغت واشتقاق، معانی وبیان اور علم فقہ، اصول فقہ، عقائد وکلام نیز احادیث وآثار، تاریخ وسیرت کا علم حاصل ہونا ضروری ہے۔ ان علوم کو حاصل کئے بغیر قرآن وحدیث کے معنی بیان کرنے کی جرأت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں ہر صاحبِ مذہب قرآن وحدیث سے ہی (اپنے مسلک کی حقانیت پر) استدلال کرتا ہے اور اپنے مخالفین کے شبہات (واعتراضات) کا جواب دینے کے لئے تاویل پر مجبور رہوتا ہے اور قرآن وحدیث میں اپنے مذہب کے موافق تاویل کو حق سمجھتا ہے (کہ جو مطلب قرآن وحدیث کا میں نے سمجھا ہے وہی صحیح ہے) اور اپنے مذہب کے خلاف معنی کو باطل سمجھتا ہے (ایسی صورت میں) حق وباطل کی معرفت کا معیار "صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فہم" ہے اس لئے کہ حضرات صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ تعلیم کے وقت حالی اور مقالی قرائن کی مدد سے جو کچھ سمجھا اور حضور نے اس کی صراحتاً تغلیط نہیں فرمائی وہی حق ہے اور واجب القبول۔

ہٰذا یہ رکیک تاویلات کرنے والا اگر پہلے فریق میں سے ہے (یعنے علوم ضروریہ کی تعلیم سے کورا اور ناواقف ہے) تو اس کے حق میں تو (احادیث میں) شدید وعید آئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

من فسر القرآن برأیہ فلیتبوء مقعدہ من النار — جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اسکو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔

اس معاملہ (بیان مراد) میں قرآن وحدیث کا حکم ایک ہے اس لئے کہ انہی دونوں پر دین کی بنیاد قائم ہے۔ علاوہ ازیں عربی زبان میں حقیقت بھی ہے مجاز بھی، ظاہر بھی ہے اور مؤول بھی ناسخ بھی ہے اور منسوخ بھی (تو ایک جاہل انسان کس طرح ان میں سے کسی ایک کو متعین کرسکتا ہے اور اس کا فیصلہ اور سمجھ کیسے معتبر ہوسکتی ہے)

اور اگر یہ تاویل کرنے والا دوسرے فریق میں سے ہے (یعنے علوم مذکورہ کا عالم ہے اور صحابہ وتابعین کے بیان کردہ معنی اور مراد کے خلاف کوئی اور معنی ومراد بتلاتا ہے) تو یہ شخص "مبتدع" ہے۔ لہذا اس کی بدعت (تاویل) پر غور کرنا پڑے گا اگر قطعی دلائل یعنے متواتر نصوص اور قطعی اجماع کے خلاف تاویل کرتا ہے تو اس کو کافر سمجھنا چاہیے اور اگر ظنی یعنے قریب بہ یقین دلائل کا خلاف کرتا ہے مثلاً حدیث مشہور اور اجماع عرفی کا مخالف ہے تو اس کو فاسق اور گمراہ کہا جا سکتا ہے کافر نہیں اور اگر اختلاف کرنے والا ان دونوں فریق میں سے نہیں ہے تو اس کے اختلاف کو اختلاف امتی رحمۃ کے قبیل سے سمجھنا چاہیئے۔

لیکن ان تینوں مرتبوں اور فریقوں میں فرق وامتیاز کرنے کے لئے بہت بڑے وسیع علم کی ضرورت ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ رکیک تاویلات کرنے والا شخص زید جاہلوں اور نادانوں کے فریق میں سے ہے لہذا اسکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں جو زجر ووعید اور جہنمی ہونے کا استحقاق احادیث میں وارد ہے اس سے آگاہ کرکے اس بُرے کام سے باز رکھنا چاہیے اور عوام الناس کو سخت تاکید کردینی چاہیئے کہ اس شخص سے گفتگو نہ کریں اور نہ اس کی بات سنیں۔ اور اگر یہ دوسرے فریق (مبتدعہ) میں سے ہے اور اس کا مذہب معلوم ہے مثلاً وہ رافضی، خارجی، یا معتزلی ہے یا فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتا ہے تو عامۃ المسلمین پر اس کے مذہب ومسلک کی حقیقت کو ظاہر کردینا چاہیئے (تاکہ لوگ اس کے پاس نہ جائیں اور اُس کی بات نہ سنیں) اور اگر وہ اپنے گمراہ عقائد کو مسلک اہل حق کے لباس میں پیش کرتا اور چھپاتا ہے تو اسکی تاویلات وتوجیہات کو ہمارے پاس لکھکر بھیجدیں تاکہ ہم اس کا حکم لکھکر روانہ کردیں۔

والسلام۔

مسجدوں سے ملحدوں کا اخراج اور داخل ہونیکی ممانعت

...ے ثبوت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تفسیر روح المعانی وغیرہ میں آیت کریمہ سنعذ بہم
...ین کی تفسیر کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مذکور ہے ابن ابی حاتم نے اور
...نے اوسط میں اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے اس کی تخریج کی ہے۔ ابن عباس
...تے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی اثنا میں آپ نے فرمایا: "اے فلاں تو کھڑا ہو، تو منافق ہے ابھی مسجد سے نکل جا، اے فلاں تو کھڑا ہو تم بھی منافق ہے ابھی مسجد سے نکل جا، غرض آپ نے ایک ایک منافق کا نام لیکر مسجد سے نکالدیا اور علی الاعلان رسوا فرمایا۔

...ردویہ کی روایت میں ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہ:
...اس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممبر پر کھڑے کھڑے ۳۶ منافقوں کو نام بنام کھڑا کرکے مسجد سے نکالدیا

تفسیر ابن کثیر میں بھی یہ روایت مذکور ہے ابن اسحاق نے سیرت میں ان منافقوں کا نام بنام ...رح ذکر کیا ہے کہ تمام مجرم الگ اور ممتاز ہوگئے اور نام گنانے کے بعد ابن اسحٰق بیان کرتے ...یہ منافق مسجد نبوی میں ہمیشہ آیا کرتے اور مسلمانوں کی باتیں سنا کرتے تھے (اور مخبری ...تھے) نیز مسلمانوں کا اور ان کے دین کا (آپس میں) مذاق اڑایا کرتے تھے چنانچہ ایک دن اس

...اشیہ میں فرماتے ہیں کہ: حضرت کعب کی حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ وہ (منافقین) سب کے سامنے ممتاز ہوگئے (گاو ...با کی طرح نکو بن گئے) جیسا کہ صحیح بخاری میں صفحہ ۶۳۲ پر غزوہ تبوک کے ذیل میں اسی طرح کی تصریح حضرت ...بو کی سعایت میں بھی موجود ہے دیکھئے صحیح بخاری صفحہ ۶۷۲ و صفحہ ۶۳۸ (لہذا حدیث میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا) ۱۲

گروہ کے کچھ آدمی مسجد نبوی میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا یہ لوگ سر سے سر ملائے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں اس پر حضور نے ان کو مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بڑی سختی کے ساتھ یہ لوگ مسجد سے نکال دیئے گئے "

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہی نہیں، بلکہ اُس شخص (ذو الخویصرہ) کے لئے تو نماز کی حالت میں قتل کر دینے کا حکم دینا بھی ثابت ہے جس کے متعلق حضور نے فرمایا تھا: یہ اور اس کے ساتھی قرآن تو پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے حلقوم سے آگے نہیں بڑھتا یہ لوگ دین سے غیر محسوس طریق پر نکل جائیں گے" (مگر وہ شخص اتفاق سے کہیں غائب ہو گیا اس لئے بچ گیا) امام احمدؒ نے مسند احمد ج ۳ ص ۱۵ پر اس روایت کی تخریج کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۵ پر فرماتے ہیں۔

اس روایت کی سند بہت عمدہ ہے اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی موید ہے۔
جس کی تخریج ابو یعلی نے اپنی مسند میں کی ہے اس کے راوی بھی سب ثقہ ہیں "

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بلکہ (کنز العمال ج ۵ ص ۲۹۸ میں اور مستدرک حاکم ج ۳، ص ۴۵) میں ابن ابی السرح وغیرہ کو تو مسجد حرام میں بھی قتل کر دینے کا حکم وارد[ل۲] ہے۔ یہ ابن ابی السرح مردود کہا کرتا تھا کہ "اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس وحی آتی ہے تو میرے پاس بھی ضرور وحی آتی ہے "

قرآن سے ثبوت: مصنف علیہ الرحمہ فرماتے[ل۵] ہیں قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

ل۵ حضرت مصنف رحمہ اللہ بین السطور میں (سطروں کے درمیان) لکھتے ہیں: شرح مواہب (لدنیہ) کے اندر باب فتح مکہ کے ذیل میں بھی (یہ واقعہ) اسی طرح بیان کیا ہے اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمہ نے فتاویٰ ابن تیمیہ کی چوتھی جلد میں صفحہ ۲۳۹ پر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کچھ لکھا ہے ۱۲ ل۵ نیز حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہی (قادیانیوں) میں سے ایک ملحد سے مجھے سابقہ پڑا۔ اس نے کہا: ہمارا تو قرآن پر ایمان ہے اور قرآن میں آیا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ الآیۃ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں داخل ہونے سے مسلمانوں کو روکے (اور منع کرے) میں نے اس کے جواب میں کہا: ہمارا بھی قرآن پر ایمان ہے اور قرآن میں آیا ہے۔ (باقی صـ ۲۷۵ پر)

وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد	مشرکوں کو اپنے خلاف کفر کی شہادت دیتے ہوئے اس کا
اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر	حق نہیں پہونچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں،
انما یعمر مساجد اللہ من امن	اللہ کی مسجدوں کی تو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو
باللہ والیوم الآخر	اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

فرماتے ہیں: اور اگر بالفرض یہ کوئی مسجد تعمیر کرتے بھی تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوتی (جیسے مسجد ضرار کہ وہ اللہ کے حکم سے ڈھادی گئی اس لئے کہ وہ مسجد نہ تھی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۴ سے آگے) ومن اظلم ممن افترىٰ علی اللہ کذبا او قال: اوحی الی ولم یوح الیہ شیئٌ الآیۃ (اور اس سے بڑھکر ظالم (کافر) کون ہے جو اللہ پر بہتان لگائے (کہ اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے) یا یہ کہے (دعویٰ کرے) میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے حالانکہ اس کے پاس مطلق کوئی وحی نہیں بھیجی گئی تو یہ آیت سُنکر وہ کافر مبہوت رہ گیا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا۔

یہ یوپی کے مشہور شہر میرٹھ کا واقعہ ہے وہاں مسلمانوں نے قادیانیوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکدیا تھا کہ تم مسلمان نہیں کافر ہو تم مسجد میں نہیں داخل ہو سکتے مرزائیوں نے مسلمانوں کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کردیا حاکم عدالت ایک عیسائی جج تھا اس نے کہا "میں فریقین کے علما کے بیانات سُننا چاہتا ہوں" چنانچہ مرزائیوں کے بڑے بڑے جغادری مناظر جمع ہو گئے اور عدالت میں مناظرہ طے پایا

مسلمانوں نے حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو دیوبند سے بُلایا آپ معاملہ کی نزاکت محسوس کرکے مقررہ تاریخ پر میرٹھ تشریف لے آئے مرزائیوں کی طرف سے مشہور و معروف مُلا تا گھاگ مرزائی مناظر تھا۔ اس نے عدالت کے کمرے میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ مذکورہ بالا پہلی آیت پڑھی اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں مگر ہمارے مخالف ہمیں مسجد میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور یہ قرآن کے حکم کے صریح خلاف ہے حضرت شاہ صاحب نہایت آہستگی اور متانت و وقار کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اس کے جواب میں مذکورہ بالا دوسری آیت پڑھدی کہ تم مسلمان نہیں ہو اس لئے کہ تم مرزا غلام احمد کو صاحب وحی والہام نبی مانتے ہو اس لئے اس آیت کریمہ کی رو سے مرزا بھی کافر ہے اور تم بھی کافر ہو لہٰذا مسلمان تم کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنے میں بالکل حق بجانب ہیں اس لئے کہ قرآن کریم کی آیت

(باقی صفحہ ۲۷۶ پر)

جو مستحق تکفیر ہے اس کا حکم مرتد کا سا ہے | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "تنویر" کا بحواشیہ میں "ذمیوں کی وصیتوں" کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

گمراہ فرقہ کا کوئی آدمی اگر اپنی گمراہی کی بنا پر تکفیر کا مستحق نہیں ہے تو وصیت کے بارے میں اس کا حکم مسلمان کا سا ہے اور اگر تکفیر کا مستحق ہے تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے (کہ اس کا کوئی تصرف معتبر نہیں ہوتا)

خلاصۂ کتاب

تصنیف رسالۂ ہٰذا کا مقصد | مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ رسالہ مذکورہ ذیل احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔

(۱) ضروریات دین (دین کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام) میں کوئی تصرف تاویل اور ان کی جو مراد اب تک امت نے سمجھی ہے اس کے علاوہ کوئی اور مراد بتلانا، اور ان کی جو عملی صورت تواتر سے ثابت ہے اس سے نکال دینا، سب کفر کا موجب ہے اس لئے کہ وہ لفظی یا معنوی متواتر نص جس کے معنی اور مراد کھلی ہوئی اور واضح ہو (جس طرح اس کے الفاظ اور معنی متواتر ہوتے ہیں ایسے ہی) اس کی مراد بھی متواتر ہوتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۰ سے آگے) آیت کریمہ انما یعمر مساجد اللّٰہ من آمن باللّٰہ والیوم الآخر الآیۃ ں مسجد میں داخل ہونے کے حق کو مومنوں کے اندر محدود و منحصر کر دیا ہے مسلمان قرآن کے اسی صریح حکم پر عمل کر رہے ہیں س لئے بحکم قرآن تم مسجد میں نہیں داخل ہو سکتے۔

یہ تقریر اور استدلال سُن کر اس کہنہ مشق مناظر کی ایسی سٹی گم ہوئی کہ جواب میں ایک لفظ کہے بغیر چوتے بغل ں صاحب یہ جا وہ جا جج نے مقدمہ خارج کر دیا اور مرزائی اس واقعہ کے بعد ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ برسوں کسی سامنے خود کو مرزائی کہنے کی جرأت نہیں ہوئی ۱۲۔

لہٰذا اس مراد میں کوئی بھی تاویل کرنا (اور مراد کو بدلنا) شریعت کے ایک یقینی امر کو رد کرنے کے مرادف اور کھلا ہوا کفر ہے اگرچہ وہ مؤول (براہِ راست) صاحب شریعت کی تکذیب یا اس کا ارادہ نہ بھی کرے۔

(۲) اور یہ کہ اس شخص کا حکم یہ ہے کہ (یہ کافر ہوگیا) اس سے توبہ کرائی جائے (اگر توبہ نہ کرے تو کفر کا حکم لگا دیا جائے اسلامی حکومت ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے)

ایک زعم باطل کی تردید بعض علما کا خیال ہے کہ (محض توبہ کے لئے کہنا کافی نہیں ہے بلکہ اس حد تک سمجھانا ضروری ہے کہ) اس کے دل میں یقین ڈال دیا جائے اور کلی طور پر اس کو مطمئن کر دیا جائے اس کے بعد بھی اگر وہ راہِ عناد اختیار کرے تب کفر کا حکم لگایا جائے ورنہ نہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اس نظریہ کے مطابق تو دین کی کوئی مستحکم اور غیر متبدل حقیقت ہی باقی نہیں رہتی بلکہ دین محض انسانی رائے اور خیال کے تابع ہو کر رہ جاتا ہے اور نظر و فکر ہی دین کا مدار بن جاتے ہیں (گویا جس زمانہ کے لوگ اپنی رائے اور قیاس کے مطابق جس کو دین قرار دیدیں گے بس وہی دین ہوگا) اور یہ قطعاً باطل اور غلط ہی بلکہ ضروریات دین کا علی حالہا برحق ہونا ایک طے شدہ حقیقت اور انہام و تفہیم سے بالاتر ہے (کسی کے باور کرنے نہ کرنے پر قطعاً موقوف نہیں) جو ان پر (بے چوں وچرا) ایمان لے آئے اور ان کو حق مان لے وہ اللہ کے دین کا متبع اور مومن ہے اور جو ان کا انکار کرے اور نہ ملنے (خواہ کسی بھی وجہ سے نہ مانے) وہ کافر ہے خواہ کفر کا قصد کرے یا نہ کرے (جیسا کہ آیت کریمہ والراسخون فی العلم یقولون الآیۃ اس پر دال ہے کہ "سمجھ میں آنے نہ آنے" پر ایمان کا مدار نہیں ہے) صرف اجتہادی (اور اختلافی) مسائل ہیں رائے (قیاس) اور نظر و فکر) پر مدار ہوتا ہے (کہ ہر لائق اجتہاد عالم دین اپنی سمجھ اور رائے کے مطابق نصوص شرعیہ کی جو مراد اور معنی متعین کرتا ہے اسی کو مانتا ہے اور اختیار کرتا ہے)

اور ضروریات دین کے باب میں تو جیسے حقائق اشیاء کے منکر عنادیہ اور عندیہ

کہلاتے ہیں اور ان میں شک اور تردد کرنے والے لا ادریہ اور شاکتہ کہلاتے ہیں ایسے ہی ضروریات دین کے منکرین "معاندین" اور "ملحدین" کہلاتے ہیں اور ان میں شک وتردد کرنے والے "مترددین" اور "منافقین" کہلاتے ہیں اور سب کافر ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ، جہل عذر نہیں ہے: فرماتے ہیں: اور جن علما نے کلمہ کفر سے ناواقفیت (کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) کو عذر قرار دیا ہے ان کی مراد فروعیات دین کے علاوہ اور امور شرعیہ ہیں (مثلاً مسائل اختلافیہ یا نظریہ کہ ان میں ناواقفیت کی صورت میں منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا) جیسا کہ "امر ثالث" کے ذیل میں ہم فتح الباری کی عبارتوں کے فوائد کے سلسلہ میں اس پر متنبہ کر چکے ہیں۔ اسی طرح اشباہ و نظائر اور اس کے حاشیہ کی نقول کے ذیل میں بھی اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ان تصریحات کے علاوہ خلاصۃ الفتاوی میں فرماتے ہیں۔

وجوہ کفر میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی زبان سے کلمہ کفر کہتا ہے اور اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے مگر وہ کہتا ہے اپنے قصد و اختیار اور مرضی سے (کسی کے دباؤ یا جبر سے نہیں کہتا) تو جمہور علما کے نزدیک یہ شخص کافر ہے اور ناواقفیت کی بنا پر اس کو معذور نہیں سمجھا جائیگا۔ صرف بعض علما اس کے مخالف ہیں (اور وہ اس شخص کو "معذور" سمجھتے ہیں اور کافر نہیں کہتے)

مجمع الانہر میں بحر الرائق پر استدراک (تنقید) کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لیکن درر میں تصریح کی ہے کہ زبان سے کلمۂ کفر کہنے والا اگر اپنے اختیار اور مرضی سے کہتا ہے تو جمہور علما کے نزدیک وہ کافر ہے اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ ہو (کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) یا اس بات کو نہ جانتا ہو (کہ یہ کلمہ کفر ہے) اور ناواقفیت کی وجہ سے اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ صاحب درر نے

نے اس قول کو محیط کے باب الکراھۃ اور باب الاستحسان کے حوالہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

اور یہ اختلاف (کہ ناواقفیت عذر ہے یا نہیں) ضروریات دین کے علاوہ دیگر امور (اجتہادیہ) میں ہے۔ ضروریات دین میں تو کلمہ کفر کہنے والے کا حکم صرف یہ ہے کہ (وہ کافر ہے) اس سے توبہ کرائی جائے (اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ کافر قرار دیدیا جائے) باقی یہ (کلمہ کفر کہنے والی اگر) عورت ہو تو اس سے صرف توبہ کرائی جائے گی

مرتد مرد و عورت کا حکم | حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا: جو مرد اسلام سے پھر جائے (اوّل) اس کو اسلام لانے کی دعوت دینا اگر وہ باز آجائے (اور از سر نو مسلمان ہو جائے) تو فبہا ورنہ اس کی گردن مار دو اسی طرح جو عورت اسلام سے پھر جائے اس کو بھی اسلام لانے کی دعوت دو اگر اسلام لے آئے تو فبہا ورنہ اس کو بھی قتل کر دو،،

حافظ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند "حسن" (اچھی) ہے

حافظ جمال الدین زیلعی نے بھی اسی حدیث کو تخریج ہدایہ (نصب الرایۃ) میں مسئلہ ثانیہ کے تحت معجم طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے مگر اس میں (مرتد عورت سے) صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں ہے)

مصنف رہ فرماتے ہیں: مرتد عورت کے بارے میں احناف کا مذہب یہی ہے (کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے) اِلّا یہ کہ مذکورۃ الصدر حدیث (جس میں مرتد عورت کے قتل کا حکم ہے) کا مصداق سب و شتم کرنیوالی عورت کو قرار دیا جائے۔ اس لئے کہ درمختار باب جزیہ کے آخر میں امام محمد رہ سے سب و شتم کرنے والی عورت کو قتل کر دینے کی تصریح روایت موجود ہے (لہذا معاذ کی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے) صاحب درمختار بحوالہ ذخیرہ نقل

کرتے ہیں کہ امام محمد رہ نے سب وشتم کرنیوالی عورت کے قتل کر دینے پر عمیر بن عدیؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے (اس حدیث میں آتا ہے) کہ عمیر نے عصماء بنت مروانؓ کے متعلق سُنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (گالیاں دیتی اور) ایذا پہونچاتی ہے تو ایک دن رات کو (موقعہ پاکر) اسے قتل کر ڈالا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر کی (غیرت ایمانی کی) تعریف فرمائی۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اس روایت اور استدلال کو یاد رکھنا چاہیے (بہت کار آمد ہے)

زیلعی کی طرح کنز ج ۳ ص ۹۱ پر بھی یہی مذکور ہے۔ چنانچہ مصنف کنز ج ۳ ص ۹۱ پر الشافعی ش ق کے حوالہ سے قابوس بن مخارق کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مسلمانوں کے بارے میں لکھا کہ: "یہ زندیق ہوگئے ہیں" الی آخرہ حضرت علی نے ان کو جواب میں لکھا کہ: "جو دو آدمی زندیق ہو گئے ہیں اگر وہ توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کردو" حافظ زیلعی نے بھی تخریج میں باب موت المکاتب وعجزہ کے ذیل میں مذکورہ بالا روایت کی تخریج کی ہے مگر اس میں صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ (تمام مذکورہ بالا روایات کو سامنے رکھکر) فرماتے ہیں: انسان کی قدرت میں تو یہی ہے (کہ توبہ کرالے ایمان دل میں ڈال دینا اور مطمئن کر دینا تو خدا کا کام ہے لہٰذا مذکورہ علما کا نظریہ "تشلیح صدر" صحیح نہیں انسانی قدرت سے باہر ہے)

دلوں میں ایمان ڈالنا اللہ کا کام ہے
ہم تو صرف توبہ کرانے کے مامور ہیں

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری (ص ۱۸ ج ۱ کتاب العلم) میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نیں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس ہدایت (دین) اور علم کو لیکر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے وہ اس موسلا دھار بارش کی مانند ہے جو کسی خطۂ زمین پر برسی تو جو عمدہ اور صاف ستھری (زرخیز) زمینیں تھیں انہوں نے تو پانی کو اچھی طرح جذب کرلیا اور ان میں خوب گھاس چارے وغیرہ کی پیداوار ہوئی اور کچھ سنگلاخ زمینیں تھیں انھوں نے پانی اپنے اندر روک لیا (اور گڑھے تالاب حوض وغیرہ پانی سے بھر گئے) اور لوگوں نے خود بھی پیا، مویشیوں کو بھی پلایا اور کھیتیوں کو بھی اُس سے سیراب کیا اور کچھ چٹیل میدان تھے (نہ انہوں نے خود پانی جذب کیا کہ روئیدگی ہوتی اور نہ ہی ان میں پانی ٹھیر سکا کہ مخلوق اس سے سیراب ہوتی) آخر میں آپ نے فرمایا: یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ اور فہم و فراست حاصل کرلی اور میری آوردہ تعلیمات نے اس کو نفع پہونچایا چنانچہ اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی علم دین سکھلایا اور تیسری مثال اس شخص کی ہے جس نے اس علم دین کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لیکر آیا ہوں

مصنف فرماتے ہیں: دیکھئے اس حدیث میں ... دین وایمان یا کفر و ضلال کا مدار قبول کرنے یا نہ کرنے پر رکھا ہے جو اپنی اپنی فطرت کے مطابق انسانوں کا اپنا اختیاری فعل ہے نہ کہ دلوں میں ایسا ایمان و یقین پیدا کردینے پر کہ جس کے بعد بس جحود و عناد کا مرتبہ ہی رہ جائے، اسی لئے بعض علما نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ اس دعوت و تبلیغ کے بعد بھی اعراض و انکار کرنا یہی ہٹ دھرمی اور ضد (جحود و عناد) ہے خواہ منکر کا قصد عناد ہو یا نہ ہو۔ (یعنے دعوت و تبلیغ حق کے بعد اعراض و انکار کرنا ہی جحود و عناد ہے)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سعدی شیرازی رحمہ اللہ کا یہ شعر اسی حدیث کی تمثیل پر مبنی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

وہ بارش جس کی طبعی لطافت اور خوبی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اسی بارش سے باغ و راغ میں لالہ و گل اُگتے ہیں اور شور و بنجر زمین میں خار زار اور جھاڑیاں

(جیسے یہ زمینوں کی سرشت کا فرق ہے ایسا ہی فرق کافر اور مومن کی فطرت میں موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا میں اسی فرق کو واضح فرمایا ہے)

شیخ ابن ہمام تحریر الاصول میں منکر رسالت کے بارے میں فرماتے ہیں

ثبوتِ نبوت کے متواتر دلائل کے بعد رسالت کا انکار کرنے والے سے کسی مناظرہ کی ضرورت نہیں بلکہ توبہ نہ کرے تو ہم اس کو قتل کر دینے کا حکم دیدیں گے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مختصر یہ ہے کہ تبلیغ حق سے زیادہ ہم پر اور کچھ لازم نہیں، جیسا کہ کافروں سے جہاد کے وقت صرف اسلام کی دعوت کافی ہے

توبہ کس سے کرائی جائے اور کس سے نہیں؟ حضرت علی رضہ کا فیصلہ فرماتے ہیں: اور یہ مسئلہ تو تمام ائمہ دین سے متفقہ طور پر منقول ہے چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رح الصارم المسلول میں فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے (کہ مرتد سے توبہ کے لئے کہنا بھی ضروری نہیں) ابو ادریس کی مذکورہ ذیل روایت کافی ہے۔

ابو ادریس خولانی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضہ کے سامنے چند ایسے زندیق لوگ پیش کئے گئے جو اسلام سے پھر گئے تھے حضرت علی نے اُن سے دریافت کیا (کہ کیا واقعی تم لوگ دین سے پھر گئے ہو؟) انہوں نے (ارتکاب جرم سے) صاف انکار کر دیا تب (استغاثہ کی جانب سے) ان کے خلاف ثقہ اور عادل گواہ پیش کئے گئے حضرت علی نے (ان گواہوں کی شہادت کی بنا پر) ان کو قتل کرنے کا حکم دیدیا اور ان سے توبہ نہیں کرائی (اس لئے کہ وہ پہلے ہی جھوٹا انکار کر چکے تھے ایسے ہی جھوٹی توبہ بھی کر لیتے)

ابو ادریس خولانی کہتے ہیں ایک نصرانی کو بھی پیش کیا گیا جو مسلمان ہو چکا تھا اور پھر اسلام سے پھر گیا تھا حضرت علی رضؓ نے اس سے بھی دریافت کیا (کہ کیا تو اسلام سے پھر گیا ہے) اس نے جو جرم (ارتداد) اس سے سرزد ہوا تھا اس کا اقرار کر لیا تو آپ نے اس سے توبہ کے لئے کہا (اس نے توبہ کر لی) تو اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت علی سے سوال کیا گیا کہ: یہ کیا بات ہے آپ نے اس نصرانی سے تو توبہ کرائی اور ان زندیقوں سے توبہ نہیں کرائی۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ: اس نصرانی نے تو اپنے جرم کا اقرار کر لیا (اس لئے میں نے اس کی توبہ بھی قبول کر لی کہ یہ سچا ہے) اور ان لوگوں نے اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا بلکہ صاف انکار کر دیا (اور جھوٹ بولا) یہاں تک کہ ان کے خلاف عادل گواہ پیش ہوئے (اور ان کی شہادت سے ان کا جرم اور جھوٹ ثابت ہو گیا) اسی لئے میں نے ان سے توبہ نہیں کرائی (کہ یہ حجت شرعیہ سے جھوٹے ثابت ہو چکے ان کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں)

امام احمدؒ نے بھی اس حدیث کو ابو ادریس خولانی رضؓ سے روایت کیا ہے اور انہی ابو ادریس خولانیؓ سے ایک اور واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضؓ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا جو نصرانی ہو گیا تھا حضرت علی رضؓ نے اس سے نصرانیت سے توبہ کرنے کے لئے فرمایا اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت علی رضؓ نے اس کو قتل کرا دیا اور ایک گروہ کو پیش کیا گیا جو قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ زندیق اور بے دین تھے اور ان کے زندیق ہونے پر گواہ قائم ہو چکے تھے مگر انھوں نے اس جرم (زندقہ) کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارا دین تو صرف اسلام ہی ہے (مگر یہ جھوٹ تھا) حضرت علی رضؓ نے ان کو قتل کرا دیا (اور ان سے توبہ کے لئے نہیں کہا) اس کے بعد حضرت علی رضؓ نے فرمایا: آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے اس نصرانی سے توبہ کے لئے کیوں کہا

(اوران زندیقوں سے کیوں نہیں کہا؟) میں نے اس نصرانی سے توبہ کے لیے اس لئے کہا کہ اس نے اپنا دین صاف ظاہر کردیا (اور جھوٹ نہیں بولا) اس کے برعکس یہ زندیق جن کے خلاف عادل گواہ قائم ہوچکے تھے (اوران کا جرم ثابت ہوگیا تھا) پھر انھوں نے مجھ سے جھوٹ بولا (اور ارتکاب جرم سے صاف انکار کردیا) اس لئے میں نے "بینہ (شرعی گواہ) قائم ہوجانے کے باوجود انکار جرم کرنے پر ... ان کو قتل کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت علی رض کا یہ فیصلہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ جو زندیق اپنے زندقہ کو چھپائے گا اور ارتکاب جرم سے انکار کرے گا اور اس کے خلاف گواہ قائم ہوجائیں گے اس کو قتل کردیا جائے گا اور اس سے توبہ کے لئے بھی نہیں کہا جائے گا (اس لئے کہ وہ شرعاً مردود القول ہوچکا اس کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں)

ایک جاہلانہ اعتراض کا جواب: مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر کوئی جاہل معترض یہ کہے کہ کسی کو مسکت دلائل سے عاجز کئے بغیر قتل کردینا عدل پروردگار کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: اگر ایسا ہے تو مسکت دلائل سے عاجز کردینے کے بعد بھی قتل کرنا عدل کے منافی ہونا چاہیئے اس لئے کہ اس کو ہدایت اور قبول حق کی توفیق دیئے بغیر قتل کرنا بھی تو عدل پروردگار کے منافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں اُن سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا چاہیئے۔

اس رسالہ کی تالیف کا مقصد تو مذکورہ بالا ہی تھا مگر اس مسئلہ "تاویل" پر بحث کے دوران کچھ اور بھی مفید نقول اور حوالے بیان ہوگئے ہیں جو اہم ترین فوائد سے خالی نہیں۔ مثل مشہور ہی ہے "بات سے بات نکل آتی ہے"، اسی لئے اور بھی مناسب

متعلقہ امور بیان کر دیئے گئے ہیں جو انشاء اللہ ناظرین کے کام آئیں گے۔

یا فرماتے ہیں:

ہر حال سن لیجئے! جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا دین کے خلاف ہے اسی طرح
سی کافر کو مسلمان کہنا اور اس کے کفر سے چشم پوشی کرنا بھی دین کے خلاف
؛ یہی اعتدال کی راہ ہے (مسلمان کو مسلمان کہیئے کافر کو کافر) اس زمانہ
ں عام طور پر لوگ افراط اور تفریط میں مبتلا ہیں (ایک طرف اچھے بھلے مسلمانوں
کافر بنانے میں مصروف ہیں دوسری طرف کھلے ہوئے کافروں کو مسلمان کہنے
ران کو سینہ سے لگانے میں منہمک ہیں) بیشک سچ کہا ہے جس نے کہا کہ "جاہل
حد افراط پر جا چڑھتا ہے یا حد تفریط میں گر پڑتا ہے"

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

خاتمہ

ت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

مضمون ختم اور رسالہ تمام ہوا اس رسالہ کی تحریر سے مقصد صرف اہل علم سے
ن کے حق میں حسن انجام اور خاتمہ بالخیر کی دعوات صالحہ حاصل کرنا
اور بس۔

ہوں احقر محمد انور شاہ، ابن[1] معظم شاہ ابن[2] الشاہ عبد الکبیر، ابن[3] الشاہ عبد الخالق
[4] الشاہ محمد اکبر ابن[5] الشاہ حیدر، ابن[6] الشاہ محمد عارف، ابن[7] الشاہ علی،
[8] الشیخ عبد اللہ، ابن[9] الشیخ مسعود النروری الکشمیری رحمہ اللہ تعالے
سب پر رحمت فرمائیں۔

ا نروری کے فرزند جلیل کے قلمی مکتوبات میں لکھا ہے کہ

ان کے والد بزرگوار بغداد سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے اول ملتان ٹھیرے
اس کے بعد لاہور منتقل ہوگئے اور لاہور سے کشمیر آکر آباد ہوگئے واللہ اعلم

۱۳۴۳ھ کے صرف چند ہفتوں میں اس رسالہ کی تالیف و ترتیب سے
فراغت ہوئی۔ ۱۲

ضمیمہ حواشی

عہ حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں ذوالخویصرہ اور ابن صیاد کے قتل نہ کرنے کے بارے میں علما کے لئے ایک قابل قدر نکتہ بیان فرماتے ہیں:

یاد رکھیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالخویصرۃ اور ابن صیاد کے واقعہ میں حکم شرعی (قتل کر دینے) پر تقدیر کی جانب کو ترجیح دی ہے (یعنے آپ کو معلوم تھا کہ ان کے قتل تکوینی اعتبار سے میرے ہاتھ سے مقدر نہیں ہیں)

فرماتے ہیں: اور اس لئے بھی (آپ نے ان کو قتل نہیں کیا) کہ کچھ امور نبوت کی تکمیل آپ کے خلفا کے ہاتوں سے ہونی بہتر ہے (تاکہ وہ بھی منشا الہی اور حکم سماوی کو پورا کرنے کا منصب حاصل کر سکیں) یہاں تک ان کا ہاتھ بھی خداوندی ہاتھ اور ان کا فعل بھی آسمانی فعل ہو جائے۔ از مصنف ۱۲

عہ امام زیلعی نے دوشیزہ لڑکی کو اس کا نکاح کر دینے کی اطلاع کے ذیل میں "خبر واحد" کے متعلق ایک ضابطہ بیان کیا اور خبر واحد کی "محل" کے اعتبار سے پانچ قسمیں کی ہیں اور فرمایا ہے کہ: خبر واحد اگر حقوق اللہ سے متعلق اور حجت ہوگی اور اگر موجب عقوبۃ ہے تو اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس میں مقبول ہوگی اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس میں ثبوت حکم کے لئے خبر واحد کافی نہیں ہے حضرت مصنف علیہ الرحمہ دفع توہم کے طور پر فرماتے ہیں کہ: زیلعی کے اس بیان میں عقوبت سے عقوبت دینا یعنے حد وغیرہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس خبر واحد کو قبول کر لینے سے کوئی شخص عقوبت شرعی (شرعی سزا) کا مستحق بنتا ہو ایسے معاملہ میں خبر واحد (ایک آدمی کا بیان) کافی نہیں ہے جبتک نصاب شہادت

پورا نہ ہوا اس لئے الحدود تندرء بالشبہات و حدیں ذرا سے شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

دیگر مطبوعات مجلس علمی

عربی

نصب الرایہ ـ	حدیث
المسند للحمیدی	،،
کتاب الآثار جلد اول	،،
عقیدۃ الاسلام	عقائد
نیل الفرقدین	فقہ
بسط الیدین	،،
ضرب الخاتم	کلام
مرقاۃ الطارم	،،
زاد الفقیر	فقہ
عبقات	تصوف

اردو

تدوین حدیث

مقالات احسانی

تذکرۂ سلیمان

نظام صلاح و اصلاح

خطبات ماثورہ

خوارق عادات

فارسی

خاتم النبیین

معارف لدنیہ

حق الیقین

دیگر مطبوعات مجلس علمی

عربی

نصب الرایہ	حدیث
المسند الحمیدی	”
کتاب الآثار جلد اول	”
عقیدۃ الاسلام	عقائد
نیل الفرقدین	فقہ
بسط الیدین	”
ضرب الخاتم	کلام
مرقاۃ الطارم	”
زاد الفقیر	فقہ
عبقات	تصوف

اردو

تدوین حدیث
مقالات احسانی
تذکرۂ سلیمان
نظام صلاح و اصلاح
خطبات ماثورہ
خوارق عادات

فارسی

خاتم النبیین
معارف لدنیہ
حق الیقین

ادارہ مجلس علمی کراچی نمبر ۲